عام فہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدا بہار مبارک سلسلہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تر وتازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسکو یاد کیا اور اسکو محفوظ رکھا اور پھر دوسروں کو پہنچا دیا۔ (ترمذی)
نیز فرمایا سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم دین کی بات سیکھے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھا دے۔ (ابن ماجہ)

زیر نگرانی

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ
رئیس دار الافتاء، جامعہ خیر المدارس ملتان

ادارہ تالیفات اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240)

سلسلہ درس حدیث - 1

عام فہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا

ایک سدابہار مبارک سلسلہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسکو یاد کیا اور اسکو محفوظ رکھا اور پھر دوسروں کو پہنچا دیا۔ (ترمذی)

نیز فرمایا سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم دین کی بات سیکھے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھا دے۔ (ابن ماجہ)

ترتیب وکاوش

مجلس تحقیقات اسلامیہ

زیر نگرانی

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب مدظلہ

رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

ادارہ تالیفات اشرفیہ

چوک فوارہ ملتان پاکستان ☎ 061-540513-519240

لا الٰہ الا اللہ
محمد رسول اللہ ﷺ

نام کتاب............ درسِ حدیث تاریخ اشاعت...... رجب المرجب ۱۴۲۵ھ

ناشر...... ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ ملتان طباعت........... سلامت اقبال پریس ملتان

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان - ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور

مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور --- مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور

مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ --- کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی

یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور --- دارالاشاعت اردو بازار کراچی

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K (ISLAMIC BOOKS CENTRE)
119-121 HALLIWELL ROAD BOLTON BL1 3NE (U.K.)

ضروری وضاحت: ایک مسلمان جان بوجھ کر قرآن مجید، احادیث رسول ﷺ اور دیگر دینی کتابوں میں غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا بھول کر ہونے والی غلطیوں کی تصحیح و اصلاح کیلئے بھی ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور کسی بھی کتاب کی طباعت کے دوران اغلاط کی تصحیح پر سب سے زیادہ توجہ اور عرق ریزی کی جاتی ہے۔ تاہم چونکہ یہ سب کام انسان کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لئے پھر بھی کسی غلطی کے رہ جانے کا امکان ہے۔ لہٰذا قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر ایسی کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرما دیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہو سکے۔ نیکی کے اس کام میں آپ کا تعاون صدقہ جاریہ ہوگا۔ (ادارہ)

عرضِ مرتب

اللہ کے فضل و کرم سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک احادیث (عام فہم تشریح کیساتھ) کے سلسلہ کی پہلی جلد آپ کے سامنے ہے۔ حضرات محدثین سے لیکر دم صالحین نے ہر دور میں اس کے تقاضوں کے مطابق احادیث جمع کرنے کا مبارک کام سرانجام دیا ہے۔ ہمارے اس دور میں بھی علماء حق کا احسان عظیم ہے کہ انہوں نے ان مبارک احادیث کو جو عربی زبان میں بڑی بڑی کتب میں موجود تھیں انکی اردو ترجمہ سے آراستہ کر کے عوام الناس کیلئے ایک عظیم ذخیرہ احادیث مختلف کتب کی شکل میں مرتب فرما دیا جس سے عربی سے ناواقف حضرات کی احادیث مبارکہ تک رسائی آسان ہو گئی۔

مجلس تحقیقات اسلامیہ جو درج ذیل علماء کرام پر مشتمل ہے۔

حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب مدظلہم.... حضرت مولانا محمد ازہر صاحب مدظلہ.... حضرت مولانا مفتی منظور احمد تونسوی مدظلہ

حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب مدظلہ .... حضرت مولانا زاہد محمود صاحب مدظلہ العالی............ مولانا حبیب الرحمن سلمہ الرحمن

اس مجلس نے جب عام فہم درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا تو بفضل اللہ تعالیٰ توقع سے بڑھ کر عوام میں اس کی مقبولیت ہوئی جس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ درس چند منٹ کے مختصر دورانیہ میں قارئین کو مکمل تیار شدہ درس میسر ہو جاتا ہے۔ قرآن و حدیث لازم و ملزوم ہیں اس لئے "درس قرآن" کے عظیم سلسلہ کی تیاری کے دوران من جانب اللہ درس حدیث کا بھی داعیہ پیدا ہوا۔ جسے اکابر بزرگان دین اور علماء کرام نے اپنی دعاؤں اور سرپرستی سے تحریک میں تبدیل فرما دیا اور یوں درس حدیث کے مبارک سلسلہ پر کام شروع کر دیا گیا۔

چونکہ یہ درس حدیث عوام الناس کی دینی ضروریات اور عصر حاضر کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے تیار کیا گیا ہے اسلئے اسکی ترتیب کتب فقہ کے مطابق رکھی گئی ہے۔ درس حدیث کی یہ پہلی جلد طہارت۔ وضو۔ غسل۔ نماز۔ مسجد۔ جمعہ عیدین اور نماز کے خشوع و خضوع سے متعلق ضروری تفصیلات پر مشتمل ہے۔ ہر درس میں اس بات کا اہتمام کیا گیا ہے کہ درج شدہ کوئی بھی حدیث بغیر حوالہ کے نہ ہو۔

قارئین کی تسکین کیلئے اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ اس مجموعہ احادیث میں درج ذیل کتب سے انتخاب و اقتباس کیا گیا ہے۔

۱- فضائل اعمال (شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ) ۲- الترغیب والترہیب (حافظ عبدالعظیم المنذری رحمہ اللہ)

۳- اصلاحی خطبات (شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ) ۴- فقہی مسائل (حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی مدظلہ)

۵- اصلاحی مضامین (حضرت مولانا مفتی عبدالشکور رحمہ اللہ) ۶- معارف الحدیث (مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ)

دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے سب سے بڑے محسن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم حقوق میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ آپ کی ذات

مبارک سے محبت کی جائے اور یہی محبت کا تقاضا ہے کہ آپ کے نام نامی کے ساتھ درود شریف کا التزام کیا جائے یہی وجہ ہے کہ کتب احادیث میں حضرات محدثین نے اس چیز کا بڑا اہتمام فرمایا ہے کہ ہر جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک نام کے ساتھ "صلی اللہ علیہ وسلم" ضرور لکھا ہے۔

ہمارے قریبی بزرگوں میں سے حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ نے ایک مجموعہ احادیث صرف اس مبارک نیت سے تالیف فرمایا تھا کہ اس میں درج احادیث میں جگہ جگہ "صلی اللہ علیہ وسلم" لکھنے سے اللہ کی رحمتوں سے اپنا دامن بھر لیا جائے۔

اسی نیت کے پیش نظر اس درس حدیث میں بھی مکمل مختصر درود شریف کا التزام کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نام کے ساتھ مکمل رضی اللہ عنہ بھی لکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور اکثر جگہوں پر بھی درود شریف (خوبصورت جلی کتابت کے ساتھ) لکھا دیئے ہیں جن کا پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق و محبت کے اضافہ کیلئے نسخۂ اکسیر ہے۔

ہر درس کے آخر میں دعائیہ کلمات دیئے گئے ہیں اور اس بات کی ترغیب دی گئی ہے کہ ہم اس درس کو مسجد، مدرسہ، دفتر وغیرہ کسی بھی جگہ سنیں اور سنائیں تو غور و فکر اور عمل کی نیت سے سنیں اور پھر گھر میں اپنے دوست احباب میں اس درس سے حاصل شدہ علم کی تبلیغ محبت و حکمت سے ضرور کریں۔ اس سلسلہ میں ہمارے معاشرہ میں بڑی کوتاہی پائی جاتی ہے کہ ہم دین کی باتیں سننے کے بعد گھر میں جا کر ان کا مذاکرہ نہیں کرتے۔

یاد رکھئے! جس طرح اہل و عیال کی دنیوی راحت و آرام کا ہم خیال رکھتے ہیں اس سے زیادہ ضروری ان کی صحیح دینی تربیت کرنا ہمارا فرض ہے۔ اس لئے اپنے گھروں میں بھی احادیث مبارکہ پر مشتمل اس درس کا روزانہ اہتمام کیا جائے۔ اور دنیا کی عظیم ترین ہستی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اقوال کو سن کر اپنایا جائے جن کے مقابلہ میں دنیا کی بڑی سے بڑی دولت ہیچ ہے۔

اس لئے ان مبارک فرامین سے اپنے اور اپنے تمام متعلقین کے دامن کو سجانے کی کوشش کرنی چاہئے اور خاص طور پر اپنے بچوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات سنانے کی ضرورت ہے تاکہ ان کے دل و دماغ کی سفید لوح پر اسلامی تاریخ کے درخشندہ ابواب نقش ہو جائیں اور یہی بچے مستقبل میں اچھے مسلمان ثابت ہوں۔

عصر حاضر میں جبکہ ہم مسلمان ہر طرف سے مغلوبیت کے شکار ہیں اس بات کی بڑی ضرورت ہے کہ ہم اپنے اسلامی اقدار کی طرف لوٹیں شریعت پر عمل کر کے اپنا تعلق اللہ وحدہ لا شریک سے مضبوط کریں کہ وہی غالب ہے اور اسی سے تعلق کی برکت سے ہمیں دنیا میں غلبہ اور آخرت میں نجات مل سکتی ہے۔ بقول شخصے عبادات میں ہمارا قبلہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور ایمان میں ہمارا قبلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے آیئے! ان مبارک احادیث کے مطالعہ سے اپنی عبادات اور اعمال دونوں کا قبلہ سنواریں اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین۔

والسلام

محمد اسحق عفی عنہ

رجب المرجب ۱۴۲۵ھ

تقریظ

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب مدظلہ
رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان، نگران اعلیٰ مجلس تحقیقات اسلامیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم.... اما بعد

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے پیش نظر اللہ پاک نے قرآن مجید کی حفاظت جس طرح اپنے ذمہ لی ہے اسی طرح الفاظ قرآن کی تشریح جو ذخیرہ احادیث کی شکل میں موجود ہے اسکی حفاظت وصیانت بھی اللہ پاک نے اس امت کے ذریعے فرمائی۔ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ حفاظت حدیث کے سلسلہ میں اس امت کے محدثین حضرات نے عجیب کمالات دکھائے۔ اسماء الرجال کے علم ہی کو دیکھ لیجئے اس علم سے سابقہ امتیں محروم رہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات چونکہ تا قیامت محفوظ اور قابل عمل تھیں اس لئے ان فرامین کی حفاظت کیلئے محدثین نے اسماء الرجال اور اس کے علاوہ دوسرے علوم متعارف کرائے جنہوں نے احادیث مبارکہ کے گرد ایک قوی حصار کا کام کیا تا کہ کوئی دین دشمن حسب منشاء ان احادیث میں کوئی تغیر و تصرف نہ کر سکے۔

عصر حاضر میں مسلمانوں کی مغلوبیت میں جہاں دیگر عوامل کارفرما ہیں ان سب میں بنیادی چیز یہی ہے کہ ہم اپنی بنیاد یعنی اسلامی تعلیمات سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ اور اس بات کے جاننے کے باوجود کہ ہماری دینی و دنیاوی فلاح و ترقی اسلامی تہذیب اسلامی تعلیمات اور انہی اقدار میں ہے جن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو چلایا اور تاریخ گواہ ہے کہ جب تک مسلمان ان اسلامی تعلیمات پر مضبوطی سے عمل پیرا رہے اللہ پاک نے انہیں اخروی نجات کے علاوہ دنیا میں بھی شان و شوکت غلبہ و نصرت سے نوازا اور پوری دنیا کے غیر مسلم ان کے غلام اور زیر دست کی حیثیت سے رہے۔

آج ہم سب مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ دنیا میں مسلمان غالب ہوں لیکن اس کے لئے جو بنیادی چیز ہے یعنی تعلیمات نبوت کی روشنی میں زندگی کے سفر کو طے کرنا۔ اسکی طرف ہماری توجہ کم ہوتی ہے اس لئے ضرورت ہے کہ معاشرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات کو عام کیا جائے اور جس طرح تلاوت قرآن کو اپنے معمول میں شامل کیا جاتا ہے اسی طرح ہمارے بعض اکابر کے معمول میں تلاوت حدیث بھی شامل تھی۔

"ادارہ تالیفات اشرفیہ" اس لحاظ سے بڑی مبارک کا مستحق ہے کہ عوام کو اس بنیادی ضرورت کو عام فہم انداز میں درس حدیث کی شکل میں پیش کرنے کا سہرا اسی کے سر ہے۔ اس سے قبل "درس قرآن" بھی عوام الناس میں بے حد مقبول ہو چکا ہے۔

دل سے دعا ہے کہ فرامین نبوی کا یہ سدا بہار گلدستہ عنداللہ مقبول ہو اور ہم سب تعلیمات نبوی کی روشنی میں اپنا قبلہ درست کر کے دنیا و آخرت کی سعادتوں سے اپنے دامن بھر لیں۔

فقط: عبدالستار عفی عنہ — ۲۵ رجب ۱۴۲۵ھ

فہرست عنوانات

طہارت کا بیان

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اتَّقُوا اللَّاعِنَيْنِ، قَالُوا: وَمَا اللَّاعِنَانِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: الَّذِي يَتَخَلَّى فِي طَرِيقِ النَّاسِ أَوْ فِي ظِلِّهِمْ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لعنت و ملامت کا سبب بننے والے دو کاموں سے بچو صحابہ کرامؓ نے عرض کیا وہ دو کام کیا ہیں؟ ارشاد فرمایا کہ آدمی لوگوں کے راستہ میں یا ان کی سایہ دار جگہ میں قضاء حاجت کرے (مسلم، ابوداؤد)

طہارت کی حقیقت اور دین میں اس کا مقام

اسلام میں طہارت و پاکیزگی کی حیثیت صرف یہی نہیں ہے کہ وہ نماز، تلاوتِ قرآن اور طوافِ کعبہ جیسی عبادات کے لئے لازمی شرط ہے بلکہ قرآن و حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بجائے خود بھی دین کا ایک اہم شعبہ اور بذاتِ خود بھی مطلوب ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ "حجۃ اللہ البالغہ" میں فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے خاص فضل سے یہ حقیقت سمجھادی ہے کہ فلاح و سعادت جس شاہراہ کی طرف انبیاء علیہم السلام کی بعثت ہوئی (جس کا نام شریعت ہے) اگرچہ اس کے بہت سے ابواب ہیں لیکن اپنی بے پناہ کثرت کے باوجود وہ سب بس ان چار اصولی عنوانوں کے تحت آتے ہیں۔ جن میں پہلا اصول طہارت ہے۔"

فرماتے ہیں: ایک سلیم الفطرت اور صحیح المزاج انسان جس کا قلب سفلی تقاضوں سے مغلوب اور ان میں مشغول نہ ہو جب وہ کسی نجاست سے آلودہ ہو جاتا ہے، یا اس کو پیشاب پاخانہ کا سخت تقاضا ہوتا ہے تو وہ اپنے نفس میں ایک خاص قسم کا تکدر انقباض اور بے لطفی اور اپنی طبیعت میں سخت ظلمت کی ایک کیفیت محسوس کرتا ہے پھر جب وہ اس حالت سے نکل جاتا ہے مثلاً پیشاب یا پاخانہ کا جو سخت تقاضا تھا اس سے وہ فارغ ہو جاتا ہے اور اچھی طرح استنجاء اور طہارت کر لیتا ہے اور اچھے صاف ستھرے کپڑے بھی پہن لیتا ہے اور خوشبو لگا لیتا ہے تو نفس کے تکدر اور طبیعت کی ظلمت کی وہ کیفیت جاتی رہتی ہے اور اس کے بجائے اپنی طبیعت میں وہ ایک سرور و فرحت کی کیفیت محسوس کرتا ہے۔ بس دراصل پہلی کیفیت اور حالت کا نام "حدث" (ناپاکی) اور دوسری کا نام "طہارت" (پاکی و پاکیزگی) ہے اور انسانوں میں جن کی فطرت سلیم اور جن کا ذوق صحیح ہے وہ ان دونوں حالتوں اور کیفیتوں کے فرق کو واضح طور پر محسوس کرتے ہیں اور اپنی طبیعت و فطرت کے تقاضے سے "حدث" کی حالت کو ناپسند اور دوسری کو (یعنی "طہارت" کی حالت کو) پسند کرتے ہیں۔

اور نفس انسانی کی یہ طہارت کی حالت اللہ کے فرشتوں کی حالت سے بہت مشابہت و مناسبت رکھتی ہے کیونکہ وہ ذاتی طور پر تمام آلودگیوں سے پاک و صاف اور نورانی کیفیات سے شاد و مسرور رہتے ہیں اور اسی لئے حسب امکان طہارت و پاکیزگی کا اہتمام و دوام انسانی روح کو ملکوتی کمالات حاصل کرنے اور الہامات و منامات کے ذریعے ملاء اعلیٰ سے استفادہ کرنے کے قابل بنا دیتا ہے۔ اور اس کے برعکس جب آدمی حدث اور ناپاکی

حالت میں (دوبارہ) رہتا ہے تو اس کو شیاطین سے ایک مناسبت و مشابہت حاصل ہو جاتی ہے اور شیطانی وساوس کی قبولیت کی ایک خاص استعداد اور صلاحیت اس میں پیدا ہو جاتی ہے اور اس کی روح کو ظلمت گھیر لیتی ہے۔" (حجۃ اللہ البالغہ)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب پھر اسی کتاب کے ایک دوسرے مقام پر جہاں طہارت کے احکام اور ان کے اسرار کا بیان ہے فرماتے ہیں: طہارت کی تین قسمیں ہیں: ایک حدث سے طہارت (یعنی جن حالتوں میں غسل یا وضو واجب یا مستحب ہے ان حالتوں میں غسل یا وضو کر کے شرعی طہارت و پاکیزگی حاصل کرنا۔ دوسرے ظاہری نجاست اور پلیدی سے جسم یا کپڑوں کو یا جگہ کو پاک کرنا۔ تیسرے جسم کے مختلف حصوں میں جو گندگیاں اور میل کچیل پیدا ہوتا رہتا ہے اس کی صفائی کرنا (جیسے دانتوں کی صفائی ناک کے نتھنوں کی صفائی ناخن اور زیر ناف بالوں کی صفائی) آگے طہارت کے متعلق جو حدیثیں درج ہوں گی ان میں سے بعض کا تعلق طہارت سے ہوگا۔

زیر درس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جن جگہوں پر پاخانہ کرنے سے لوگوں کو تکلیف ہو اور وہ لعنت و ملامت کریں ایسی جگہوں سے بچ کر بیٹھنا چاہیے علماء نے لکھا ہے کہ لوگوں کے راستہ میں قضاء حاجت کرنے کی ممانعت سے مراد وہ راستہ ہے جس پر اکثر لوگ چلتے ہوں اور وہاں سے گزرتے ہوں وہ راستہ مراد نہیں جس پر لوگ بہت کم کبھی کبھی گزرتے ہوں اور سایہ دار جگہ میں بھی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگوں کے بیٹھنے کی جگہ ہوتی ہے لوگوں کو اس سے اذیت اور تکلیف ہو گی اور پھر لوگ لعن طعن کریں گے۔ سایہ سے مراد عام سایہ نہیں ہے بلکہ وہ سایہ ہے جس میں لوگ آرام کرتے ہوں یا اس کے نیچے آ کر بیٹھتے ہوں۔

اس حدیث شریف میں ہم سب کے لئے خاص سبق یہ ہے کہ دوسرے مسلمانوں کو اپنی طرف سے ہر قسم کی ایذاء سے بچانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے راستہ میں یا سایہ دار درخت کے نیچے قضاء حاجت کرنے پر لعنت و ملامت فرمائی ہے۔ آج ہمیں بھی اس بات کی فکر کرنی چاہئے کہ قضائے حاجت کے بعد بیت الخلاء کو اچھی طرح صاف کر دیا جائے تاکہ بعد میں آنے والے کو تکلیف و ناگواری نہ ہو۔

یا اللہ! ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت اور کامل اتباع کی توفیق عطا فرمائیے۔

اور ہمیں ظاہری و باطنی نجاستوں سے مکمل پاک صاف فرما دیجئے۔ آمین

اللهم صل على محمد وعلى آل محمد

كما صليت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم انك حميد مجيد

اللهم بارك على محمد وعلى آل محمد كما باركت على

ابراهيم وعلى آل ابراهيم انك حميد مجيد

ناپاکی سے عذاب قبر

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَبْرَيْنِ فَقَالَ اِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيْرٍ اَمَّا اَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَكَانَ يَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ ثُمَّ اَخَذَ جَرِيْدَةً رَطْبَةً فَشَقَّهَا بِنِصْفَيْنِ ثُمَّ غَرَزَ فِيْ كُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَ صَنَعْتَ هٰذَا؟ فَقَالَ لَعَلَّهُ اَنْ يُّخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا.

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر دو قبروں پر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ جو دو آدمی ان قبروں میں مدفون ہیں ان پر عذاب ہو رہا ہے اور کسی ایسے گناہ کی وجہ سے یہ عذاب نہیں ہو رہا ہے جس کا معاملہ بہت مشکل ہوتا (یعنی جس سے بچنا دشوار ہوتا بلکہ یہ دونوں اپنے ایسے گناہ کی پاداش میں عذاب دیئے جا رہے ہیں جس سے بچنا کچھ مشکل نہ تھا) ان میں سے ایک کا گناہ تو یہ تھا کہ وہ پیشاب کی گندگی سے بچنے یا پاک رہنے کی کوشش اور فکر نہیں کرتا تھا اور دوسرے کا گناہ یہ تھا کہ چغلیاں لگاتا پھرتا تھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کی ایک تر شاخ لی اور اس کو بیچ سے چیر کر دو ٹکڑے کیے پھر ہر ایک کی قبر پر ایک ٹکڑا گاڑ دیا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ آپ نے کس مقصد سے کیا؟ آپ نے فرمایا امید ہے کہ جس وقت تک شاخ کے یہ ٹکڑے بالکل خشک نہ ہو جائیں ان دونوں کے عذاب میں تخفیف کر دی جائے۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

تشریح: اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو آدمیوں کے عذاب کا سبب ان کے دو معمولی گناہوں کو بتایا ہے ایک کے متعلق بتایا کہ وہ چغلی کرتا تھا جو ایک سنگین اخلاقی جرم ہے اور قرآن مجید میں بھی ایک جگہ اس کا ذکر ایک کافرانہ خصلت یا منافقانہ عادت کے طور پر کیا گیا ہے۔ اور کتب قدیمہ کے بہت بڑے عالم کعب احبار سے مروی ہے کہ تورات میں چغلخوری کو سب سے بڑا گناہ بتایا گیا ہے۔ اور دوسرے کے عذاب کا سبب آپ نے یہ بتایا کہ وہ پیشاب کی گندگی سے بچاؤ اور پاک صاف رہنے میں بے احتیاطی کرتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ پیشاب کی گندگی سے (اور اسی طرح دوسری ناپاکیوں سے) بچنا یعنی اپنے جسم اور اپنے کپڑوں کو محفوظ رکھنے کی کوشش کرنا اللہ تعالیٰ کے اہم احکامات میں سے ہے اور اس میں کوتاہی اور بے احتیاطی ایسا گناہ ہے کہ جس کی سزا آدمی کو قبر میں بھگتنی پڑے گی۔

آگے حدیث میں جو یہ ذکر ہے کہ آپ نے کھجور کی ایک تر شاخ منگوائی۔ اور بیچ میں سے اس کے دو ٹکڑے کر کے ایک ایک ٹکڑا ان دونوں کی قبر پر گاڑ دیا۔ اور بعض صحابہ نے جب اس کی بابت دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ "مجھے امید ہے کہ جب تک ان ٹکڑوں میں کچھ تری رہے گی اس وقت تک کے لئے ان کے عذاب میں تخفیف کر دی جائے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل اور ارشاد کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ سے ان مردوں کے لئے تخفیف عذاب کے لئے دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی

اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح ایک ہری شاخ کے دو حصے کر کے ان قبروں پر ایک ایک گاڑھ دیجئے۔ جب تک اس میں تری رہے گی اس وقت تک کے لئے ان کے عذاب میں تخفیف کر دی جائے گی۔ صحیح مسلم کے آخر میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک طویل حدیث ہے اس میں بھی دو قبروں کے عذاب کا ذکر ہے اور وہ دوسرا واقعہ ہے وہاں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ حکم دیا کہ جاؤ ان درختوں میں سے دو شاخیں کاٹ کے فلاں جگہ ڈال آؤ! حضرت جابر فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کی اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی بابت میں نے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہاں دو قبریں ہیں جن پر عذاب ہو رہا ہے میں نے اللہ تعالیٰ سے تخفیف عذاب کی دعا کی تھی اللہ تعالیٰ نے اتنی بات قبول فرمائی کہ جب تک یہ شاخیں تر رہیں گی ان کے عذاب میں تخفیف رہے گی۔ بہر حال حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے یہ بات صراحۃً معلوم ہوگئی کہ ہری شاخوں کو یا ان کی تری کو عذاب کی تخفیف میں کوئی دخل نہیں تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بات فرمائی گئی تھی کہ آپ کی دعا کی وجہ سے ہم اتنی مدت کے لئے عذاب میں تخفیف کر دیں گے۔ پس اصل چیز تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی بناء پر ایک خاص مدت کے لئے تخفیف کا فیصلہ۔

اس حدیث کا خاص سبق اور اس کی خاص ہدایت یہ ہے کہ پیشاب وغیرہ کی نجاست سے اپنے کو محفوظ رکھنے کی پوری کوشش اور فکر کی جائے اور جسم اور کپڑوں کے پاک صاف رکھنے کا اہتمام کیا جائے اور چغل خوری جیسی منافقانہ اور مفسدانہ عادت سے خوب بچا جائے ورنہ ان دونوں باتوں میں کوتاہی اور بے احتیاطی کا خمیازہ بھگتنا ہوگا۔ اللھم احفظنا۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمایئے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمایئے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمایئے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اس کو صحیح انداز میں محبت و حکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین

قضاءِ حاجت اور استنجاء سے متعلق ہدایات

عَنْ سَلْمَانَ قَالَ قِيْلَ لَهُ قَدْ عَلَّمَكُمْ نَبِيُّكُمْ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) كُلَّ شَيْءٍ حَتَّى الْخِرَاءَةَ قَالَ فَقَالَ أَجَلْ لَقَدْ نَهَانَا أَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ لِغَائِطٍ أَوْ بَوْلٍ أَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِالْيَمِيْنِ أَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِأَقَلَّ مِنْ ثَلٰثَةِ أَحْجَارٍ أَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِرَجِيْعٍ أَوْ بِعَظْمٍ۔

ترجمہ: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان فرماتے ہیں کہ (بعض مشرکوں کی طرف سے تمسخر اور طنز کے طور پر) ان سے کہا گیا کہ تمہارے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تو تم لوگوں کو ساری ہی باتیں سکھائی ہیں۔ یہاں تک کہ پاخانہ پھرنے کا طریقہ بھی! حضرت سلمان نے ان سے کہا ہاں بیشک (انہوں نے ہم کو سب ہی کچھ سکھایا ہے اور استنجے سے متعلق بھی ضروری ہدایتیں دی ہیں۔ چنانچہ) انہوں نے ہم کو اس سے منع فرمایا ہے کہ پاخانہ یا پیشاب کے وقت ہم قبلہ کی طرف رخ کریں۔ یا یہ کہ ہم داہنے ہاتھ سے استنجا کریں یا یہ کہ ہم استنجے میں تین پتھروں سے کم استعمال کریں یا یہ کہ ہم استنجا کریں (اونٹ گھوڑے یا بیل وغیرہ) کسی چوپائے کے فضلے یا ہڈی سے۔ (صحیح مسلم)

تشریح: جس طرح کھانا پینا انسان کی بنیادی ضرورتوں میں سے ہے اسی طرح پاخانہ پیشاب بھی ہر انسان کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ اس لیے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح زندگی کے دوسرے کاموں اور شعبوں میں ہدایات دی ہیں اسی طرح پاخانہ و پیشاب اور طہارت و استنجے کے بارے میں بھی بتایا ہے کہ یہ مناسب ہے اور یہ نامناسب یہ درست ہے اور یہ نادرست

مندرجہ بالا حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ہدایات اس بارے میں دی ہیں وہ چار ہیں۔

(۱)... ایک یہ کہ پاخانہ کے لئے اس طرح بیٹھا جائے کہ قبلے کی طرف نہ منہ ہو نہ پیٹھ۔ یہ قبلے کے ادب و احترام کا تقاضا ہے۔ ہر مہذب آدمی جس کو لطیف اور روحانی حقیقتوں کا کچھ شعور و احساس ہو، پیشاب یا پاخانے کے وقت کسی مقدس اور محترم چیز کی طرف منہ یا پیٹھ کرکے بیٹھنا بے ادبی اور گنوارپن سمجھتا ہے۔

(۲)... دوسری ہدایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دی کہ داہنا ہاتھ جو عام طور پر کھانے پینے، لکھنے پڑھنے وغیرہ سارے کاموں میں استعمال ہوتا ہے اور جس کو ہمارے پیدا کرنے والے نے پیدائشی طور پر بائیں ہاتھ کے مقابلے میں زیادہ صلاحیت اور خاص فوقیت بخشی ہے اس کو استنجے کی گندگی کی صفائی کے لئے استعمال نہ کیا جائے۔ یہ بات بھی ایسی ہے کہ ہر مہذب آدمی جس کو انسانی شرف کا کچھ شعور و احساس ہے اپنے بچوں کو یہ بات سکھانی ضروری سمجھتا ہے۔

(۳)... تیسری ہدایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دی ہے کہ استنجے میں صفائی کے لئے کم سے کم تین پتھر استعمال کرنے چاہئیں۔ کیونکہ عام حالات میں یہی ہے کہ تین سے کم میں پوری صفائی نہیں ہوتی۔ پس اگر کوئی شخص محسوس کرے کہ اس کو صفائی کیلئے تین سے زیادہ پتھروں یا ڈھیلوں کے استعمال کرنے کی ضرورت ہے تو اپنی ضرورت کے مطابق زیادہ استعمال کرے۔ اور اسی طرح ہر کسی پاک چیز سے یہ کام لیا جاسکتا ہے جس سے

صفائی کا مقصد حاصل ہو سکتا ہو اور اس کا استعمال اس کام کے لئے نامناسب بھی نہ ہو۔

(۴) ... چوتھی ہدایت آپ نے اس سلسلے میں یہ دی کہ کسی جانور کی گری پڑی ہڈی سے اور اسی طرح کسی جانور کے خشک نکلے سے یعنی لید وغیرہ سے استنجا نہ کیا جائے کیونکہ زمانہ جاہلیت میں عرب کے بعض لوگ ان چیزوں سے بھی استنجا کر لیا کرتے تھے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحتاً اس سے منع فرما دیا۔ اور ظاہر ہے کہ ایسی چیزوں سے استنجا کرنا سلیم فطرت اور صاحب تمیز آدمی کے نزدیک بڑے گنوار پن کی بات ہے۔

حضرت ابو ایوب انصاری اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب آپ کو قضائے حاجت کے لئے باہر جانا ہوتا تو اتنی دور اور ایسی جگہ تشریف لے جاتے کہ کسی کی نظر آپ پر نہ پڑ سکتی۔ (سنن ابی داؤد)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا آپ کو پیشاب کا تقاضا ہوا تو آپ ایک دیوار کے نیچے نرم اور نشیبی زمین کی طرف گئے اور وہاں پیشاب سے فارغ ہوئے۔ آپ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو پیشاب کرنا ہو تو اس کے لئے مناسب جگہ تلاش کرے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ پیشاب کے لئے ایسی جگہ تلاش کر کے بیٹھنا چاہئے جہاں پردہ بھی ہو اور اپنے اوپر چھینٹے پڑنے کا خطرہ نہ ہو اور رخ بھی غلط نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کی بیشمار رحمتیں اس کے اس پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر جس نے امت کو پیشاب پاخانے تک کے آداب سکھائے۔

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی کہ تم میں سے کوئی ہرگز ایسا نہ کرے کہ اپنے غسل خانے میں پہلے پیشاب کرے پھر اس میں غسل یا وضو کرے کیونکہ اکثر وسوسے اسی سے پیدا ہوتے ہیں۔ (ابو داؤد)

تشریح: ... مطلب یہ کہ ایسا کرنا بہت ہی غلط اور بڑی بدتمیزی کی بات ہے کہ آدمی اپنے غسل کرنے کی جگہ میں پہلے پیشاب کرے اور پھر وہیں غسل یا وضو کرے۔ ایسا کرنے کا ایک برا نتیجہ یہ ہے کہ اس سے پیشاب کی چھینٹوں کے وسوسے پیدا ہوتے ہیں۔ اس آخری جملے سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا تعلق اسی صورت سے ہے کہ جب غسل خانہ میں پیشاب کے بعد غسل یا وضو کرنے سے ناپاک جگہ کی چھینٹوں کے اپنے اوپر پڑنے کا اندیشہ ہو ورنہ اگر غسل خانہ کی بناوٹ ایسی ہے کہ اس میں پیشاب کے لئے الگ جگہ بنی ہوئی ہے یا اس کا فرش ایسا بنایا گیا ہے کہ پیشاب کرنے کے بعد پانی بہا دینے سے اس کی پوری صفائی اور طہارت ہو جاتی ہے تو پھر اس کا حکم یہ نہیں ہے۔

یا اللہ! ہمیں اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح قدر کرنے اور آپ کی تعلیمات کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمایئے۔

یا اللہ! اپنے مشفق و محسن نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بے شمار رحمتیں نازل فرمایئے۔ جنہوں نے اپنی امت کو پیشاب پاخانے تک کے آداب تعلیم فرما دیئے۔

قضاء حاجت کے آداب اور دعائیں

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا یَتَنَاجَی اثْنَانِ عَلٰی غَائِطِهِمَا یَنْظُرُ کُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا اِلٰی عَوْرَةِ صَاحِبِهٖ فَاِنَّ اللّٰهَ یَمْقُتُ عَلٰی ذٰلِکَ.

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دو آدمی قضاء حاجت کرتے ہوئے آپس میں باتیں نہ کریں کہ دونوں ایک دوسرے کے ستر کو دیکھ رہے ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ اس بات پر ناراض ہوتا ہے۔

(ابو داؤد، ابن ماجہ، احمد، ترجمہ)

تشریح: اس حدیث میں یہ بیان فرمایا گیا کہ یہ بڑی بے تہذیبی کی بات ہے کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کے سامنے بے پردہ ہو کر رفع حاجت کرے اور حد درجہ بے غیرتی یہ کہ آپس میں بات چیت بھی کرتے جا رہے ہوں یہ دونوں باتیں الگ الگ بھی معیوب ہیں لیکن اگر دونوں جمع ہو جائیں تو گناہ بہت بڑھ جاتا ہے۔ یہ چیز عام طور پر دیہات کے نا سمجھ مردوں اور عورتوں میں زیادہ تر پائی جاتی ہے۔ اس لئے ان کو اس سے باخبر کرنے کی ضرورت ہے۔

قضا حاجت کے مقام پر جانے کی دعا

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حاجت کے ان مقامات میں خبیث مخلوق شیاطین وغیرہ رہتے ہیں تو اگر تم میں سے کوئی جب بیت الخلاء جائے تو چاہئے کہ پہلے یہ دعا کرے۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ

یعنی کہ میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں خبیثوں سے اور خبیثنیوں سے۔

(سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ)

تشریح: ... جس طرح فرشتوں کو طہارت و نظافت اور ذکر و عبادت کے مقامات سے خاص مناسبت ہے اور وہی ان کا جی لگتا ہے اسی طرح شیاطین جیسی خبیث مخلوقات کو گندگیوں سے اور گندے مقامات سے خاص مناسبت ہے اور وہی ان کے مراکز اور دلچسپی کے مقامات ہیں۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو یہ تعلیم دی کہ قضائے حاجت کی مجبوری سے جب کسی کو ان گندے مقامات میں جانا ہو تو پہلے وہاں رہنے والے خبیثوں اور خبیثنیوں کے شر سے اللہ سے پناہ مانگے اس کے بعد وہاں قدم رکھے۔ ہم عوام کا حال یہ ہے کہ نہ ذکر و عبادت کے مقامات میں ہم فرشتوں کی آمد اور ان کا نزول محسوس کرتے ہیں اور نہ گندے مقامات پر ہمیں شیاطین کے وجود کا احساس ہوتا ہے لیکن صادق و مصدوق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی ہے اور اللہ کے بعض بندے اس کے خاص فضل سے ان حقیقتوں کو کبھی کبھی خود بھی محسوس کرتے ہیں اور اس سے ان کے ایمان میں بڑی ترقی ہوتی ہے۔

قضا حاجت سے فارغت کے بعد کی دعا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب آپ حاجت سے فارغ ہو کر بیت الخلاء سے باہر آتے تو اللہ سے عرض کرتے

"غُفْرَانَکَ"

(اے اللہ تیری پوری مغفرت کا طالب و سائل ہوں)

(ترمذی، سنن ابن ماجہ)

تشریح: ... قضا حاجت سے فارغ ہونے کے بعد آپ کی اس مغفرت طلبی کی متعدد وجوہات بیان کی گئی ہیں ان میں سب

سے زیادہ لطیف اور دل کو لگنے والی توجیہ یہ ہے کہ انسان کے پیٹ میں جو گندہ فضلہ ہوتا ہے وہ ہر انسان کے لئے ایک قسم کا انقباض اور گرانی کا باعث ہوتا ہے اور اگر وقت پر خارج نہ ہو تو اس سے طرح طرح کی تکلیفیں اور بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور اگر طبعی تقاضے کے مطابق پوری طرح خارج ہو جائے تو آدمی ایک ہلکا پن اور ایک خاص قسم کا انشراح محسوس کرتا ہے اور اس کا تجربہ ہر انسان کو ہوتا ہے۔ اسی طرح سمجھنا چاہئے کہ صحیح احساس رکھنے والے عارفین کے لئے بالکل یہی حال گناہوں کا ہے وہ ہر طبعی انقباض اور دنیا کے ہر اندرونی اور بیرونی بوجھ اور ہر گرانی سے زیادہ گناہوں کے بوجھ اور ان کی گرانی اور اذیت کو محسوس کرتے ہیں اور گناہوں کے بارے اپنی پیٹھ کے ہلکا ہونے کی فکر ان کو بالکل ویسی ہی ہوتی ہے جیسی کہ ہم جیسے عام انسانوں کو پیٹ اور آنتوں سے گندے فضلے کے خارج ہونے کی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اس بشری تقاضے سے فارغ ہوتے اور انسانی فطرت کے مطابق طبیعت ہلکی ہوتی تو مذکورہ بالا احساس کے مطابق اللہ تعالیٰ سے دعا فرماتے کہ جس طرح تو نے اس گندے فضلے کو میرے جسم سے خارج کر کے میری طبیعت کو ہلکا کر دیا اور مجھے راحت و عافیت عطا فرمائی اسی طرح میرے گناہوں کی پوری پوری مغفرت فرما کر میری روح کو پاک صاف اور گناہوں کے بوجھ سے میری پیٹھ کو ہلکا کر دے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قضاء حاجت سے فارغ ہو کر بیت الخلاء سے باہر تشریف لاتے تو کہتے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ

(اس اللہ کے لئے حمد و شکر جس نے مجھ سے گندگی دور فرمائی اور مجھے عافیت بخشی) (سنن نسائی)

تشریح:　حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اوپر والی حدیث سے معلوم ہوا تھا کہ آپ بیت الخلاء سے باہر آ کر "غفرانک" کہتے تھے اور حضرت ابوذر غفاری کی اس حدیث سے یہ دوسری دعا معلوم ہوئی۔ واقعہ یہ ہے کہ مضمون کے لحاظ سے یہ دونوں دعائیں موقع کے بہت مناسب اور برمحل ہیں۔ اس لئے خیال یہ ہے کہ کبھی آپ یہ کہتے ہوں گے اور کبھی وہ۔ واللہ اعلم۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمائیے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اس کو صحیح انداز میں محبت و حکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

وضو اور اس کے فضائل و برکات

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ أَوِ الْمُؤْمِنُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ خَرَجَ مِنْ وَجْهِهِ كُلُّ خَطِيئَةٍ نَظَرَ إِلَيْهَا بِعَيْنَيْهِ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ فَإِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَ مِنْ يَدَيْهِ كُلُّ خَطِيئَةٍ كَانَ بَطَشَتْهَا يَدَاهُ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ فَإِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَ كُلُّ خَطِيئَةٍ مَشَتْهَا رِجْلَاهُ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ حَتَّى يَخْرُجَ نَقِيًّا مِنَ الذُّنُوبِ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی مسلم بندہ وضو کرتا ہے اور اس میں اپنے چہرہ کو دھوتا ہے اور اس پر پانی ڈالتا ہے تو پانی کے ساتھ اس کے چہرے سے وہ سارے گناہ نکل جاتے ہیں (اور گویا دھل جاتے ہیں) جو اس کی آنکھ سے ہوئے تھے اس کے بعد جب وہ اپنے ہاتھ دھوتا ہے تو وہ سارے گناہ اس کے ہاتھوں سے خارج ہو جاتے ہیں اور دھل جاتے ہیں جو اس کے ہاتھوں سے ہوئے اس کے بعد جب وہ اپنے پاؤں دھوتا ہے تو وہ سارے گناہ اس کے پاؤں سے خارج ہو جاتے ہیں جو اس کے پاؤں سے ہوئے اور جن کے لئے اس کے پاؤں استعمال ہوئے یہاں تک کہ وضو سے فارغ ہونے کے ساتھ وہ گناہوں سے بالکل پاک صاف ہو جاتا ہے۔ (صحیح مسلم)

تشریح: ... یہاں چند باتیں وضاحت طلب ہیں:۔

(۱) ... مندرجہ بالا حدیث میں وضو کے پانی کے ساتھ گناہوں کے جسم سے نکل جانے اور دھل جانے کا ذکر ہے حالانکہ گناہ میل کچیل اور ظاہری نجاست جیسی کوئی چیز نہیں ہے جو پانی کے ساتھ نکل جائے اور دھل جائے۔ بعض شارحین حدیث نے اس کی توجیہ میں کہا ہے کہ گناہوں کے نکل جانے کا مطلب صرف معافی اور بخشش ہے۔ اور بعض دوسرے حضرات نے فرمایا ہے کہ بندہ جو گناہ جس عضو سے کرتا ہے اس کا ظلماتی اثر اور اس کی نحوست پہلے اس عضو میں اور پھر اس شخص کے دل میں قائم ہو جاتی ہے پھر جب اپنے کو پاک کرنے کے لئے وہ بندہ حسن آداب کے مطابق وضو کرتا ہے تو جس جس عضو سے اس نے گناہ کئے ہوتے ہیں اور گناہوں کے جو گندے اثرات اور جو ظلمتیں اس کے اعضاء اور اس کے قلب میں قائم ہو چکی ہوتی ہیں وضو کے پانی کے ساتھ وہ سب دھل جاتی ہیں اور زائل ہو جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی معافی اور مغفرت بھی ہو جاتی ہے۔

(۲) ... اس حدیث میں چہرہ کے دھونے کے ساتھ صرف آنکھوں کے گناہوں کے دھل جانے اور نکل جانے کا ذکر فرمایا گیا ہے حالانکہ چہرہ میں آنکھوں کے علاوہ ناک اور زبان اور منہ بھی ہیں اور بعض گناہوں کا تعلق انہی سے ہوتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اعضاء وضو کا استیعاب نہیں فرمایا ہے بطور تمثیل کے صرف آنکھوں اور ہاتھوں پاؤں کا ذکر فرمایا ہے اسی مضمون کی ایک دوسری حدیث میں اس سے زیادہ تفصیل ہے اس میں کلی اور ناک کے پانی کے ساتھ زبان اور منہ اور ناک کے گناہوں کے نکل جانے اور دھل جانے کا اور اسی طرح کانوں کے مسح کے ساتھ کانوں سے گناہوں کے نکل جانے کا بھی ذکر ہے۔

(۳) ... نیک اعمال کی یہ تاثیر ہے کہ وہ گناہوں کو مٹاتے اور ان کے داغ دھبوں کو دھو ڈالتے ہیں قرآن مجید میں بھی مذکور ہے ارشاد فرمایا گیا ہے۔

"إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ" (ھود۱۱:۱۱۴)

یعنی نیک اعمال گناہوں کو مٹا دیتے ہیں۔ ۔ ۔ اور احادیث میں خاص خاص اعمالِ حسنہ کا نام لے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تفصیل سے بیان فرمایا ہے کہ فلاں نیک عمل گناہوں کو مٹا دیتا ہے فلاں نیک عمل گناہوں کو معاف کرا دیتا ہے فلاں نیک عمل گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے ان میں سے بعض حدیثوں میں حضور نے یہ تصریح بھی فرمائی ہے کہ ان نیک اعمال کی برکت سے صرف چھوٹے گناہ معاف ہوتے ہیں اسی بناء پر اہلِ حق اہل السنۃ اس کے قائل ہیں کہ اعمالِ حسنہ سے صرف چھوٹے گناہوں ہی کی معافی ہوتی ہے قرآن مجید میں بھی فرمایا گیا ہے:

إِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ
(النساء ۳۱)

اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے بچتے رہو گے تو تمہاری (معمولی) برائیاں اور غلطیاں ہم تم سے دفع کر دیں گے۔

الغرض حدیث میں وضو کی برکت سے جن گناہوں کے نکل جانے اور دھل جانے کا ذکر ہے ان سے مراد چھوٹے گناہ ہی ہیں بڑے گناہوں کا معاملہ بہت سنگین ہے ان کا زہر کا تریاق صرف توبہ ہی ہے۔

وضو گناہوں کی صفائی اور معافی کا ذریعہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے وضو کیا اور (بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق) خوب اچھی طرح وضو کیا تو اس کے سارے گناہ نکل جائیں گے یہاں تک کہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے بھی۔ (صحیح بخاری صحیح مسلم)

تشریح۔۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و ہدایت کے مطابق باطنی پاکیزگی حاصل کرنے کے لئے آداب و سنن وغیرہ کی رعایت کے ساتھ اچھی طرح وضو کرے گا تو اس سے صرف اعضائے وضو کی میل کچیل اور ناپاکی زائل یا ظاہری ناپاکی ہی دور نہ ہو گی بلکہ اس کی برکت سے اس کے سارے جسم کے گناہوں کی ناپاکی بھی نکل جائے گی اور وہ شخص ناپاکی سے پاک ہونے کے علاوہ گناہوں سے بھی پاک صاف ہو جائے گا۔

وضو کے فضائل و برکات

جن سلیم الفطرت انسانوں کی روحانیت بہیمیت سے مغلوب نہیں ہوئی ہے وہ ناپاکی کی حالت میں۔۔۔ تو اپنے باطن میں وہ ایک گونہ ظلمت و کدورت اور ایک طرح کی گندگی محسوس کرتے ہیں۔ (اور اصل ناپاکی یہی کیفیت ہے) اور شریعتِ اسلامی نے اس کے ازالہ کے لئے وضو مقرر فرمایا ہے۔

وضو کے لفظی معنی "صفائی ستھرائی" کے ہیں اور شریعت کی زبان میں چہرہ دونوں ہاتھ دونوں قدم دھونے اور چوتھائی سر کا مسح کرنے کو وضو کہتے ہیں۔

حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ایک بات سمجھ میں آتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے کہ وضو سے گناہ دھلتے ہیں تو عجب نہیں کہ انشراح اور نور جو وضو کے بعد ہر مومن کو محسوس ہوتا ہے یہ اسی کا اثر ہے۔

چنانچہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب آدمی غسل یا وضو کرتا ہے تو باطن میں ایک نیا انشراح اور شگفتگی پاتا ہے جو پہلے نہیں تھی۔ ایک دن ایسا کر لو کہ پانچوں نمازیں تازہ وضو کر کے پڑھو اور ایک دن ایسا ہو کہ ایک وضو سے سب نمازیں پڑھی ہوں تو پہلے دن میں زیادہ نور انشراح اور شگفتگی پاؤ گے اور دوسرے دن ایک قسم کی تنگی اور بے نوری کی محسوس کرو گے۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔ یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اس کو صحیح انداز میں محبت و حکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

وضو کا انعام

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ يَتَوَضَّأُ فَيُبْلِغُ أَوْ فَيُسْبِغُ الْوَضُوْءَ ثُمَّ يَقُوْلُ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ إِلَّا فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةُ يَدْخُلُهَا مِنْ أَيِّهَا شَاءَ

ترجمہ: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک سلسلہ کلام میں) فرمایا جو کوئی تم میں سے وضو کرے (اور پورے آداب کے ساتھ خوب اچھی طرح) اور مکمل وضو کرے پھر وضو کے بعد کہے "أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ" تو لازمی طور پر اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جائیں گے وہ جس دروازے سے بھی چاہے گا جنت میں جا سکے گا۔ (صحیح مسلم)

تشریح: ... وضو کرنے سے بظاہر صرف اعضاء وضو کی صفائی ہوتی ہے اس لئے مومن بندہ وضو کرنے کے بعد محسوس کرتا ہے کہ میں نے حکم کی تعمیل میں اعضاء وضو تو دھو لئے اور ظاہری طہارت اور صفائی کر لی لیکن اصل گندگی تو میرے ان کی کمزوری اخلاص کی اور اعمال کی خرابی کی گندگی ہے اس احساس کے تحت وہ کلمہ شہادت پڑھ کے ایمان کی تجدید اور اللہ تعالیٰ کی خالص بندگی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری پیروی کا گویا نئے سرے سے عہد کرتا ہے اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی کامل مغفرت کا فیصلہ ہو جاتا ہے اور جیسا کہ حدیث میں فرمایا گیا ہے اس کے لئے جنت کے سارے دروازے کھل جاتے ہیں۔

مراتب اور درجات کے اعتبار سے جنت کے آٹھ حصے ہیں چنانچہ اس حدیث میں "آٹھوں دروازوں" کا جو ذکر کیا گیا ہے ان سے حقیقۃً دروازے مراد نہیں بلکہ ان آٹھ حصوں کو ایک ہی اخذ دیا ہے اور ہر ایک کو دروازے سے تعبیر کیا ہے کبھی ایک کو بھی بہشت کہتے ہیں اسی حساب سے "ہشت بہشت" بولتے ہیں۔

اسی حدیث کی ترمذی کی روایت میں اس کلمہ شہادت کے بعد "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ" کا بھی اضافہ ہے۔

قیامت میں اعضاء وضو کی نورانیت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے امتی قیامت کے دن بلائے جائیں گے تو وضو کے اثر سے ان کے چہرے ہاتھ اور پاؤں روشن اور منور ہوں گے۔ پس تم میں سے جو کوئی بڑھا سکے وہ روشنی اور نورانیت بڑھا سکے اور مکمل کر سکے تو ایسا ضرور کرے۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

تشریح: ... وضو کا اثر اس دنیا میں تو یہ ہی ہوتا ہے کہ چہرے اور ہاتھ پاؤں کی دھلائی صفائی ہو جاتی ہے اور اہل ذوق اور معرفت کو ایک خاص قسم کی روحانی نشاط و انبساط کی کیفیت بھی حاصل ہوتی ہے۔ لیکن جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں فرمایا ہے۔ قیامت میں وضو کا ایک مبارک اثر یہ بھی ظاہر ہوگا کہ وضو کرنے والے آپ کے امتیوں کے چہرے اور ہاتھ پاؤں وہاں روشن اور تاباں ہوں گے اور یہ ان کا امتیازی نشان ہوگا۔ پھر جس کا وضو جتنا کامل و مکمل ہوگا اس کی یہ نورانیت اور تابانی اسی درجہ کی ہوگی اسی لئے حدیث کے آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس سے ہو سکے وہ اپنی اس نورانیت کو مکمل کرنے کی امکانی کوشش کرتا رہے جس

کی صورت یہی ہے کہ وضو ہمیشہ فکر اور اہتمام کے ساتھ مکمل کیا کرے اور آداب کی پوری نگہداشت کرے۔

وضو کا اہتمام کمال ایمان کی نشانی

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ٹھیک ٹھیک چلو صراط مستقیم پر قائم رہو۔ لیکن چونکہ یہ استقامت بہت مشکل ہے اس لئے تم اس پر پورا قابو ہرگز نہ پاسکو گے (لہٰذا ہمیشہ اپنے کو قصور وار اور خطا کار بھی سمجھتے رہو) اور اچھی طرح جان لو کہ تمہارے سارے اعمال میں سب سے بہتر عمل نماز ہے (اس لئے اس کا سب سے زیادہ اہتمام کرو) اور وضو کی پوری پوری نگہداشت بس بندۂ مومن ہی کرسکتا ہے (موطا امام مالک، مسند احمد، سنن ابن ماجہ، سنن دارمی)

تشریح ..... وضو کی محافظت و نگہداشت کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہمیشہ سنت کے مطابق اور آداب کی رعایت کے ساتھ کامل وضو کیا جائے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بندہ برابر باوضو رہے۔ شارحین نے یہ دونوں ہی مطلب بیان کئے ہیں اور محافظت کا لفظ ان دونوں ہی باتوں پر حاوی ہے۔ بہرحال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں وضو کو کمال ایمان کی نشانی اور اہل ایمان و یقین کا عمل بتایا ہے۔

ناقص وضو کے بُرے اثرات

شبیب بن ابی روح نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فجر کی نماز پڑھی اور اس میں آپ نے سورۂ روم شروع کی تو آپ کو اس میں اشتباہ ہوگیا اور خلل پڑ گیا۔ جب آپ نماز پڑھ چکے تو فرمایا بعض لوگوں کی یہ کیا حالت ہے کہ ہمارے ساتھ نماز میں شریک ہوتے ہیں اور طہارت (وضو وغیرہ) اچھی طرح نہیں کرتے، بس یہی لوگ ہمارے قرآن پڑھنے میں خلل ڈالتے ہیں۔ (سنن نسائی)

تشریح ..... معلوم ہوا کہ وضو وغیرہ طہارت اچھی طرح نہ کرنے کے بُرے اثرات دوسروں کے صاف قلوب پر بھی پڑتے ہیں اور اتنے پڑتے ہیں کہ ان کی وجہ سے قرآن مجید کی قرات میں گڑبڑ ہو جاتی ہے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک دوسرے لوگوں کی اس طرح کی کوتاہیوں سے اتنا متاثر ہوتا تھا تو پھر ہم عوام کس شمار و قطار میں ہیں لیکن چونکہ ہمارے قلوب پر زنگ کی تہہ کی تہہ جم گئی ہیں اس لئے ہم کو ان چیزوں کا احساس نہیں ہوتا۔ اس حدیث سے بڑی وضاحت کے ساتھ یہ بات معلوم ہوگی کہ انسانوں کے دلوں پر ساتھ والوں کی اچھی یا بری کیفیت کا کس قدر اثر پڑتا ہے۔ اس حقیقت کو اہل دل صوفیاء کرام نے خوب سمجھا ہے۔

وضو کی حکمت

حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں۔

وضو انسان کو ظاہری و باطنی گناہوں اور غفلت ترک کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔ اگر نماز بغیر وضو کے پڑھنی جائز ہوتی تو انسان اسی طرح پردۂ غفلت میں سرشار رہتا اور غافلانہ نماز میں داخل ہو جاتا انسان دنیاوی ہموم و مشاغل میں پڑ کر نشے آدمی کی طرح ہو جاتا ہے لہٰذا اس نشۂ غفلت کو دور کرنے کے لئے وضو مقرر ہوا تاکہ انسان باخبر اور باحضور ہو کر خدا کے آگے کھڑا ہو۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔ یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اس کو صحیح انداز میں محبت و حکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

وضو سے متعلق ضروری احکام

گذشتہ اسباق میں طہارت کے سلسلہ میں وضو کے فضائل و برکات احادیث کی روشنی میں بیان ہو چکے ہیں اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ مکمل وضو کا اہتمام تکمیل ایمان میں سے ہے اور ناقص وضو سے نماز میں خلل واقع ہوتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ وضو کو مکمل سیکھ لیا جائے اور ہر قسم کے نقص سے بچنے کی کوشش کی جائے۔ اس سلسلہ میں وضو کے متعلق ضروری شرعی احکام بتائے جاتے ہیں۔

وضو کے فرائض

۱۔ تمام چہرے کا دھونا۔

۲۔ ہاتھوں کا کہنیوں تک دھونا۔

۳۔ چوتھائی سر کا مسح کرنا۔

۴۔ پاؤں کا ٹخنوں تک دھونا۔

وضو میں پورے چہرے کا دھونا فرض ہے۔ اور اسی میں داڑھی بھی شامل ہے۔

وضو کی سنتیں

۱۔ ہاتھوں کا پہنچوں تک دھونا۔

۲۔ ابتدائے وضو میں بسم اللہ کہنا۔

۳۔ مسواک کرنا۔

۴۔ کلی کرنا۔

۵۔ ناک میں پانی دینا۔

۶۔ داڑھی اور انگلیوں کا خلال کرنا۔

۷۔ ہر عضو کو تین بار دھونا۔

۸۔ نیت کرنا۔

۹۔ اسی ترتیب سے وضو کرنا جس ترتیب سے قرآن میں مذکور ہے۔

۱۰۔ تمام سر کا مسح کرنا۔

۱۱۔ اعضاء وضو کو لگاتار دھونا۔

۱۲۔ سر کے پانی کے ساتھ ہی کانوں کا مسح کرنا (یعنی ہاتھ پر پانی ڈال کر جب سر پر مسح کیا جائے تو اسی ہاتھ سے کانوں کا مسح کیا جائے کانوں کے مسح کے لئے الگ سے پانی کی ضرورت نہیں)

وضو کے مستحبات

۱۔ اعضاء وضو کو دھونے کے لئے دائیں طرف سے شروع کرنا (مثلاً پہلے دایاں ہاتھ دھویا جائے پھر بایاں)

۲۔ گردن کا مسح کرنا

۳۔ وضو کے لئے قبلہ رخ بیٹھنا

۴۔ اعضاء کا (دھوتے وقت) ہلکی بار ملنا

۵۔ غیر معذور کا وقت سے پہلے وضو کر لینا

۶۔ ڈھیلی انگوٹھی کو گھمانا پھرانا اسی طرح غسل میں (اور عورت کا بالی کو گھمانا پھرانا) لیکن اس کے بارہ میں اتنی بات یاد رکھ لینی چاہئے کہ اگر غسل اور وضو کے وقت ان چیزوں کے متعلق یہ خیال ہو کہ ان کے نیچے بدن پر پانی پہنچ رہا ہے تو پھر یہ عمل مستحب ہوگا اور اگر یہ معلوم ہو ان کے نیچے پانی نہیں پہنچتا تو

وضو کا طریقہ

عَنْ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ تَوَضَّأَ فَأَفْرَغَ عَلٰى يَدَيْهِ ثَلٰثًا ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلٰثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنٰى إِلَى الْمِرْفَقِ ثَلٰثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُسْرٰى إِلَى الْمِرْفَقِ ثَلٰثًا ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى ثَلٰثًا ثُمَّ الْيُسْرٰى ثَلٰثًا ثُمَّ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوْئِيْ هٰذَا ثُمَّ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ وُضُوْئِيْ هٰذَا ثُمَّ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ نَفْسَهُ فِيْهِمَا بِشَيْءٍ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک دن اس طرح وضو فرمایا کہ پہلے اپنے دونوں ہاتھوں پر تین دفعہ پانی ڈالا پھر کلی کی اور ناک میں پانی لے کر اس کو نکالا اور ناک کی صفائی کی پھر تین دفعہ اپنا پورا چہرہ دھویا۔ اس کے بعد داہنا ہاتھ کہنی تک تین دفعہ دھویا۔ پھر اسی طرح بایاں ہاتھ کہنی تک تین دفعہ دھویا اس کے بعد سر کا مسح کیا پھر داہنا پاؤں تین دفعہ دھویا پھر اسی طرح بایاں پاؤں تین دفعہ دھویا۔ (اس طرح پورا وضو کرنے کے بعد) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے بالکل میرے اس وضو کی طرح وضو فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ جس نے میرے وضو کے مطابق وضو کیا پھر دو رکعت نماز (دل کی پوری توجہ کے ساتھ) ایسی پڑھی جو حدیث نفس سے خالی رہی (یعنی دل میں ادھر ادھر کی باتیں نہیں سوچیں) تو اس کے پچھلے سارے گناہ معاف ہو گئے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

تشریح: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا جو طریقہ کر کے دکھایا ہے یہی وضو کا افضل اور مسنون طریقہ ہے ابتداء اس میں کلی اور پانی سے ناک کی صفائی سے متعلق نہیں بیان کیا گیا ہے کہ آپ نے کتنے دفعہ کیا۔ لیکن بعض دوسری روایتوں میں تین تین دفعہ کی وضاحت ہے۔

آگے حدیث میں جو دو رکعتیں خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھنے کا ذکر ہے ضروری نہیں کہ وہ نفل ہی ہوں بلکہ اگر کسی کو مسنون طریقہ پر وضو کرکے کوئی فرض یا سنت نماز بھی ایسی نصیب ہو گئی جو حدیث نفس سے یعنی ادھر ادھر کے خیالات سے خالی رہی تو ان شاء اللہ مغفرت اس کو بھی حاصل ہو گی۔

شارحین حدیث اور عارفین نے لکھا ہے کہ حدیث نفس یہ ہے کہ ادھر ادھر کا کوئی خیال ذہن میں آئے اور دل اس میں مشغول ہو جائے لیکن اگر کوئی خطرہ دل میں گزرے اور دل اس میں مشغول نہ ہو بلکہ اس کو ہٹانے اور دفع کرنے کی کوشش کرے تو وہ مضر نہیں ہے۔ اور یہ چیز کاملین کو بھی پیش آتی ہے۔

ابو حیہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا آپ نے وضو اس طرح فرمایا۔ پہلے اپنے دونوں ہاتھ اچھی طرح دھوئے یہاں تک کہ ان کو خوب اچھی طرح صاف کر دیا پھر تین دفعہ کلی کی پھر تین دفعہ پانی ناک میں لے کر اس کی

مقدار کی پھر چہرے اور دونوں ہاتھوں کو تین تین دفعہ دھویا' پھر سر کا مسح ایک دفعہ کیا' پھر دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھوئے' اس کے بعد آپ کھڑے ہوئے اور کھڑے ہی کھڑے آپ نے وضو کا بچا ہوا پانی لے کر پیا۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس طرح پورا وضو کر کے دکھانے کے بعد فرمایا۔ میں نے چاہا کہ تمہیں دکھاؤں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح وضو فرمایا کرتے تھے۔ (جامع ترمذی' سنن نسائی)

تشریح...... جیسا کہ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام طور پر سے وضو اسی طرح فرماتے تھے کہ دھونے والے اعضاء کو تین تین دفعہ دھوتے تھے اور سر پر مسح ایک ہی دفعہ فرماتے تھے۔ لیکن کبھی کبھی آپ نے ایسا بھی کیا ہے کہ دھوئے جانے والے اعضاء کو بھی صرف ایک ہی مرتبہ یا صرف دو ہی مرتبہ دھویا اور ایسا آپ نے یہ بتانے اور دکھانے کے لئے کیا کہ اس طرح بھی وضو ہو جاتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ کسی وقت پانی کی کمی کی وجہ سے آپ نے ایسا کیا ہو۔ واللہ اعلم۔

وضو میں پانی بغیر ضرورت نہ بہایا جائے

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ عنہ) وضو کر رہے تھے (اور اس میں پانی کے استعمال میں فضول خرچی سے کام لے رہے تھے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرے تو آپ نے ان سے فرمایا۔ سعد! یہ کیسا اسراف (فضول خرچی) ہے؟ (یعنی پانی بغیر ضرورت کیوں بہایا جا رہا ہے) انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا وضو کے پانی میں بھی اسراف ہوتا ہے؟ (یعنی کیا وضو میں پانی زیادہ خرچ کرنا بھی اسراف میں داخل ہے؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں یہ بھی اسراف میں داخل ہے اگرچہ تم کسی جاری نہر کے کنارے ہی پر کیوں نہ ہو۔ (مسند احمد' سنن ابن ماجہ)

تشریح... اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وضو کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ پانی کے استعمال میں احتیاط سے کام لیا جائے۔

مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہ اپنے وعظ میں فرماتے ہیں۔

آج میں ایک گناہ کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو ہمارے معاشرے میں بہت زیادہ پھیلا ہوا ہے اور اس کی طرف توجہ بہت کم ہے اور وہ گناہ "پانی کو ضائع کرنا" ہے یہ گناہ بھی بہت ہی زیادہ عام ہو گیا ہے۔ اور ساری دنیا میں پھیلا ہوا ہے خاص طور پر وضو کے دوران بہت زیادہ پانی ضائع کیا جاتا ہے اور پانی کا اسراف بلاشبہ ایک گناہ ہے اور اگر اس گناہ کی عادت پڑ گئی تو اور زیادہ سنگین ہو جاتا ہے اور اس وقت حالت یہ ہے کہ اس گناہ کی عام عادت بن گئی ہے۔

ہر وضو کے بعد ذکر اور نماز

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فجر کی نماز کے بعد بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا' تمہیں اپنے جس اسلامی عمل سے سب سے زیادہ امید خیر و ثواب ہو وہ مجھے بتلاؤ' کیونکہ میں نے تمہارے قدموں کی چاپ جنت میں اپنے آگے آگے سنی ہے (مطلب یہ ہے کہ رات میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت میں چل پھر رہا ہوں اور آگے آگے تمہارے قدموں کی آہٹ سن رہا ہوں تو میں دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ یہ تمہارے کس عمل کی برکت ہے لہٰذا تم مجھے اپنا وہ عمل بتاؤ جس سے تمہیں سب سے زیادہ ثواب اور رحمت کی امید ہو) بلال نے عرض کیا کہ مجھے اپنے اعمال میں

سب سے زیادہ امید اپنے اس عمل سے ہے کہ میں نے رات یا دن کے کسی وقت میں جب بھی وضو کیا ہے تو اس وضو سے میں نے نماز ضرور ہی پڑھی ہے، جتنی نماز کی بھی مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس وقت توفیق ملی۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

تشریح: اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے قدموں کی آہٹ جنت میں سننے کی جو اطلاع دی ہے یہ خواب کا واقعہ ہے، اس لئے یہ سوال پیدا ہی نہیں ہوتا کہ بلالؓ زندگی ہی میں جنت میں کس طرح پہنچ گئے البتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب میں حضرت بلال کو جنت میں دیکھنا اور اس کا بیان فرمانا اس بات کی قطعی شہادت ہے کہ حضرت بلالؓ جنتی ہیں بلکہ درجہ اول کے جنتیوں میں ہیں۔

اس حدیث کا خاص پیغام یہ ہے کہ بندہ اس کی عادت ڈالے کہ جب بھی وضو کرے اس کے حسب توفیق کچھ نماز ضرور پڑھے خواہ فرض ہو خواہ سنت خواہ نفل۔

علمی نکتہ

وضو میں پہلے ہاتھ دھونے، کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے بعد چہرہ دھونے کی باری آتی ہے جبکہ چہرہ دھونا فرض ہے تو فرض سے سنتوں کو مقدم کیا گیا۔ اس بارہ میں علماء کرام نے لکھا ہے کہ وضو کرنے والا آدمی جب ہاتھ دھوئے گا تو اس کو پانی کی رنگت معلوم ہو جائے گی جب کلی کرے گا تو ذائقے کا پتہ چل جائیگا۔ جب ناک میں پانی ڈالے گا تو بو کا پتہ چل جائے گا۔ جب تینوں طرح سے پانی کی پاکیزگی کا پتہ چل گیا تو شریعت نے چہرہ دھونے کا حکم دیا، کہ فرض کامل صورت میں ادا ہو جائے۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمایئے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمایئے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمایئے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اس کو صحیح انداز میں محبت و حکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین

مسواک کی اہمیت اور فضیلت

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اَلسِّوَاكُ مَطْهَرَةٌ لِّلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِّلرَّبِّ.

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "مسواک منہ کو بہت زیادہ پاک صاف کرنے والی اور اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ خوش کرنے والی چیز ہے۔" (مسند امام شافعی، مسند احمد، سنن دارمی، سنن نسائی)

تشریح: ...... کسی چیز میں حسن کے دو پہلو ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ وہ دنیاوی زندگی کے لحاظ سے فائدہ مند اور عام انسانوں کے نزدیک پسندیدہ ہو اور دوسرے یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبوب اور اجر اخروی کا وسیلہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں بتلایا ہے کہ مسواک میں یہ دونوں چیزیں ہیں۔ اس سے منہ کی صفائی ہوتی ہے گندے اور مضر مادے خارج ہو جاتے ہیں، منہ کی بدبو زائل ہو جاتی ہے یہ اس کے نقد دنیوی فوائد ہیں اور دوسرا اخروی اور ابدی نفع اس کا یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہونے کا بھی خاص ذریعہ ہے۔

طہارت و نظافت کے سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چیزوں پر خاص طور سے زور دیا ہے اور بڑی تاکید فرمائی ہے ان میں سے ایک مسواک بھی ہے۔ مسواک کے جو طبی فوائد ہیں اور بہت سے امراض سے اس کی وجہ سے جو تحفظ ہوتا ہے آج کل ہر صاحب شعور اس سے کچھ نہ کچھ واقف ہے لیکن دینی نقطۂ نگاہ سے اس کی اصل اہمیت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ راضی کرنے والا عمل ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ میری امت پر بہت مشقت پڑ جائے گی تو میں ان کو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حتمی حکم کرتا۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

تشریح: ...... مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں مسواک کی محبوبیت اور اس کے عظیم فوائد دیکھتے ہوئے میرا جی چاہتا ہے کہ اپنے ہر امتی کے لئے حکم جاری کردوں کہ وہ ہر نماز کے وقت مسواک ضرور کیا کرے لیکن ایسا حکم میں نے صرف اس خیال سے نہیں دیا کہ اس سے میری امت پر بہت بوجھ پڑ جائے گا اور ہر ایک کے لئے اس کی پابندی مشکل ہوگی۔ غور سے دیکھا جائے تو یہ بھی ترغیب و تاکید کا ایک موثر عنوان ہے۔

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ کے فرشتے جبرئیل جب بھی میرے پاس آئے ہر دفعہ انہوں نے مجھے مسواک کے لئے ضرور کہا، خطرہ ہے کہ (جبرئیل کی بار بار کی اس تاکید اور وصیت کی وجہ سے) میں اپنے منہ کے اگلے حصے کو مسواک کرتے کرتے گھسا نہ ڈالوں"۔ (مسند احمد)

تشریح: مسواک کے بارہ میں حضرت جبرئیل کی بار بار یہ تاکید اور وصیت دراصل اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے تھی اور اس کا خاص راز یہ تھا کہ حضور کو اللہ تعالیٰ سے خطاب اور مناجات میں ہر وقت مصروف رہنا تھا اور اللہ کا فرشتہ جس کے پاس بار بار آتا ہو اور اللہ کے کلام کی تلاوت اور اس کی طرف دعوت جس کا خاص وظیفہ ہو اس کے لئے خاص طور سے ضروری ہے کہ وہ مسواک کا بہت زیادہ اہتمام کرے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کا بہت اہتمام فرماتے تھے۔

مسواک کے خاص اوقات اور مواقع

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ دن یا رات میں جب بھی آپ سوتے تو اٹھنے کے بعد وضو کرنے سے پہلے مسواک ضرور فرماتے۔ (مسند احمد، سنن ابی داؤد)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب رات کو آپ تہجد کیلئے اٹھتے تو مسواک سے اپنے دہن مبارک کی خوب صفائی کرتے (اس کے بعد وضو فرماتے اور تہجد میں مشغول ہوجاتے)۔ (صحیح بخاری ومسلم)

شریح بن ہانی سے روایت ہے کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب باہر سے گھر تشریف لاتے تھے تو سب سے پہلے کیا کام کرتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ سب سے پہلے آپ مسواک فرماتے تھے۔ (صحیح مسلم)

تشریح ... ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نیند سے جاگنے کے بعد خاص کر رات کو تہجد کے لئے اٹھنے کے وقت پابندی اور اہتمام سے مسواک فرماتے تھے اس کے علاوہ باہر سے جب گھر میں تشریف لاتے تھے تو سب سے پہلے مسواک فرماتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ مسواک صرف وضو کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ سو کر اٹھنے کے بعد اور مسواک کئے زیادہ دیر گزر جانے کے بعد اگر وضو کرنا نہ بھی ہو جب بھی مسواک کر لینی چاہئے۔ ہمارے علمائے کرام نے ان ہی احادیث کی بناء پر لکھا ہے کہ مسواک کرنا یوں تو ہر وقت میں مستحب اور باعث اجر وثواب ہے لیکن درج ذیل پانچ موقعوں پر مسواک کی اہمیت زیادہ ہے۔ وضو میں نماز کے لئے کھڑے ہوتے وقت (اگر وضو اور نماز کے درمیان زیادہ وقت ہوگیا ہو) اور قرآن مجید کی تلاوت کے لئے اور سونے سے اٹھنے کے وقت اور منہ میں بدبو پیدا ہوجانے یا دانتوں کے رنگ میں تغیر آجانے کے وقت ان کی صفائی کے لئے۔

وضو کو اچھی طرح کرنے کا مطلب اور سنت کی برکات

وضو کو اچھی طرح سے کرنے کا حکم ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے آداب ومستحبات کی تحقیق کرکے ان کا اہتمام کرے مثلاً ایک سنت اس کی مسواک ہی ہے جس کی طرف عام طور پر بے توجہی ہے حالانکہ حدیث میں وارد ہے کہ مسواک کا اہتمام کیا کرو اس میں دس فائدے ہیں۔ (۱) منہ کو صاف کرتی ہے۔ (۲) اللہ کی رضا کا سبب ہے۔ (۳) شیطان کو غصہ دلاتی ہے۔ (۴) مسواک کرنیوالے کو اللہ تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں اور فرشتے محبوب رکھتے ہیں۔ (۵) مسوڑھوں کو قوت دیتی ہے۔ (۶) بلغم کو ختم کرتی ہے۔ (۷) منہ میں خوشبو پیدا کرتی ہے۔ (۸) صفرا کو دور کرتی ہے۔ (۹) نگاہ کو تیز کرتی ہے (۱۰) منہ کی بدبو کو زائل کرتی ہے اور ان سب کے علاوہ یہ ہے کہ ہمارے پیارے نبی کی سنت ہے۔ (اسوۂ رسول اکرم)

علماء نے لکھا ہے کہ مسواک کے اہتمام میں ستر فائدے ہیں ان میں ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ شہادت پڑھنا نصیب ہوتا ہے۔

مسواک کی حکمت

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جب کسی عالیشان دربار میں جانا ہو تو پہلے ظاہری شکل وشباہت کا سنوارنا اور دانتوں کو صاف کرنا بھی بڑا ضروری ہے کیونکہ بات چیت کرنے کے وقت دانتوں کی زردی اور میل نظر پڑنے سے سلیم الفطرت کو نفرت ہوتی ہے اور احکم الحاکمین سے بڑھ کر کس کا دربار عالیشان ہوسکتا ہے اسی وجہ سے نماز پڑھنے سے پہلے جیسے کہ دیگر گندگیوں اور میل کچیل صاف کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے ایسے ہی دانتوں کے میل اور منہ کی بدبو کو دور کرنا بھی مستحسن ہے یہی وجہ ہے کہ نماز سے پہلے مسواک کا استعمال کیا جاتا ہے۔ ان احکام پر عمل کرنے سے جسمانی فوائد کے علاوہ اخروی اجر وثواب بھی ملتا ہے۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔

مسواک کے اثرات وبرکات

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
تَفْضُلُ الصَّلٰوةُ الَّتِيْ يُسْتَاكُ لَهَا عَلَى الصَّلٰوةِ الَّتِيْ لَا يُسْتَاكُ لَهَا سَبْعِيْنَ ضِعْفًا

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ نماز جس کے لئے مسواک کی جائے اس نماز کے مقابلہ میں جو بغیر مسواک کے پڑھی جائے ستر گنا فضیلت رکھتی ہے۔ (شعب الایمان بیہقی)

تشریح: ... عربی زبان اور محاورہ میں ستر (اور اسی طرح بعض اور عدد بھی) کثرت اور بہتات کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ تو اس حدیث میں بھی ستر کا لفظ اس محاورہ کے مطابق کثرت اور بہتات ہی کیلئے استعمال ہوا ہے۔ اس بناء پر حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ جو نماز مسواک کرکے پڑھی جائے وہ اس نماز کے مقابلے میں جو بغیر مسواک کے پڑھی جائے بدرجہا زیادہ افضل ہے اور اگر ستر سے مراد ستر کا عدد ہو تب بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

بہرحال جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کے احساس اور ادب کے اس جذبہ سے نماز کے لئے مسواک کرے تو وہ نماز اگر اس نماز کے مقابلہ میں جس کے لئے مسواک نہ کی گئی ہو ستر گنا کیا اس سے بھی زیادہ درجہ افضل قرار دی جائے تو بالکل حق ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

عالم ربانی حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ اپنے رسالہ "فوائد مسواک" میں ذکر فرماتے ہیں۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ اگر مجھے امت کی مشقت کا خوف نہ ہوتا تو میں ہر نماز کے ساتھ مسواک کو اس طرح لازم کر دیتا کہ جیسا نماز کے ساتھ وضو لازم ہے۔

(مسند احمد بحوالہ الترغیب والترہیب ص ۱۶۵)

تشریح: نماز سے پہلے مسواک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مسجد کے باہر مسواک کرے اور کلی کرے اور مسواک کو دھولے پھر مسجد میں جائے اور جس کو مسوڑھوں سے خون نکلنے کا خطرہ ہو وہ نرمی سے مسواک کرے یا صرف دانتوں پر کرے کیونکہ خون نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

مسواک کرنے کا طریقہ

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی مدظلہ فرماتے ہیں:

مسواک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مسواک داہنے ہاتھ میں اس طرح لیں کہ مسواک کے ایک سرے کے قریب انگوٹھا اور دوسرے کے نیچے چھنگلی انگلی اور درمیان میں اوپر کی جانب باقی انگلیاں رکھیں اور مٹھی باندھ کر پکڑیں اور پہلے اوپر کے دانتوں میں پہلے داہنی طرف مسواک کریں پھر بائیں طرف اسی طرح پھر نیچے کے دانتوں میں پہلے داہنی طرف پھر بائیں طرف اور ایک بار مسواک کرنے کے بعد مسواک کو منہ سے نکال کر نچوڑیں اور از سر نو پانی سے بھگو کر دوبارہ کریں۔ اس طرح تین بار کریں۔ نیز دانتوں کی چوڑائی میں مسواک نہ کریں۔

مسواک کے دنیاوی فوائد

حضرت مفتی عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

جس طرح کتب فقہ وحدیث میں مسواک کے بہت سے فضائل اور مسائل بیان کئے گئے ہیں۔ اور مسواک کے بہت

سے فوائد بھی روایات میں مذکور ہیں۔ اور ان فوائد میں سے بعض کا تعلق دنیا سے ہے اور بعض کا تعلق آخرت سے ہے اس لئے مسواک کے فوائد لکھے جاتے ہیں۔

(۱) مسواک منہ کو صاف رکھتی ہے (۲) مسواک سے حافظہ قوی ہوتا ہے (۳) مسواک سے بلغم دور ہوتا ہے (۴) مسواک شیطان کو غصہ دلاتی ہے۔ (۵) ہاضمہ کو درست کرتی ہے (۶) آنتوں کی زائد رطوبت کو ختم کرتی ہے۔ (۷) دانت اور لثات کو نکھارتی ہے (۸) بڑھاپے کو دور کرتی ہے (۹) کمر کو سیدھا رکھتی ہے۔ (۱۰) دشمن پر رعب کا سبب ہے جیسا کہ حکایت نقل کی گئی ہے۔

حکایت: ایک مرتبہ مسلمانوں کا لشکر کفار سے قتال کر رہا تھا قریب تھا کہ مسلمانوں کو شکست ہو جاتی ان کی آپس میں مشورہ ہوا کہ شکست کی کیا وجہ ہے؟ تو کسی نے نصیحت کی کہ مسواک کیا کرو انہوں نے درختوں کی مسواک بنائی اور استعمال کی تو اس سے دشمن کے دل میں رعب بیٹھ گیا کہ یہ تو درختوں کو کھا رہے ہیں ہمارے ساتھ کیا کریں گے بس دشمن خوف سے بھاگ کھڑا ہوا۔ (۱۱) مسواک منہ میں خوشبو پیدا کرتی ہے۔ (۱۲) مسواک کرنے والے سے فرشتے خوش ہوتے ہیں (۱۳) حلق کی قوتوں کو درست کرتی ہے (۱۴) دانت جڑ سے پکی کرتی ہے (۱۵) مال میں وسعت پیدا کرتی ہے (۱۶) رزق کو آسان کرتی ہے (۱۷) سر کے درد کو دور کرتی ہے۔ (۱۸) دانتوں کو مضبوط کرتی ہے (۲۰) نظر کو تیز کرتی ہے (۱۹) بدن کو قوی کرتی ہے (۲۰) دل کو صاف کرتی ہے۔ (۲۱) فرشتے مسواک کرنے والے سے جب یہ نماز کو نکلے مصافحہ کرتے ہیں (۲۲) اولاد کی کثرت کا سبب ہے (۲۳) جسم سے حرارت کو دور کرتی ہے۔ (۲۴) پیٹ کے درد کو ختم کرتی ہے۔ (۲۵) دانتوں کو سفید کرتی ہے۔ (۲۶) حاجت کو پورا کرنے کا سبب ہے۔ (۲۷) فصاحت کو بڑھاتی ہے۔ (۲۸) مسوڑھوں کو مضبوط کرتی ہے (۲۹) موت کے سوا ہر بیماری کا علاج ہے۔

مسئلہ: برش اور ٹوتھ پاؤڈر اور منجن وغیرہ استعمال کرنا جائز ہے بشرطیکہ اس میں کوئی ناپاک چیز نہ ہو۔ برش سے اگرچہ مسواک کے ہوتے ہوئے ان چیزوں کے استعمال سے سنت ادا نہ ہوگی لیکن اگر مسواک نہ ہو تو پھر ان چیزوں سے بشرط نیت سنت ادا ہو جائے گی۔

ف:۔ دنداسہ جو اخروٹ کے چھلکے کا ہوتا ہے یہ عورت کے لئے مسواک کے قائم مقام ہو جائے گا۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرما دیجئے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے نبھانے کی توفیق عطا فرما دیجئے۔ یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد عبادات معاملات معاشرت اور اخلاق میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرما دیجئے۔ یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اس کو صحیح انداز میں محبت و حکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھر والوں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرما دیجئے۔ آمین

صلی اللہ علی محمد

وجزاہ عنا ما ھو اھلہ

جنابت اور غسل جنابت

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجِّهُوْا هٰذِهِ الْبُيُوْتَ عَنِ الْمَسْجِدِ فَاِنِّيْ لَا اُحِلُّ الْمَسْجِدَ لِحَائِضٍ وَّلَا جُنُبٍ

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا ان گھروں کا رخ مسجد کی طرف سے پھیر دو (یعنی ان کے دروازے جو مسجد کی طرف ہیں ان کو مسجد کی جانب سے بند کر کے دوسری جانب کھولو) کیونکہ کسی حائضہ عورت اور کسی جنبی کے لئے مسجد میں داخل ہونے کو بالکل جائز نہیں ہے (ان کے لئے مسجد میں آنا ناجائز و حرام ہے)۔ (سنن ابی داؤد)

تشریح: مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جب شروع میں بنی تھی تو اس کے آس پاس کے بہت سے گھروں کے دروازے مسجد کی طرف تھے گویا کہ گھر مسجد ہی میں کھلتے تھے کچھ عرصہ کے بعد یہ حکم آ گیا کہ مسجد کے ادب و احترام کا یہ حق ہے کہ حائضہ اور جنبی اس میں داخل نہ ہوں اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اعلان فرمایا اور حکم دیا کہ یہ سب دروازے مسجد کی جانب سے بند کر کے دوسری طرف کھولے جائیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ حائضہ عورت اور جنبی آدمی قرآن پاک میں سے کچھ بھی نہ پڑھے۔ (یعنی قرآن مجید جو اللہ تعالیٰ کا مقدس کلام ہے اس کی تلاوت ان دونوں کے لئے بالکل ممنوع ہے) (جامع ترمذی)

ہر سلیم الفطرت اور سلیم روحانیت انسان جب اس کے جسم کے کسی حصہ سے کوئی گندہ مادہ خارج ہوتا ہے یا اپنی طبیعت کا وہ کوئی ایسا شہوانی تقاضا پورا کرتا ہے جو قدسی صفات سے بہت ہی بعید ہوتا ہے تو وہ اپنے باطن میں ایک خاص قسم کی ظلمت و کدورت اور گندگی و آلودگی محسوس کرتا ہے اور اس حالت میں عبادت جیسے مقدس کاموں کے قابل اپنے کو نہیں سمجھتا۔ دراصل اسی حالت کا نام حدث ہے۔ پھر اس حدث کی دو قسمیں ہیں۔ ایک حدث اصغر جس کے ازالہ کے لئے صرف وضو کافی ہو جاتا ہے اور دوسرے حدث اکبر۔ جس کے اثرات زیادہ گہرے اور زیادہ وسیع ہوتے ہیں اور ان کا ازالہ پورے جسم کے غسل ہی سے ہو سکتا ہے۔

غسل کے لفظی و شرعی معنی

غسل کے لفظی معنی پورے جسم کو دھونے کے ہیں اور شریعت میں کم از کم ایک بار سر سے پیر تک جسم کی اس تمام سطح کے دھونے کو کہتے ہیں جس کو دھونا بغیر کسی تکلیف کے ممکن ہو۔ پیشاب پاخانہ اور ہوا کا خارج ہونا وغیرہ حدث اصغر کی مثالیں ہیں اور مجامعت و حیض و نفاس وغیرہ حدث اکبر کی مثالیں ہیں۔

ہر سلیم الفطرت انسان مجامعت و حیض و نفاس سے قلب و روح میں جو روحانی ظلمت و کدورت پیدا ہوتی ہے اس کے ازالہ کے لئے غسل ضروری سمجھتا ہے اور جب تک غسل نہ کر لے اپنے کو مقدس مشاغل و وظائف میں مشغولی کے لائق بلکہ مقدس مقامات سے گزرنے کے بھی قابل نہیں سمجھتا۔ گویا یہ انسان کی سلیم فطرت کا تقاضا ہے اس لئے شریعت مطہرہ نے بھی ان حالات میں غسل واجب کیا ہے اور غسل سے پہلے نماز اور تلاوت قرآن جیسے مقدس وظائف میں مشغول ہونے سے اور مساجد جیسے مقدس مقامات میں داخل ہونے سے منع فرمایا ہے۔

غسل جنابت کا طریقہ اور اس کے آداب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح اپنے قول وعمل سے وضو کا طریقہ اور اس کے آداب سکھلائے اور بتلائے ہیں اسی طرح غسل کا طریقہ اور اس کے آداب بھی تعلیم فرمائے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جسم کے ہر بال کے نیچے جنابت کا اثر ہوتا ہے اس لئے غسل جنابت میں بالوں کو اچھی طرح دھونا چاہئے۔ تاکہ جسم انسانی کا وہ حصہ بھی جو بالوں سے چھپا رہتا ہے پاک صاف ہو جائے۔ اور جلد کا جو حصہ ظاہر ہے (جس پر بال نہیں ہیں) اس کی بھی اچھی طرح صفائی دھلائی کرنی چاہئے۔ (سنن ابی داؤد، جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے غسل جنابت میں ایک بال بھر بھی جگہ دھونے سے چھوڑ دی تو اس کو دوزخ کا ایسا ایسا عذاب دیا جائے گا۔ حدیث کے راوی حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور کے اس ارشاد ہی کی وجہ سے میں اپنے سر کے بالوں کا دشمن بن گیا (یعنی میں نے معمول بنالیا کہ جب ذرا بال بڑھے میں نے ان کا صفایا کر دیا) (سنن ابی داؤد، مسند احمد، مسند دارمی)

تشریح.... ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ غسل جنابت میں سارے جسم کا اس طرح دھونا ضروری ہے کہ ایک بال بھر جگہ بھی دھونے سے باقی نہ رہ جائے۔

بعض شارحین نے لکھا ہے کہ غسل کی سہولت کی وجہ سے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سر کے بال صاف کرانے کا اپنے جو معمول بنایا تھا اس سے معلوم ہوا کہ اس مقصد سے سر منڈانے کا طریقہ بھی جائز اور مستحسن ہے۔ اگرچہ اولیٰ سر پر بال رکھنے ہی کا طریقہ ہے جیسا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی خلفائے راشدین کا معمول تھا۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت فرماتے تھے تو سب سے پہلے اپنے دونوں ہاتھ دھوتے تھے پھر بائیں ہاتھ سے مقام استنجا کو دھوتے اور داہنے ہاتھ سے اس پر پانی ڈالتے تھے پھر وضو فرماتے تھے اسی طرح جس طرح نماز کے لئے وضو فرمایا کرتے تھے پھر پانی لیتے تھے اور بالوں کی جڑوں میں انگلیاں ڈال کر وہاں پانی پہنچاتے تھے یہاں تک کہ جب آپ سمجھتے تھے کہ آپ نے سب میں پوری طرح پانی پہنچا دیا تو دونوں ہاتھ بھر بھر کر تین دفعہ پانی اپنے سر کے اوپر ڈالتے تھے اس کے بعد باقی سارے جسم پر پانی بہاتے تھے اس کے بعد دونوں پاؤں دھوتے تھے۔ (بخاری ومسلم)

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمائیے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اس کو صحیح انداز میں محبت و حکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

ضروری مسائل غسل

غسل کے فرائض

غسل میں تین چیزیں فرض ہیں۔

(۱) اس طرح کلی کرنا کہ سارے منہ میں پانی پہنچ جائے

(۲) ناک کے اندر پانی پہنچانا جہاں تک نرم ناک ہے۔

(۳) سارے بدن پر ایک بار پانی بہانا۔

درج بالا تینوں چیزیں فرض ہیں اس لئے اگر تمام بدن میں بال برابر کوئی جگہ خشک رہ جائے یا کلی کرنا بھول جائے یا ناک میں پانی نہیں ڈالا تو غسل نہیں ہوگا۔ اگر غسل کے بعد یاد آیا کہ فلانی جگہ خشک رہ گئی تھی تو پھر سے نہانا واجب نہیں بلکہ تھوڑا سا پانی لے کر اس جگہ بہانا ضروری ہے اسی طرح اگر کلی کرنا بھول گیا تو اب صرف کلی کرلے۔ غرضیکہ جو فرض رہ گیا ہو صرف اس کو پورا کر لیا جائے نئے سرے سے تمام غسل کرنے کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ: اگر ناخنوں پر ناخن پالش لگی ہوئی ہو تو وضو اور غسل فرض میں اس کو اتار کر وضو اور غسل کرنا واجب ہے۔ ناخن پالش کو اتارے بغیر وضو یا غسل کیا گیا تو وضو اور غسل نہیں ہوگا۔ خوب سمجھ لیں۔

غسل کے واجبات

(۱) کلی کرنا۔ (۲) ناک میں پانی چڑھانا (۳) مرد کو اپنے گندھے ہوئے بالوں کو کھول کر تر کرنا۔ (۴) ناک کے اندر جو میل ناک کے لعاب سے جم جائے اس کو چھڑا کر اس کے نیچے کی سطح کو دھونا۔

غسل کی سنتیں

(۱) اس طرح نیت کرنا کہ میں نجاست سے پاک ہونے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور ثواب کے لئے نہاتا ہوں صرف بدن صاف کرنے کی نیت نہ ہو۔ (۲) ترتیب سے غسل کرنا یعنی پہلے پہنچوں تک دونوں ہاتھوں کا دھونا پھر چھوٹا بڑا استنجا کرنا۔ پھر نجاست کا دھونا اگر بدن پر لگی ہو۔ پھر پورا وضو کرنا اور پھر تمام بدن پر پانی بہانا۔ (۳) بسم اللہ کہنا۔ (لباس اتارنے سے پہلے کہنا چاہئے برہنہ ہو کر کہنا مکروہ ہے) (۴) مسواک کرنا۔ (۵) ہاتھ داڑھی اور پیروں کا تین مرتبہ خلال کرنا۔ (۶) بدن کو ملنا۔ (۷) بدن کو پے در پے اس طرح دھونا کہ ایک حصہ خشک نہ ہونے پائے کہ دوسرے حصے کو دھو ڈالے جبکہ جسم اور ہوا معتدل حالت پر ہوں۔ (۸) تمام بدن پر تین مرتبہ پانی بہانا۔

غسل کا مسنون طریقہ

غسل کا جو طریقہ بتایا جا رہا ہے اس کے متعلق یہ یاد رکھیں کہ جب بھی کوئی غسل کرنا ہو تو وہ فرض ہو یا سنت یا مستحب ہر صورت میں اسی طریقہ سے غسل کرنا مسنون ہے۔

غسل کرنے والے کو چاہئے کہ پہلے دونوں ہاتھ پہنچوں تک تین مرتبہ دھوئے پھر بدن پر اگر کسی جگہ گندگی لگی ہوئی ہو تو اس کو تین مرتبہ پاک کرے پھر چھوٹا بڑا استنجاء کرے (خواہ ضرورت ہو یا نہ ہو) اس کے بعد مسنون طریقہ پر وضو کرے۔ اب پانی پہلے سر پر ڈالے پھر دائیں کندھے پر پھر بائیں کندھے پر (اور اتنا پانی ڈالے کہ سر سے پاؤں تک پہنچ جائے) اور بدن کو ہاتھوں سے ملے۔ یہ ایک مرتبہ ہوا۔ دوبارہ اسی طرح پانی ڈالے کر پہلے سر پر پھر دائیں کندھے پر پھر بائیں کندھے پر پھر اسی طرح تیسری مرتبہ پانی سر سے پیر تک بہائے۔

مسئلہ: غسل کرتے وقت کلمہ پڑھنا یا پڑھ کر پانی پر دم کرنا ضروری نہیں بلکہ نہاتے وقت کلمہ یا کوئی اور دعا پڑھنا منع ہے۔ اس وقت کچھ نہ پڑھے۔

تیمم کا حکم

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَعْضِ اَسْفَارِهِ حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَاءِ اَوْ بِذَاتِ الْجَيْشِ اِنْقَطَعَ عِقْدٌ لِّيْ فَاَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْتِمَاسِهِ وَاَقَامَ النَّاسُ مَعَهٗ وَلَيْسُوْا عَلٰى مَاءٍ فَاَتَى النَّاسُ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ فَقَالُوْا اَلَا تَرٰى اِلٰى مَا صَنَعَتْ عَائِشَةُ اَقَامَتْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِالنَّاسِ مَعَهٗ وَلَيْسُوْا عَلٰى مَاءٍ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ فَجَاءَ اَبُوْبَكْرٍ وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاضِعٌ رَاْسَهٗ عَلٰى فَخِذِيْ قَدْ نَامَ فَقَالَ حَبَسْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسَ وَلَيْسُوْا عَلٰى مَاءٍ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ قَالَتْ فَعَاتَبَنِيْ اَبُوْبَكْرٍ وَقَالَ مَاشَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَّقُوْلَ وَجَعَلَ يَطْعَنُنِيْ بِيَدِهٖ فِيْ خَاصِرَتِيْ فَلَا يَمْنَعُنِيْ مِنَ التَّحَرُّكِ اِلَّا مَكَانُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى فَخِذِيْ فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اَصْبَحَ عَلٰى غَيْرِ مَاءٍ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اٰيَةَ التَّيَمُّمِ فَتَيَمَّمُوْا فَقَالَ اُسَيْدُ بْنُ الْحُضَيْرِ وَهُوَ اَحَدُ النُّقَبَاءِ مَاهِيَ بِاَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَا اٰلَ اَبِيْ بَكْرٍ فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَبَعَثْنَا الْبَعِيْرَ الَّذِيْ كُنْتُ عَلَيْهِ فَوَجَدْنَا الْعِقْدَ تَحْتَهٗ

ترجمہ: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے یوں فرماتی ہیں کہ ایک سفر میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے۔ یہاں تک کہ جب ہم مقام بیداء یا ذات الجیش کے مقام پر تھے تو وہاں میرا ایک ہار ٹوٹ کر گر گیا تو اس کو تلاش کرانے کے لئے آپ نے وہاں قیام فرما لیا اور آپ کے ساتھ جو لوگ تھے وہ بھی ٹھہر گئے اور اس مقام پر پانی کا کوئی بندوبست نہیں تھا تو کچھ لوگوں نے (میرے والد ماجد) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر کہا کہ آپ دیکھتے ہیں (آپ کی صاحبزادی) عائشہ نے کیا کیا ہے انہوں نے (ہار گم کر کے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے سب ساتھیوں کو یہاں ٹھہرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ حالانکہ نہ یہاں پانی ہے اور نہ لشکر کے ساتھ پانی ہے پس (والد ماجد) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے پاس تشریف لائے اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری ران پر سر رکھے آرام فرما رہے تھے اور آپ کو نیند آ گئی تھی پس مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے سب ساتھیوں کے یہاں رکنے کا باعث بن گئی اور صورت حال یہ ہے کہ یہاں (قریب میں) کہیں پانی نہیں ہے اور نہ لشکر کے ساتھ پانی کا انتظام ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ والد ماجد نے مجھے خوب ڈانٹا اور جو منظور تھا اس وقت انہوں نے مجھے وہ سب کہا اور (غصے سے) میرے پہلو میں کچوکے لگانے لگے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ میری ران پر سر رکھے آرام فرما رہے تھے اس لئے میں بالکل نہیں ہلی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوتے رہے یہاں تک کہ آپ نے صبح کی ایسے مقام پر اور ایسی حالت میں کہ وہاں پانی کا کوئی بندوبست نہیں تھا تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمائی تو سب لوگوں نے تیمم کیا (اور تیمم کر کے نماز ادا کی گئی) تو اسید بن حضیر نے کہا کہ اے آل ابوبکر! یہ تیمم کا حکم تمہاری پہلی برکت نہیں ہے حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب اس اونٹ کو اٹھایا گیا جو میری سواری میں تھا تو میرا وہ ہار اس کے نیچے سے مل گیا۔ (بخاری و مسلم)

تشریح:۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت میں جس آیت تیمم کا ذکر ہے اس سے غالباً سورۂ نساء کی یہ آیت مراد ہے۔

وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُورًا

اور اگر تم بیمار ہو (اور پانی کا استعمال مضر ہو) یا تم سفر پر ہو یا تم میں سے کوئی شخص استنجے سے آیا ہو یا تم نے بیبیوں سے قربت کی ہو اور تم کو پانی نہ ملے تو تم پاک زمین سے تیمم کر لیا کرو۔ (یعنی اس زمین پر دو ہاتھ مار کے) اپنے چہروں اور ہاتھوں پر پھیر لیا کرو۔ اللہ تعالیٰ بہت معاف فرمانے والا اور بڑا بخشنے والا ہے۔

تیمم: بسا اوقات آدمی ایسی حالت اور کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہوتا ہے کہ غسل یا وضو کرنا اس کے لئے مضر ہوتا ہے اسی طرح کبھی آدمی ایسی جگہ ہوتا ہے کہ غسل یا وضو کے لئے وہاں پانی ہی میسر نہیں ہوتا۔ ان حالات میں اگر بلا غسل اور بلا وضو ہی نماز پڑھنے کی اجازت دے دی جاتی تو اس کا ایک نقصان تو یہ ہوتا کہ ان اتفاقات سے طبیعتیں طہارت چھوڑنے کی عادی بنتیں اور دوسرا اس سے بڑا نقصان یہ ہوتا کہ غسل اور وضو کی پابندی سے اللہ تعالیٰ کے دربار کی حاضری کا جو اہتمام محسوس ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے اس حاضری کی عظمت اور اس کے تقدس کا جو تصور ذہن پر چھایا ہوا رہتا ہے وہ کمزور ہوتا اس لئے اللہ تعالیٰ کی حکمت نے مجبوری کے ایسے حالات میں تیمم کو غسل اور وضو کا قائم مقام بنا دیا ہے اب غسل اور وضو سے مجبور ہونے کے حالات میں جب آدمی نماز وغیرہ کے لئے تیمم کا اہتمام کرے گا تو اس کی عادت اور اس کے ذہن پر ان شاء اللہ اس طرح کا کوئی غلط اثر نہیں پڑے گا۔

تیمم کرنے کا صحیح طریقہ

حضرت مفتی عبدالروف سکھروی مدظلہ لکھتے ہیں۔ تیمم کرنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے تیمم کی نیت کریں کہ یا اللہ میں آپ کی رضا کے لئے تیمم کرتا ہوں اس کے بعد بسم اللہ پڑھ کر دونوں ہاتھ مٹی یا پتھر پر ماریں۔ اور دونوں ہاتھ جھاڑ کر پہلے اپنے چہرے پر پھیریں کہ بال برابر جگہ بھی ایسی نہ رہے جس پر ہاتھ نہ پھرا ہو۔ وضو کی طرح تیمم میں بھی اگر بال برابر جگہ ایسی رہ گئی جہاں ہاتھ نہ پھرا ہو تو تیمم نہیں ہوگا۔ پھر دوبارہ دونوں ہاتھ مٹی یا پتھر پر ماریں اور پہلے بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ پر اور پھر دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر پھیریں۔ اور اچھی طرح کہنیوں تک ہاتھ پھیریں اور انگلیوں کے اندر بھی ہاتھ پھیریں تاکہ کوئی جگہ ہاتھ پھیرنے سے رہ نہ جائے۔

تیمم کی حکمت

غسل اور وضو میں پانی استعمال ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے مجبوری کی حالت میں اس کے بجائے تیمم کا حکم دیا جس میں مٹی اور پتھر وغیرہ کا استعمال ہوتا ہے اس کی ایک حکمت تو بعض اہل تحقیق نے یہ بیان کی ہے کہ پوری زمین کے دو ہی حصے ہیں ایک بڑے حصہ کی سطح پانی ہے دوسرے حصہ کی سطح مٹی پتھر وغیرہ اس لئے پانی اور مٹی میں خاص مناسبت ہے نیز انسان کی ابتدائی تخلیق بھی مٹی اور پانی ہی سے ہوئی ہے علاوہ ازیں مٹی ہی ایسی چیز ہے جس کو انسان سمندر کے علاوہ ہر جگہ پا سکتا ہے اور مٹی کو ہاتھ لگا کر منہ پر پھیرنے میں تذلل اور خاکساری کی بھی ایک خاص شان ہے اور چونکہ انسان کا آخری ٹھکانا مٹی اور خاک ہی ہے اور اس کو خاک ہی میں ملنا ہے اس لئے تیمم میں موت اور قبر کی یاد بھی ہے۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کے بتانے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔

نماز کی فرضیت اور وعدۂ مغفرت

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسُ صَلَوَاتٍ افْتَرَضَهُنَّ اللّٰهُ تَعَالٰى مَنْ أَحْسَنَ وُضُوْءَهُنَّ وَصَلَّاهُنَّ لِوَقْتِهِنَّ وَأَتَمَّ رُكُوْعَهُنَّ وَخُشُوْعَهُنَّ كَانَ لَهُ عَلَى اللّٰهِ عَهْدٌ أَنْ يَغْفِرَ لَهُ وَمَنْ لَّمْ يَفْعَلْ فَلَيْسَ لَهُ عَلَى اللّٰهِ عَهْدٌ إِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُ وَإِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ۔

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پانچ نمازیں اللہ تعالیٰ نے فرض کی ہیں جس نے ان کے لئے اچھی طرح وضو کیا اور ٹھیک وقت پر ان کو پڑھا اور رکوع سجود بھی جیسے کرنے چاہئیں ویسے ہی کئے اور خشوع کی صفت کے ساتھ ان کو ادا کیا تو ایسے شخص کے لئے اللہ تعالیٰ کا پکا وعدہ ہے کہ وہ اس کو بخش دے گا اور جس نے ایسا نہیں کیا (اور نماز کے بارہ میں اس نے کوتاہی کی) تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کا کوئی وعدہ نہیں ہے چاہے گا تو اس کو بخش دے گا اور چاہے گا تو سزا دے گا۔ (مسند احمد، سنن ابی داؤد)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان بندہ اچھی طرح وضو کرے۔ پھر اللہ کے حضور میں کھڑے ہو کر پوری قلبی توجہ اور یکسوئی کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھے تو جنت اس کے لئے ضرور واجب ہو جائے گی۔ (صحیح مسلم)

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کا جو بندہ ایسی دو رکعت نماز پڑھے جس میں اس کو غفلت بالکل نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس نماز کے صدقہ میں اس کے سارے سابقہ (چھوٹے) گناہ معاف فرما دیگا۔ (مسند احمد)

تشریح: ...... ان احادیث میں فرمایا گیا ہے کہ جو صاحب ایمان بندہ اہتمام اور فکر کے ساتھ نماز اچھی طرح ادا کرے گا تو اولاً تو وہ خود ہی گناہوں سے پرہیز کرنے والا ہو گا اور اگر شیطان یا نفس کے فریب سے کبھی اس سے گناہ سرزد ہوں گے تو نماز کی برکت سے اس کو توبہ و استغفار کی توفیق ملتی رہے گی (جیسا کہ عام تجربہ اور مشاہدہ بھی ہے) اور اس سب کے علاوہ نماز اس کے لئے گناہوں کا کفارہ بھی بنتی رہے گی اور پھر نماز بجائے خود گناہوں کے میل کچیل کو صاف کرنے والی اور بندہ کو اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت و مغفرت کا مستحق بنانے والی وہ عبادت ہے جو فرشتوں کے لئے بھی باعث رشک ہے اس لئے جو بندے نماز کے شرائط و آداب کا پورا اہتمام کرتے ہوئے خشوع کے ساتھ نماز ادا کرنے کے عادی ہوں گے ان کی مغفرت بالکل یقینی ہے اور جو لوگ دعوائے اسلام کے باوجود نماز کے بارے میں کوتاہی کریں گے (ان کے حالات کے مطابق) اللہ تعالیٰ جو فیصلہ چاہے گا کرے گا چاہے ان کو سزا دے یا اپنی رحمت سے معاف فرما دے اور بخش دے۔ بہر حال وہ سخت خطرہ میں ہیں اور ان کی مغفرت اور بخشش کی کوئی گارنٹی نہیں۔

وقت پر نماز محبوب ترین عمل

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ دینی اعمال میں سے کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھیک وقت پر نماز پڑھنا پھر میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد کون سا عمل زیادہ محبوب ہے؟ آپ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ماں باپ کی خدمت کرنا میں نے عرض کیا اس کے بعد کون سا عمل زیادہ محبوب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا راہ خدا میں جہاد کرنا۔ (صحیح بخاری صحیح مسلم)

تشریح..... اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے والدین کی خدمت اور جہاد سے افضل اور محبوب ترین عمل "نماز" کو بتلایا ہے اور بلاشبہ نماز کا مقام یہی ہے۔

نماز گناہوں سے معافی اور پاکی کا ذریعہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ارشاد فرمایا بتلاؤ اگر تم میں سے کسی کے دروازہ پر نہر جاری ہو جس میں روزانہ پانچ دفعہ وہ نہاتا ہو تو کیا اس کے جسم پر کچھ میل کچیل باقی رہے گا؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ کچھ بھی باقی نہیں رہے گا آپ نے ارشاد فرمایا بالکل یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے سے خطاؤں کو دھوتا اور مٹاتا ہے۔ (صحیح بخاری صحیح مسلم)

تشریح..... صاحب ایمان بندہ جس کو نماز کی حقیقت نصیب ہو جب نماز میں مشغول ہوتا ہے تو اس کی روح گویا اللہ تعالیٰ کے جلال و جمال کے سمندر میں غوطہ زن ہوتی ہے اور جس طرح کوئی میلا کچیلا اور گندہ کپڑا دریا کی موجوں میں پڑ کر پاک صاف اور اجلا ہو جاتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے جلال و جمال کے انوار کی موجیں اس بندہ کے سارے میل کچیل کو صاف کر دیتی ہیں اور جب دن میں پانچ دفعہ یہ عمل ہو تو ظاہر ہے کہ اس بندہ میں میل کچیل کا نام و نشان بھی نہ رہ سکے گا یہی وہ حقیقت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مثال کے ذریعہ سمجھائی ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن سردی کے ایام میں باہر تشریف لے گئے اور درختوں کے پتے (خزاں کے سبب سے) از خود جھڑ رہے تھے آپ نے ایک درخت کی دو ٹہنیوں کو پکڑا (اور ہلایا) تو ایک دم اس کے پتے جھڑنے لگے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا اے ابوذر! میں نے عرض کیا حاضر ہوں یا رسول اللہ! آپ نے ارشاد فرمایا جب مومن بندہ خالص اللہ کے لئے نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ ان پتوں کی طرح جھڑ جاتے ہیں۔ (مسند احمد)

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمایئے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمایئے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد' عبادات' معاملات' معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمایئے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اس کو صحیح انداز میں محبت و حکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
بِعَدَدِ كُلِّ ذِكْرِهٖ اَلْفَ اَلْفِ مَرَّةٍ

اذان کی فضیلت

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیْ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

لَا یَسْمَعُ مَدٰی صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ جِنٌّ وَّلَا اِنْسٌ وَّلَا شَیْءٌ اِلَّا شَہِدَ لَہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موذن کی آواز جہاں تک پہنچتی ہے وہاں تک جو جن اور جو انسان اور چیز بھی اس کی آواز سنتی ہے وہ قیامت کے دن ضرور اس کے حق میں شہادت دے گی۔ (صحیح بخاری)

تشریح: اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کی ہر چیز کو اپنی معرفت کا کوئی حصہ عطا فرمایا۔ اس لئے جب موذن اذان دیتا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور اس کی توحید اور اس کے رسول کی رسالت اور اس کی دعوت کا اعلان کرتا ہے تو جن وانس کے علاوہ دوسری مخلوقات بھی اس کو سنتی اور سمجھتی ہیں اور قیامت میں اس کی شہادت ادا کریں گی۔ بلاشبہ اذان اور موذنوں کی یہ بڑی قابلِ رشک فضیلت ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ اذان کہنے والے قیامت کے دن دوسرے سب لوگوں کے مقابلے میں دراز گردن (یعنی سربلند) ہوں گے۔ (صحیح مسلم)

تشریح: شارحین نے اس حدیث کے کئی مطلب بیان کئے ہیں۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ اس سے مراد ان کی سربلندی ہے اور قیامت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو یہ امتیاز اسی طرح حاصل ہوگا۔

التحریر والتنویر میں لکھا ہے کہ بعض کا کہنا ہے کہ اس سے مراد سرداری ہے موذنوں کو بشارت دی جا رہی ہے کہ انہیں آخرت میں اس قدر اجر وثواب ملے گا کہ وہ گردنیں اٹھا اٹھا کر اسے دیکھتے ہوں گے۔ اور انہیں قیامت کے دن عزت وسربلندی کا مقام عطا کیا جائے گا۔ جیسا کہ اردو زبان کا محاورہ ہے کہ فخر سے سر اونچا ہو گیا۔ ابن عربی کی رائے یہ ہے کہ اس سے مراد سب سے زیادہ اعمال والے ہوں گے۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ معنی یہ ہے کہ سب سے زیادہ جنت کی طرف دوڑتے ہوں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن تین (قسم) کے آدمی مشک کے ٹیلوں پر ٹھہرائے جائیں گے۔ ایک وہ نیک غلام جس نے دنیا میں اللہ کا حق بھی ادا کیا اور اپنے آقا کا بھی دوسرا وہ آدمی جو کسی جماعت کا امام بنا اور لوگ (اس کی نیک عملی اور پاکیزہ سیرت کی وجہ سے) اس سے راضی اور خوش رہے اور تیسرا وہ بندہ جو دن رات کی پانچوں نمازوں کے لئے روزانہ اذان دیا کرتا تھا۔ (جامع ترمذی)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے جس بندہ نے سات سال تک اللہ کے واسطے اور ثواب کی نیت سے اذان دی اس کے لئے آتش دوزخ سے برات لکھ دی جاتی ہے (یعنی اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ طے فرما دیا جاتا ہے کہ دوزخ سے اس کا کوئی واسطہ نہیں اور اس کی آگ کے لئے اس بندہ کو چھونے کی بھی اجازت نہیں۔) (جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا "اذان کہنے والے اور تکبیر پڑھنے والے اپنی قبروں سے اس حال میں نکلیں گے کہ اذان کہنے والے اذان پکارتے ہوں گے اور تکبیر پڑھنے والے تکبیر کی صدا بلند کرتے ہوں گے۔" (معجم اوسط طبرانی)

تشریح..... اذان اور موذنوں کی جو غیر معمولی فضیلتیں ان حدیثوں میں بیان فرمائی گئی ہیں ان کا راز یہی ہے کہ اذان ایمان واسلام کا شعار اور اپنے متن وترتیب کے لحاظ سے دین کی نہایت بلیغ اور جامع دعوت وپکار ہے اور موذن اس کا داعی اور گویا اللہ تعالیٰ کا نقیب اور منادی ہے۔ افسوس آج ہم مسلمانوں نے اس حقیقت کو بالکل بھلا دیا ہے اور اذان کہنا ایک حقیر پیشہ بن گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اس عظیم ترین اجتماعی گناہ کو معاف فرمائے اور توبہ واصلاح کی ہمیں توفیق دے۔

اذان دین کے بنیادی اصولوں کی دعوت

اذان اگرچہ بظاہر وقت نماز کے اعلان کا ایک وسیلہ اور نماز کا بلاوا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے ایسے جامع کلمات الہام فرمائے ہیں جو دین کی روح بلکہ دین کے پورے بنیادی اصولوں کی تعلیم ودعوت کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہیں دین کے سلسلے میں سب سے پہلی چیز اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا مسئلہ ہے اس بارہ میں اسلام کا جو نظریہ ہے اس کے اعلان کے لئے اللہ اکبر اللہ اکبر سے بہتر اور اتنے جاندار الفاظ اور نہیں کہے جا سکتے۔ اس کے بعد نمبر آتا ہے عقیدہ توحید کا بلکہ صفات کا مسئلہ اسی سے صاف اور مکمل ہوتا ہے اس کے لئے اشھد ان لا الٰہ الا اللہ جیسا جاندار اور موثر کوئی دوسرا مختصر کلمہ تجویز نہیں کیا جا سکتا۔ پھر اس حقیقت کے واضح اور معلوم ہوجانے کے بعد کہ بس اللہ ہی ہمارا الٰہ معبود ہے یہ سوال فوراً سامنے آجاتا ہے کہ اس اللہ تک پہنچنے کا راستہ یعنی اس سے بندگی کا صحیح رابطہ قائم کرنے کا طریقہ کہاں سے معلوم ہو سکے گا؟ اس کے جواب کے لئے اشھد ان محمداً رسول اللہ سے بہتر کوئی کلمہ نہیں سوچا جا سکتا اس کے بعد "حی علی الصلوٰۃ" کے ذریعہ اس نماز کی دعوت دی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت وبندگی اور اس سے رابطہ قائم کرنے کا سب سے اعلیٰ ذریعہ ہے اور اللہ کی طرف چلنے والے کا سب سے پہلا قدم بھی ہے اس کے بعد حی علی الفلاح کے ذریعہ اس حقیقت کا اعلان کیا جاتا ہے کہ یہی راستہ فلاح یعنی نجات وکامیابی کی منزل تک پہنچانے والا ہے اور جو لوگ اس راستہ کو چھوڑ کر دوسری راہوں پر چلیں گے وہ فلاح سے محروم رہیں گے گویا اس میں عقیدۂ آخرت کا اعلان ہے اور ایسے الفاظ کے ذریعہ اعلان ہے کہ ان سے صرف عقیدہ ہی کا علم نہیں ہوتا بلکہ روزِ زندگی کا سب سے اہم اور قابل فکر مسئلہ بن کر وہ سامنے کھڑا ہو جاتا ہے اور آخر میں اللہ اکبر اللہ اکبر، لا الٰہ الا اللہ کے ذریعہ پھر یہ اعلان اور پکار ہے کہ انتہائی عظمت وکبریائی والا بس اللہ ہی ہے اور وہی بلا شرکت غیرے الٰہ برحق ہے اس لئے بس اسی کی رضا کو اپنا مطلوب ومقصود بناؤ۔

بار بار غور کیجئے کہ اذان کے ان چند کلمات میں دین کے بنیادی اصولوں کا کس قدر جامع اعلان ہے اور کتنی جاندار اور موثر دعوت ہے گویا ہماری ہر مسجد سے روزانہ پانچ وقت دین کی یہ بلیغ دعوت نشر کی جاتی ہے۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمایئے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمایئے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمایئے۔ آمین

اذان کا جواب اور اس کے بعد کی دعاء

عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ اللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ فَقَالَ اَحَدُکُمْ اللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ ثُمَّ قَالَ اَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ قَالَ اَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ثُمَّ قَالَ اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ قَالَ اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ ثُمَّ قَالَ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ثُمَّ قَالَ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ثُمَّ قَالَ اللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ قَالَ اللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ ثُمَّ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مِنْ قَلْبِہٖ دَخَلَ الْجَنَّۃَ۔

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب موذن کہے اللہ اکبر اللہ اکبر اور (اس کے جواب میں) تم میں سے کوئی کہے اللہ اکبر اللہ اکبر پھر موذن کہے اشہد ان لا الہ الا اللہ اور جواب دینے والا بھی (اس کے جواب میں) کہے اشہد ان لا الہ الا اللہ پھر موذن کہے اشہد ان محمدا رسول اللہ اور جواب دینے والا بھی کہے اشہد ان محمدا رسول اللہ پھر موذن کہے حی علی الصلوۃ تو جواب دینے والا کہے لا حول ولا قوۃ الا باللہ پھر موذن کہے حی علی الفلاح اور جواب دینے والا کہے لا حول ولا قوۃ الا باللہ پھر موذن کہے اللہ اکبر اللہ اکبر اور جواب دینے والا بھی کہے اللہ اکبر اللہ اکبر، پھر موذن کہے لا الہ الا اللہ اور جواب دینے والا بھی کہے لا الہ الا اللہ اور صدق دل سے کہے تو وہ جنت میں جائے گا۔ (صحیح مسلم)

تشریح: جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ اذان کے دو پہلو ہیں ایک یہ کہ وہ نماز با جماعت کا اعلان ہے دوسرے یہ کہ وہ ایمانی دعوت اور دین حق کا منشور ہے۔

پہلی حیثیت سے اذان سننے والے اور ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اذان کی آواز سنتے ہی نماز میں شرکت کے لئے تیار ہو جائے اور ایسے وقت مسجد میں پہنچ جائے کہ با آسانی جماعت میں شریک ہو سکے۔

دوسری حیثیت سے ہر مسلمان کو حکم ہے کہ وہ اذان سنتے وقت اس ایمانی دعوت کے ہر جزو اور ہر کلمے کی اور اس آسمانی منشور کی ہر دفعہ کی اپنے دل اور اپنی زبان سے تصدیق کرے اور اس طرح ہر ایک مسلمان ہر اذان کے وقت اپنے ایمانی عہد و میثاق کی تجدید کیا کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کا جواب دینے کی اور اس کے بعد دعا پڑھنے کی اپنے ارشادات میں جو تعلیم و ترغیب دی ہے اس سے یہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے کہ اذان کا جواب جو بظاہر ایک معمولی سا عمل ہے اس پر داخلہ جنت کی بشارت کا کیا راز ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص موذن کی اذان سنتے وقت (یعنی جب وہ اذان پڑھ کر فارغ ہو جائے تو) کہے

اَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ
وَاَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ
رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا

ترجمہ: میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور شہادت دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اور میں راضی اور خوش ہوں اللہ کو رب مان کر اور حضرت محمد کو رسول اللہ مان کر اور اسلام کو دین حق مان کر تو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (صحیح مسلم)

تشریح: بیشک عمل کی برکت سے گناہوں کی بخشش کے

بارے میں کچھ ضروری وضاحت سبق نمبر ۹ میں وضو کے فضائل و برکات کے بیان میں کی جا چکی ہے وہ یہاں بھی ملحوظ رکھنی چاہئے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی بندہ اذان سننے کے بعد اللہ تعالیٰ سے یوں دعا کرے

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ
الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ
وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ

"اے اللہ اس دعوت تامہ کاملہ اور اس صلوٰۃ قائمہ و دائمہ کے رب! (یعنی اے وہ اللہ جس کے لئے اور جس کے حکم سے یہ اذان اور یہ نماز ہے) محمد (اپنے رسول پاک) کو وسیلہ اور فضیلت کا خاص درجہ اور مرتبہ عطا فرما اور ان کو اس مقام محمود پر سرفراز فرما جس کا تو نے ان کے لئے وعدہ فرمایا ہے"

تو وہ بندہ قیامت کے دن میری شفاعت کا حق دار ہو گیا (بخاری)

تشریح..... اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تین چیزوں کی دعا کا ذکر کیا گیا ہے اور فرمایا گیا ہے کہ جو بندہ اذان سننے کے بعد اللہ تعالیٰ سے ان تین چیزوں کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کرنے کی دعا کرے گا وہ قیامت کے دن شفاعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص طور سے حق دار ہوگا ایک وسیلہ دوسرے فضیلہ تیسرے مقام محمود۔ صحیح مسلم کی ایک حدیث میں اس وسیلہ کی تشریح خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مقبولیت و محبوبیت کا ایک خاص الخاص مقام و مرتبہ اور جنت کا ایک مخصوص و ممتاز منصب ہے جو اللہ تعالیٰ کے کسی ایک ہی بندہ کو ملنے والا ہے اور سمجھنا چاہئے کہ فضیلہ بھی گویا اسی مقام کا ایک عنوان ہے اور اسی طرح مقام محمود وہ مقام عزت ہے جس پر فائز ہونے والا ہر ایک کی نگاہ میں محمود اور محترم ہوگا اور سب اس کے ثنا خواں اور شکر گزار ہوں گے۔

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے جلال کے ظہور کا خاص دن ہوگا اور سارے انسان اپنے اعمال اور احوال کے اختلاف کے باوجود اس وقت دہشت زدہ اور پریشان ہوں گے۔ حتی کہ حضرت نوح و ابراہیم اور موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام جیسے اولوالعزم پیغمبر بھی اللہ تعالیٰ کے حضور میں کچھ عرض کرنے کی ہمت نہ کر سکیں گے تو اس وقت سید الرسل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی احکم الحاکمین کی بارگاہ جلال میں سب سے پہلے سارے انسانوں کے لئے حساب اور فیصلہ کی استدعا اور شفاعت کریں گے اور اس کے بعد گنہگاروں کی سفارش اور ان کے دوزخ سے نکالے جانے کی استدعا کا دروازہ بھی آپ ہی کے اقدام سے کھلے گا خود آپ کا ارشاد ہے سب سے پہلا شافع میں ہوں گا اور بارگاہ خداوندی میں سب سے پہلے میری ہی شفاعت قبول کی جائے گی نیز آپ کا ارشاد ہے قیامت کے دن حمد کا جھنڈا میرے ہی ہاتھ میں ہوگا اور آدم اور ان کے علاوہ سارے انبیاء و رسل اور ان کے پیروکار میرے اسی جھنڈے کے نیچے ہوں گے بس یہی وہ مقام محمود ہے جس کے متعلق قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا ہے

عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (بنی اسرائیل)

(امید ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود عطا فرمادے)

الغرض وہ خاص الخاص مرتبہ اور درجہ جس کو حدیث میں وسیلہ اور فضیلہ کہا گیا ہے اور عزت و امتیاز اور محمودیت عامہ کا وہ مقام بلند جس کو قرآن مجید میں اور اس حدیث میں مقام محمود کہا گیا ہے یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امتیوں پر یہ نوازش ہے کہ زیر تشریح حدیث میں آپ نے ہم کو اس کی ترغیب دی کہ ہم بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ یہ درجے اور مقامات آپ کو عطا کئے جائیں اور بتلایا کہ جو کوئی میرے لئے یہ دعا کرے گا وہ قیامت کے دن میری شفاعت کا خاص طور سے مستحق ہوگا۔

فائدہ: مندرجہ بالا حدیثوں پر عمل کرنے کا طریقہ اور ترتیب یہ ہے کہ موذن کی اذان کے ساتھ تو اس کے ہر کلمے کو دہرایا جائے اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور میں درج بالا دعا کی جائے۔

اللہ تعالیٰ ہم کو توفیق دے کہ ان احکام کی روح کو سمجھ کر ان پر عمل کی حقیقی برکات حاصل کریں۔

اقامت کی ترغیب

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَاعَتَانِ لَا تُرَدُّ عَلٰى دَاعٍ دَعْوَتُهُ حِيْنَ تُقَامُ الصَّلٰوةُ وَفِي الصَّفِّ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دو گھڑیاں ایسی ہیں جن میں کسی مانگنے والے کی دعا رد نہیں کی جاتی (ایک اس وقت) جب نماز کے لئے اقامت یعنی تکبیر کہی جاری ہو۔ دوسرے میدان جہاد کے اندر صف میں۔ (صحیح ابن حبان)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص میری اس مسجد میں اذان سنے اور بغیر کسی ضرورت کے اس سے نکل جائے اور پھر لوٹ کر نہ آئے تو وہ منافق ہی ہو سکتا ہے۔ (طبرانی اوسط)

اذان اور اقامت کے درمیان دعاء کی ترغیب

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اذان اور اقامت کے درمیان دعا رد نہیں ہوتی۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی وغیرہ)

ابن حبان کی روایت میں ہے کہ (اذان اور اقامت کے درمیان) دعا کیا کرو۔ اور ترمذی کی روایت میں یہ بھی اضافہ ہے کہ "صحابہ نے عرض کیا کہ ہم کیا کہیں یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت میں عافیت مانگا کرو۔

چند مسائل اذان واقامت

مؤذن عاقل، بالغ، صالح، صحیح خواں اور اذان واقامت کے اوقات و مسائل سے واقف ہونا چاہئے۔

اذان واقامت سیکھ کر قواعد و تجوید کے مطابق اس طرح دیے جائیں کہ تمام حروف اپنے اپنے مخرج سے اور ہوں جس حرکات وسکنات، مد اور مد وغیرہ ٹھیک ادا ہوں، اذان واقامت کے کلمات کے اول آخر میں کوئی تبدیلی پیدا نہ ہو۔

ایسی خوش الحانی کو اختیار کرنا جس سے حرکات وسکنات یا حروف کی ان کے مخارج سے صحیح ادائیگی نہ ہو یا بے جا مد کیا جائے تو ایسا کرنا مکروہ ہے۔

بعض حضرات اذان مسلسل دیئے جاتے ہیں کہ سننے والوں کو جواب دینے کا موقع ہی نہیں دیتے ایسا کرنا مکروہ ہے۔

بعض مساجد میں شرعی مجبوری کے بغیر داڑھی منڈوانے یا کتروانے والے اذان دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ شخص فاسق ہے۔ اور فاسق کی اذان واقامت مکروہ تحریمی ہے۔ اگر ایسا شخص اذان دیدے تو اس کی اذان کو لوٹانا مستحب ہے۔

بعض لوگ اقامت کے آخر تک کھڑے ہوتے ہیں اور اقامت کے فوراً بعد نماز شروع ہو جاتی ہے اس سے بچنا چاہئے احادیث میں صفوں کے اہتمام کی بے حد تاکید آئی ہے اس کے پیش نظر شروع تکبیر ہی میں کھڑے ہو جانا بہتر ہے۔ بالخصوص آج کل کے حالات میں جہاں شروع تکبیر میں کھڑے ہونے پر بھی صفیں درست نہیں ہوتیں۔

وقت آنے سے پہلے اذان دینا جائز نہیں وقت آنے پر دوبارہ اذان دینا ضروری ہے ورنہ وہ نماز بغیر اذان کے ادا ہوگی۔

مساجد

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
اَحَبُّ الْبِلَادِ اِلَی اللّٰہِ مَسَاجِدُھَا وَاَبْغَضُ الْبِلَادِ اِلَی اللّٰہِ اَسْوَاقُھَا

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شہروں اور بستیوں میں سے اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ان کی مسجدیں ہیں اور سب سے زیادہ ناپسندیدہ ان کے بازار اور منڈیاں ہیں (صحیح مسلم)

تشریح: انسان کی زندگی کے دو پہلو ہیں ایک ملکوتی و روحانی، نورانی اور لطیف پہلو ہے اور دوسرا مادی، بہیمی، ظلمانی اور کثیف پہلو ہے۔ ملکوتی روحانی پہلو کا تقاضا اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کا ذکر جیسے مقدس اشغال و اعمال ہیں۔ انہیں سے اس پہلو کی تربیت و تکمیل ہوتی ہے اور انہی کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت و محبت کا مستحق ہوتا ہے اور ان مبارک اشغال و اعمال کے خاص مراکز مسجدیں ہیں جو ذکر و عبادت سے معمور رہتی ہیں اور اسی وجہ سے ان کو "بیت اللہ" سے ایک خاص نسبت ہے اس لئے انسانی بستیوں اور آبادیوں میں سے اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں سب سے زیادہ محبوب یہ مسجدیں ہی ہیں۔ اور بازار اور منڈیاں اپنے اصل موضوع کے لحاظ سے انسانوں کی مادی و بہیمی تقاضوں اور نفسانی خواہشوں کے مراکز ہیں اور وہاں جا کر انسان عموماً خدا سے غافل ہو جاتے ہیں اور ان کی فضا میں غفلت کی کثرت کی وجہ سے ظلمت اور کدورت رہتی ہے۔ اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں انسانی آبادیوں کا سب سے زیادہ ناپسندیدہ حصہ ہیں۔

حدیث کی اصل روح اور اس کا منشاء یہ ہے کہ اہل ایمان کو چاہئے کہ وہ مسجدوں سے زیادہ سے زیادہ تعلق رکھیں اور ان کو اپنا مرکز بنائیں اور منڈیوں اور بازاروں میں صرف ضرورت سے جائیں اور ان سے دل نہ لگائیں اور وہاں کی آلودگیوں سے مثلاً جھوٹ فریب اور بدیانتی سے اپنی حفاظت کریں۔ ان حدود کی پابندی کے ساتھ بازاروں سے تعلق رکھنے کی اجازت دی گئی ہے بلکہ ایسے سوداگروں اور تاجروں کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت سنائی ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکام اور اصول دیانت و امانت کی پابندی کے ساتھ تجارتی کاروبار کریں اور یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ بیت الخلاء غلاظت اور گندگی کی جگہ ہونے کی وجہ سے اگرچہ اسفل ترین ناپسندیدہ مقام ہے لیکن ضرورت کے بقدر اس سے بھی تعلق رکھا جاتا ہے بلکہ وہاں کے آنے جانے میں اور قضاء حاجت میں اگر بندہ اللہ تعالیٰ کے احکام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کا لحاظ رکھے تو بہت کچھ ثواب بھی کما سکتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بندہ جس وقت بھی صبح کو یا شام کو اپنے گھر سے نکل کر مسجد کی طرف جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے واسطے جنت کی مہمانی کا سامان تیار کراتا ہے وہ جتنی دفعہ بھی صبح و شام کو جائے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

تشریح: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بندہ صبح و شام جس وقت بھی اور دن میں جتنی دفعہ بھی خدا کے گھر میں (یعنی مسجد میں) حاضر ہوتا ہے رب کریم اس کو اپنا عزیز مہمان کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور ہر دفعہ کی حاضری پر جنت میں اس کے لئے مہمانی کا خاص سامان تیار کراتا ہے جو وہاں پہنچنے کے بعد بندہ

کے سامنے آنے والا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ رب کریم کے جنت والے سامان مہمانی کا یہاں کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ مسجدیں اللہ کے گھر ہیں اور ان میں حاضر ہونے والے اہل ایمان اللہ تعالیٰ کے ملاقاتی (اور مہمان) ہیں اور جس کی ملاقات کو کوئی آئے اس پر حق ہے کہ وہ آنے والے ملاقاتی کا اکرام اور اس کی خاطر داری کرے۔ (معجم طبرانی)

یہ بات ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس امت کی دینی زندگی کی تشکیل و تنظیم اور تربیت و حفاظت میں مسجد اور جماعت کا کتنا بڑا دخل ہے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طرف تو جماعتی نظام کے ساتھ نماز ادا کرنے کی انتہائی تاکید فرمائی اور ترک جماعت پر سخت سے سخت وعیدیں سنائیں اور دوسری طرف آپ نے مساجد کی اہمیت پر زور دیا اور کعبۃ اللہ کے بعد بلکہ اسی کی نسبت سے ان کو بھی "خدا کا گھر" اور امت کا دینی مرکز بنایا اور ان کی برکات اور اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ان کی عظمت و محبوبیت بیان فرما کر امت کو ترغیب دی کہ ان کے جسم خواہ کسی وقت کہیں ہوں لیکن ان کے دلوں اور ان کی روحوں کا رخ ہر وقت مسجد کی طرف رہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کی نماز جو وہ جماعت سے مسجد میں ادا کرے اس کی اس نماز کے مقابلہ میں جو اپنے گھر میں یا بازار میں پڑھے (ثواب میں) پچیس گنا زیادہ ہوتی ہے اور وجہ یہ ہے کہ جب وہ بندہ اچھی طرح وضو کر کے مسجد کی طرف جاتا ہے اور اس جانے میں نماز کے سوا اس کا کوئی دنیوی مقصد نہیں ہوتا تو اس کے ہر قدم پر اس کا ایک درجہ بلند کر دیا جاتا ہے اور اس کی ایک خطا معاف کر دی جاتی ہے پھر جب وہ نماز پڑھتا ہے تو فرشتے اس وقت تک برابر اس کے حق میں عنایت اور رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں جب تک کہ وہ نماز پڑھنے کی جگہ میں رہے ان فرشتوں کی دعا یہ ہوتی ہے اے اللہ اپنے اس بندے پر خاص عنایت فرما۔ اس پر رحمت فرما اور جب تک تم میں سے کوئی نماز کے انتظار میں مسجد میں رہتا ہے اللہ کے نزدیک اور اس کے حساب میں وہ برابر نماز ہی میں رہتا ہے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

تشریح مسجد میں جماعت سے نماز پڑھنے پر بہ نسبت گھر اور دکان وغیرہ کے ۲۵ گنا ثواب اور راستے کے ہر قدم پر ایک درجہ کی بلندی اور ایک گناہ کی معافی یہ کتنی بڑی نعمت اور کتنی ارزاں دولت ہے؟ اور پھر اس سے بھی آگے فرشتوں کی دعا بھی عظیم نعمت ہے۔ اس کے علاوہ اس حدیث کی ایک دوسری روایت میں فرشتوں کی اس دعا میں اتنا اضافہ بھی ہے

(اے اللہ اس بندے کی مغفرت فرما دے اس کی توبہ کو قبول فرما لے)

نیز اسی روایت کے آخر میں ایک اضافہ یہ بھی ہے کہ نماز کے بعد مسجد میں بیٹھنے والے اس بندے کے حق میں فرشتے یہ دعائیں اس وقت تک برابر کرتے رہتے ہیں جب تک وہ کسی کو (اپنے ہاتھ یا اپنی زبان سے) کوئی ایذا نہ پہنچائے یا اس کا وضو ٹوٹ نہ جائے۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمائیے۔ آمین

مسجد کے آداب

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ يَوْمًا إِذْ رَأَى نُخَامَةً فِيْ قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ فَتَغَيَّظَ عَلَى النَّاسِ ثُمَّ حَكَّهَا قَالَ: وَأَحْسِبُهُ قَالَ: فَدَعَا بِزَعْفَرَانٍ فَلَطَخَهُ بِهِ وَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قِبَلَ وَجْهِ أَحَدِكُمْ إِذَا صَلَّى فَلَا يَبْصُقْ بَيْنَ يَدَيْهِ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے اچانک آپ کی نظر مسجد کے قبلہ کی طرف والی دیوار پر پڑی جس پر کسی نے تھوک دیا تھا۔ (اس کی وجہ سے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں پر ناراض ہوئے اور پھر اسے کھرچ کر صاف کر دیا۔ راوی کہتے ہیں کہ مجھے خیال پڑتا ہے کہ انہوں نے یہ بھی بیان کیا تھا کہ پھر آپ نے زعفران منگایا اور اس جگہ پر لگا دیا اور فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے سامنے ہوتا ہے اس لئے اپنے سامنے تھوکا نہ کرو۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری مسجد میں تشریف لائے اور آپ کے ہاتھ میں کھجور کی خشک ٹہنی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی قبلہ والی دیوار پر تھوک دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے گئے اور کھجور کی پرانی خشک ٹہنی سے اس کو کھرچ کر نکال دیا پھر ارشاد فرمایا تم میں سے کون اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اللہ اس سے اعراض کرے؟ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھنے کھڑا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے سامنے ہوتا ہے اس لئے کوئی اپنے سامنے نہ تھوکے اور نہ دائیں طرف تھوکے بلکہ بائیں طرف پاؤں کے نیچے تھوکے اگر (بے قابو ہو کے) تھوک زیادہ آرہا ہو تو اپنے کپڑے پر اس طرح تھوک دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑے کو منہ پر رکھا اور پھر اس کو مل کر دکھلایا۔ (ابوداؤد وغیرہ)

تشریح: بائیں طرف پیر کے نیچے تھوکنے کا حکم اس صورت میں ہے کہ نماز مسجد میں نہ پڑھتا ہو اور اگر مسجد میں پڑھتا ہو تو اپنے کپڑے میں ہی تھوکے اس زمانے میں رومال وغیرہ ہیں وہ

دائیں طرف تھوکنے سے ممانعت کی وجہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ فرشتہ دائیں طرف ہوتا ہے۔ سامنے تھوکنے سے ممانعت کی وجہ ادب کی رعایت ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ جہت سے پاک ہے اور فرشتہ سے مراد یا تو کراماً کاتبین کے علاوہ وہ فرشتہ ہے جو نماز کے وقت نمازی کی تائید کرنے اور اس کی دعا پر آمین کہنے کے لئے حاضر ہوتا ہے لہٰذا نمازی پر اپنے مہمان کا اکرام واجب ہے یا اس سے مراد کراماً کاتبین ہیں اور دائیں طرف والے فرشتہ کو خاص کیا اس کی بائیں طرف والے پر فضیلت ظاہر کرنے کے لئے جیسا کہ دائیں طرف افضل ہے بائیں طرف سے اور رحمت کا فرشتہ افضل ہے عذاب کے فرشتے سے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے مسجد سے کوئی تکلیف دہ چیز نکال دی اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک محل بنا دے گا۔ (ابن ماجہ)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو قبلہ کی طرف تھوکے قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا تھوک اس کی آنکھوں کے سامنے لگا ہوا ہوگا۔ (یعنی چہرہ پر) ظاہر ہوگا۔ (ابو داؤد، ابن خزیمہ، ابن حبان)

تشریح:۔ ابن عمرؓ کی روایت میں ہے کہ قبلہ کی طرف تھوکنے والا قیامت کے دن اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ اس کا تھوک اس کے چہرہ پر ہوگا۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اپنے محلوں میں مسجدیں بنائیں اور انہیں صاف ستھرا رکھیں۔ (ابو داؤد)

تشریح: حدیث کے لفظ کا علماء نے ترجمہ یہ بھی کیا ہے "گھروں میں" اس اعتبار سے حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ ہم اپنے گھروں میں مسجدیں بنائیں۔ گھر کے ایک حصہ کو مسجد کے لئے مخصوص کر دیں جس کو مسجد کی طرح صاف ستھرا رکھیں۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز ادا فرماتے اور نوافل گھر میں آ کر ادا فرماتے۔

وہ کام جن کا مسجد میں کرنا جائز نہیں

حدیث شریف میں ہے:

مسجدیں صرف اللہ ہی کے ذکر کیلئے بنائی گئی ہیں پس جو کام بھی ذکر اللہ کے متعلق نہ ہو اس کا کرنا مسجد میں جائز نہ ہوگا کیونکہ اس سے مسجد کی ویرانی ہے۔

فقہاء نے لکھا ہے کہ جو شخص اجرت پر (یعنی تنخواہ لے کر) علم دین پڑھاتا ہو اس کو بھی مسجد میں بیٹھ کر پڑھانا منع ہے۔

اسی طرح کسی ایسی چیز کا اعلان کرنا جو مسجد سے باہر کہیں کھوئی ہو منع ہے۔

اسی طرح کسی تجارت کے اشتہار مسجد میں تقسیم کرنا منع ہے۔ مسجد میں قبلہ کی جانب اشتہارات یا مختلف کیلنڈر وغیرہ آویزاں کرنا مکروہ ہے کہ اس سے نمازی کی توجہ منتشر ہونے کا قوی اندیشہ ہے۔

جنبی اور حیض والی عورت کو مسجد میں جانا گناہ ہے۔

بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ مسجد میں انگلیاں چٹخاتے رہتے ہیں اس سے بھی سختی سے بچنا چاہئے۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں، ہمارے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے نبھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔ یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمائیے۔ یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اس کو صحیح انداز میں محبت و حکمت سے دوسروں تک اور خود بھی اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ
اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى
اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

مسجد میں داخل ہونے اور باہر آنے کی دعا

عَنْ اَبِیْ اُسَیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
اِذَا دَخَلَ اَحَدُکُمُ الْمَسْجِدَ فَلْیَقُلْ اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ وَاِذَا خَرَجَ فَلْیَقُلْ
اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ

ترجمہ: ابو اسید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہونے لگے تو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ (اے اللہ میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے) اور جب مسجد سے باہر جانے لگے تو دعا کرے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ اے اللہ میں تجھ سے تیرے فضل کا سوال کرتا ہوں۔ (صحیح مسلم)

تشریح:۔ قرآن و حدیث میں رحمت کا لفظ زیادہ تر اخروی اور دینی و روحانی انعامات کے لئے اور فضل کا لفظ رزق وغیرہ دنیوی نعمتوں میں زیادتی کے لئے استعمال کیا گیا ہے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے داخلہ کے لئے رحمت کا دروازہ کھولنے کی دعا تعلیم فرمائی کیونکہ مسجد دینی و روحانی اور اخروی نعمتوں ہی کے حاصل کرنے کی جگہ ہے اور مسجد سے نکلتے وقت کے لئے اللہ سے اس کا فضل یعنی دنیوی نعمتوں کی فراوانی مانگنے کی تلقین فرمائی۔ کیونکہ مسجد سے باہر کی دنیا کے لئے یہی مناسب ہے۔ ان دونوں باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ مسجد میں آنے اور جانے کے وقت بندہ غافل نہ ہو اور ان دونوں حالتوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی توجہ سائل کی حیثیت سے ہو۔

ان دعاؤں کی حکمت

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ اپنے وعظ "درود شریف کے فضائل" میں ان دعاؤں کی حکمت کے بارے میں فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مسجد میں داخل ہوتے وقت اور مسجد سے نکلتے وقت یہ دو عجیب دعائیں تلقین فرمائی ہیں فرمایا کہ داخل ہوتے وقت یہ دعا کرو کہ اے اللہ! میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور مسجد سے نکلتے وقت یہ دعا کرو کہ اے اللہ! میں آپ سے آپ کا فضل مانگتا ہوں۔ گویا کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت رحمت کی دعا مانگی اور مسجد سے نکلتے وقت فضل کی دعا مانگی۔

علماء نے ان دونوں دعاؤں کی حکمت یہ بیان فرمائی کہ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں عام طور پر "رحمت" کا اطلاق آخرت کی نعمتوں پر ہوتا ہے چنانچہ جب کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو اس کیلئے "رحمہ اللہ" یا "رحمۃ اللہ علیہ" کے الفاظ سے دعا کی جاتی ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔ اور "فضل" کا اطلاق عام طور پر دنیاوی نعمتوں پر ہوتا ہے مثلاً مال و دولت، بیوی بچے گھر بار، روزی کمانے کے اسباب وغیرہ کو "فضل" کہا جاتا ہے۔ لہذا مسجد میں داخل ہوتے وقت دعا کرو کہ اے اللہ میرے لئے رحمت کے دروازے کھول دیجئے یعنی آخرت کی نعمتوں کے دروازے کھول دیجئے۔ اور مسجد میں داخل ہونے کے بعد مجھے اپنی عبادت اور آپ کا ذکر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے جس کے

ذریعہ آپ کی رحمت یعنی آخرت کی نعمتوں کے دروازے مجھ پر کھل جائیں اور آخرت کی نعمتیں مجھے حاصل ہو جائیں۔

اور چونکہ مسجد سے نکلنے کے بعد یا تو آدمی اپنے گھر جائیگا یا ملازمت کیلئے دفتر جائیگا یا اپنی دکان پر جائیگا اور کسب معاش کریگا۔ اس لئے اس موقع پر یہ دعا تلقین فرمائی کہ اے اللہ مجھ پر اپنے فضل کے دروازے کھول دیجئے یعنی دنیاوی نعمتوں کے دروازے کھول دیجئے۔

آپ غور کریں کہ اگر انسان کی صرف یہ دو دعائیں قبول ہو جائیں تو پھر انسان کو اور کیا چاہئے؟ اس لئے کہ دنیا میں اللہ کا فضل مل گیا اور آخرت میں اللہ کی رحمت حاصل ہوگئی''' اللہ تعالیٰ ہم سب کے حق میں ان دونوں دعاؤں کو قبول فرمائے۔ آمین" اور جب یہ عظیم الشان دعائیں کرو تو اس سے پہلے ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج دو تو چونکہ درود تو اللہ نے قبول ہی کرنا ہے یہ ممکن نہیں کہ اسکو قبول نہ کریں۔ اس لئے کہ اللہ تو قبولیت کا پہلے سے اعلان کر چکے ہیں اور جب درود شریف قبول کریں گے تو اسکے ساتھ ہماری یہ دعائیں بھی قبول کر لیں گے اور اگر یہ دعائیں قبول ہو گئیں تو دنیا آخرت کی نعمتیں حاصل ہو گئیں۔ اس لئے مسجد میں جاتے وقت اور نکلتے وقت درود شریف ضرور پڑھ لینا چاہیے۔

مسجد کی آبادکاری کے لئے چند کام

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مسجد کو آباد کرنے کے لئے اور اس کے عالمگیر پیغام کو زندہ کرنے کے لئے چند کام کئے جائیں۔

۱۔ مساجد کے امام ایسے منتخب کئے جائیں جنہوں نے اسلامی علوم کو ماہر اساتذہ سے حاصل کیا ہو اور کسی دینی درسگاہ سے تعلیم پائی ہو جن کے معیار تعلیم و تربیت پر اعتماد کیا جاتا ہو۔

۲۔ مسجد میں امام اور محلے کی عوام پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی جائے جس کے نظام کے مطابق یہ سب لوگ ہر روز یا ہر ہفتے محلے کی عوام سے شخصی ملاقاتیں کریں۔ اور انہیں مسجد کی حاضری کے لئے ترغیب دیں۔

۳۔ ہر مسجد میں روزانہ مختصر عام فہم انداز میں درس قرآن ہونا چاہئے۔ جس میں عام مسلمان شریک ہوں۔

۴۔ ہر مسجد میں ایک مختصر دارالمطالعہ ہونا چاہئے جس میں مقامی زبان میں لکھی ہوئی دینی کتابوں کا مستند ذخیرہ موجود ہو اور عام مسلمان اس سے فائدہ اٹھائیں۔

۵۔ امام مسجد کو چاہئے کہ وہ ایک دن عورتوں کی تعلیم کے لئے مقرر کرے خواتین محلے کے کسی گھر میں جمع ہوں اور امام ان کو پردے میں نصیحت کرے اور انہیں دین کے ضروری مسائل بتائے۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمائیے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اس کو صحیح انداز میں محبت و حکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

مسجد سے تعلق... ایمان کی نشانی

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَيْتُمُ الرَّجُلَ يَتَعَاهَدُ الْمَسْجِدَ فَاشْهَدُوْا لَهُ بِالْإِيْمَانِ فَإِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ مسجد سے تعلق رکھتا ہے اور اس کی خدمت اور نگہداشت کرتا ہے تو اس کے لئے ایمان کی شہادت دو کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ کی مسجدوں کو آباد وہی لوگ کرتے ہیں جو ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور یوم آخرت پر۔ (جامع ترمذی سنن ابن ماجہ سنن دارمی)

تشریح... مطلب یہ ہے کہ مسجد اللہ تعالیٰ کی عبادت کا مرکز اور دین کا شعار و نشان ہے اس لئے اس کے ساتھ مخلصانہ تعلق اور اس کی خدمت و نگہداشت اور اس بات کی فکر و کوشش کہ وہ اللہ کے ذکر و عبادت سے معمور اور آباد رہے یہ سب سچے ایمان کی نشانی اور دلیل ہے۔

مسجدوں میں صفائی اور خوشبو کا حکم

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا محلوں میں مسجدیں بنانے کا اور یہ بھی حکم دیا کہ ان کی صفائی کا اور خوشبو کے استعمال کا اہتمام کیا جائے۔ (سنن ابی داؤد جامع ترمذی سنن ابن ماجہ)

تشریح... مطلب یہ ہے کہ جو محلے اور آبادیاں دور دور ہوں (جیسا کہ مدینہ منورہ کے قرب و جوار کی بستیوں کا حال تھا) تو ضرورت کے مطابق وہاں مسجدیں بنائی جائیں اور ہر قسم کے کوڑے کرکٹ سے ان کی صفائی کا اور ان میں خوشبو کا انتظام کیا جائے مسجدوں کی دینی عظمت اور اللہ تعالیٰ سے ان کی نسبت کا یہ بھی خاص حق ہے۔

مساجد کی ظاہری شان و شوکت

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے خدا کی طرف سے حکم نہیں دیا گیا ہے مسجدوں کو بلند اور شاندار بنانے کا (یہ حدیث بیان فرمانے کے بعد حدیث کے راوی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بطور پیشین گوئی) فرمایا کہ یقیناً تم لوگ اپنی مسجدوں کی آرائش و زیبائش اسی طرح کرنے لگو گے جس طرح یہود و نصاریٰ نے اپنی عبادت گاہوں میں کی ہے۔ (سنن ابی داؤد)

تشریح... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا منشاء اور اس کی روح یہ ہے کہ مسجدوں میں ظاہری شان و شوکت اور ٹیپ ٹاپ مطلوب اور محمود نہیں ہے بلکہ ان کے لئے سادگی ہی مناسب اور پسندیدہ ہے۔ آگے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے مسجدوں کے متعلق امت کی بے راہ روی کے بارہ میں جو پیشین گوئی فرمائی ظاہر ہی ہے کہ وہ بات بھی انہوں نے کسی موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے سنی ہوگی۔ سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ ہی کی روایت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے۔

میں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگ بھی ایک وقت (جب میں تم میں نہ ہوں گا) اپنی مسجدوں کو اسی طرح شاندار بناؤ گے جس طرح یہود نے اپنے کنیسے بنائے ہیں اور نصاریٰ نے اپنے گرجے۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس نے (جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قریباً ساٹھ سال تک اس دنیا میں رہے) مسلمانوں کے مزاج اور طرز زندگی میں تبدیلی کا رخ اور اس کی رفتار دیکھ کر یہ پیشین گوئی فرمائی ہو۔ بہرحال پیشین گوئی کی بنیاد جو بھی ہو حرف بحرف پوری ہوئی۔ ہندوپاک ہی کے بعض علاقوں میں ایسی مسجدیں دیکھی جا سکتی ہیں جن کی آرائش و زیبائش کے مقابلے میں کوئی کنیسہ اور کلیسا پیش نہیں کیا جا سکتا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مسجدوں کے بارے میں لوگ ایک دوسرے کے مقابلہ میں فخر و مباہات کرنے لگیں گے۔ (یعنی اپنی فوقیت اور اپنی بڑائی ظاہر کرنے کیلئے ایک کے مقابلہ میں ایک شاندار مسجد بنائے گا)

(سنن ابوداؤد، سنن نسائی، مسند داری، سنن ابن ماجہ)

تشریح: قیامت کی نشانیوں میں سے بعض تو وہ ہیں جو اس کے بالکل قریب ظاہر ہوں گی جیسے دجال کا نکلنا اور آفتاب کا مغرب کی سمت سے طلوع ہونا وغیرہ وغیرہ اور بعض وہ ہیں جو قیامت سے پہلے کسی نہ کسی وقت ظاہر ہوں گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت میں پیدا ہونے والی جن خرابیوں اور جن فتنوں کو قیامت کی نشانیوں میں سے بتایا ہے وہ اسی قسم کی ہیں اور مسجدوں کے بارہ میں فخر و مباہات بھی انہی میں سے ہے اور مسلمان اب سے بہت پہلے اس میں مبتلا ہو چکے ہیں۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی نصیحت کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمائیے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اس کو صحیح انداز میں محبت و حکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

اللھم صل علی محمد

ملأ السموات وملأ الأرض وملأ العرش العظیم

مسجد بنانے کی ترغیب

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ عِنْدَ قَوْلِ النَّاسِ فِيْهِ حِيْنَ بَنٰى مَسْجِدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكُمْ اَكْثَرْتُمْ عَلَيَّ وَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ بَنٰى مَسْجِدًا يَبْتَغِيْ بِهٖ وَجْهَ اللّٰهِ بَنَى اللّٰهُ لَهٗ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ

ترجمہ: لوگوں نے جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر مسجد نبوی کے بنانے اور توسیع کرنے پر اعتراض کیا تو ارشاد فرمایا تم نے مجھ پر بہت اعتراضات کئے۔ حالانکہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتا سنا ہے کہ جس نے کوئی مسجد بنائی اور اس سے وہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک عظیم الشان محل تعمیر کرتا ہے۔ (بخاری، مسلم وغیرہ)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے اللہ کی رضا کے لئے بٹیر کے گھونسلے کے برابر بھی مسجد بنائی اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں شاندار محل بنائے گا۔ (بزار، طبرانی، ابن حبان)

تشریح: مسجد کی تعمیر کا ثواب سن کر لوگوں کو شوق پیدا ہو کہ ہم بھی مسجد بنائیں تو اس کیلئے ضروری ہے مسجد بنانے پر ثواب تبھی ہوگا جب اسی جگہ مسجد بنائی جائے جہاں واقعی مسجد بنانے کی ضرورت ہو ورنہ پہلے سے موجود مسجد کے برابر میں مسجد تعمیر کرنا یہ بے محل صرف ہوگا اس لئے مسجد ایسی جگہ بنائی جائے جہاں ضرورت ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے زمانے میں جب ممالک فتح ہوئے اور مسجدیں بنانے کی ضرورت پیش آئی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم جاری فرمایا کہ ایک شہر میں دو مسجدیں اس طرح نہ بنائیں کہ ایک سے دوسرے کو نقصان پہنچے یعنی دوسری مسجد اگر بنائی جائے تو اتنے فاصلے پر بنائی جائے کہ پہلی مسجد کی جماعت پر اس سے کوئی اثر نہ پڑے۔

تشریح: اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص نے اپنی بساط کے مطابق اتنی چھوٹی سی مسجد ہی بنوادی جیسا کہ بٹیر کا گھونسلہ تو اس کے لئے بھی جنت میں محل ہے بلکہ علماء نے لکھا ہے کہ مسجد کے بنانے میں کچھ پیسے ہی دے کر کوئی شرکت کرے کہ اس حصہ میں ایک دو اینٹ ہی آتی ہو جو تقریباً بٹیر کے گھونسلے کے برابر ہو گی اس پر بھی یہ فضیلت ہے)

مسجد کی صفائی اور اس کو پاک رکھنے اور اس میں خوشبو لگانے کی ترغیب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک سیاہ فام عورت مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مسجد میں نہ پایا تو چند روز کے بعد اس کے متعلق پوچھا کسی نے بتایا کہ اس کا تو انتقال ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگوں نے مجھے کیوں خبر نہ کی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور اس کی نماز (جنازہ) پڑھی (بخاری، مسلم، ابن ماجہ)

تشریح: مسجد کی صفائی کی اتنی بڑی فضیلت ہے کہ مسجد کی صفائی کرنے والی عورت کی نماز جنازہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قبر پر جا کر ادا فرمائی۔

بدبودار چیز کھا کر مسجد میں آنے کی ممانعت

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ الْمُنْتِنَةِ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا فَاِنَّ الْمَلٰٓئِكَةَ تَتَاَذّٰى مِمَّا يَتَاَذّٰى مِنْهُ الْاِنْسُ

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس بدبودار درخت (پیاز یا لہسن) سے کھائے وہ ہماری مسجد میں نہ آئے کیونکہ جس چیز سے آدمیوں کو تکلیف ہوتی ہے اس سے فرشتوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

تشریح:.... مسجدوں کی دینی عظمت اور حق تعالیٰ کے ساتھ ان کی خاص نسبت کا ایک حق یہ بھی ہے کہ ہر قسم کی بدبو سے ان کی حفاظت کی جائے چونکہ لہسن اور پیاز میں بھی ایک طرح کی بدبو ہوتی ہے اور بعض مخصوص علاقوں میں پیدا ہونے والی ان دونوں چیزوں کی بو بہت ہی تیز اور سخت ناگوار ہوتی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لوگ ان کو کچا بھی کھاتے تھے اس لئے آپ نے حکم دیا کہ ان کو کھا کر کوئی آدمی مسجد میں نہ آئے اور اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ جس چیز سے سلیم الطبع آدمیوں کو اذیت ہوتی ہے اس سے اللہ کے فرشتوں کو بھی اذیت ہوتی ہے اور مسجدوں میں چونکہ فرشتوں کی آمد و رفت بڑی کثرت سے ہوتی ہے اور خاص کر نماز میں وہ بنی آدم کے ساتھ بڑی تعداد میں شریک رہتے ہیں اس لئے ضروری ہے کہ بدبو جیسی کسی بھی چیز سے ان مقدس اور محترم مہمانوں کو ایذا نہ پہنچے۔

ایک دوسری حدیث میں وضاحت کے ساتھ پیاز اور لہسن دونوں کا نام لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو کھا کر کوئی ہماری مسجد میں نہ آیا کرے۔ اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ اگر کسی کو یہ چیزیں کھانی ہی ہوں تو پکا کر ان کی بدبو زائل کر لیا کرے۔

ان حدیثوں میں اگرچہ صرف پیاز اور لہسن کا ذکر آیا ہے لیکن ظاہر ہے کہ ہر بدبودار ایسی چیز کا جس سے سلیم الفطرت انسانوں کو اذیت پہنچے یہی حکم ہے۔

مسجدوں میں شعر بازی اور خرید و فروخت کی ممانعت

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجدوں میں شعر بازی کرنے سے اور خرید و فروخت کرنے سے منع فرمایا اور اس سے بھی منع فرمایا کہ جمعہ کے دن مسجد میں نماز سے پہلے لوگ اپنے حلقے بنا بنا کر بیٹھیں (سنن ابی داؤد و جامع ترمذی)

تشریح:.... مسجدوں کی دینی عظمت کا یہ بھی حق ہے کہ جو مشغلے اللہ کی عبادت سے اور دین سے قریبی تعلق نہ رکھتے ہوں وہ اگرچہ اپنی ذات اور اصل کے اعتبار سے جائز ہوں (خواہ کاروباری ہوں جیسے تجارت سوداگری یا تفریحی ہوں جیسے مشاعرے اور ادبی مجلسیں) مسجد یہاں کے لئے استعمال نہ کی جائیں۔ مسجد میں شعر بازی اور خرید و فروخت کی ممانعت کی بنیاد یہی ہے حدیث کا آخری جز جو جمعہ کے دن سے متعلق ہے اس کا منشا اور مطلب بظاہر یہ ہے کہ جو لوگ جمعہ کے دن نماز کے لئے پہلے سے مسجد پہنچ جائیں (جس کی خود حدیثوں میں ترغیب دی گئی ہے) ان کو چاہیے کہ وہ نماز تک یکسوئی کے ساتھ ذکر و عبادت اور دعا جیسے اشغال میں مشغول رہیں اپنے الگ الگ حلقے اور مجلسیں قائم نہ کریں۔

چھوٹے بچوں اور شور سے مسجدوں کی حفاظت

حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنی مسجدوں سے دور اور الگ رکھو اپنے چھوٹے بچوں کو اور دیوانوں کو (ان کو مسجدوں میں نہ آنے دو) اور اسی طرح مسجدوں سے الگ اور دور رکھو اپنی خرید و فروخت کو اور اپنے باہمی جھگڑوں کو اور اپنے شور و شغب کو اور حدود کے قائم کرنے کو اور تلواروں کو نیاموں سے نکالنے کو (یعنی ان میں سے کوئی بات بھی مسجدوں کی حدود میں نہ ہو یہ سب باتیں مسجد کے تقدس اور احترام کے خلاف ہیں) (سنن ابن ماجہ)

مسجدوں میں دنیا کی بات نہ کی جائے

حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ مسجدوں میں لوگوں کی بات چیت اپنے دنیوی معاملات میں ہوا کرے گی تمہیں چاہئے کہ ان لوگوں کے پاس بھی نہ بیٹھو اللہ کو ان لوگوں سے کوئی سروکار نہیں۔ (شعب الایمان للبیہقی)

تشریح:... مسجد چونکہ خانۂ خدا ہے اس لئے اس کے ادب کا یہ بھی تقاضا ہے کہ اس میں ایسی باتیں نہ کی جائیں جن کا اللہ کی رضا طلبی سے اور دین سے کوئی تعلق نہ ہو۔ ہاں مسلمانوں کے اجتماعی اور ملی مسائل کے بارے میں خواہ ان کا تعلق مسلمانوں کی زندگی کے کسی شعبہ سے ہو ان کے بارے میں مسجدوں میں مشورے کئے جاسکتے ہیں اور اس سلسلے کے کاموں کے لئے مسجدوں کو استعمال کیا جاسکتا ہے لیکن اس میں بھی مسجدوں کے عام آداب کا لحاظ ضروری ہوگا نیز یہ بھی شرط ہوگی کہ یہ سب کچھ شرع کی ہدایت کے تحت ہو اس سے آزاد ہو کر نہ ہو۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمائیے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اس کو صحیح انداز میں محبت و حکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

اللّٰهم صل على سيدنا محمد

وآله وصحبه وسلم بعدد ما في جميع القرآن

حرفا حرفا وبعدد كل حرف ألفا ألفا

پڑھنا افضل اور زیادہ ثواب کی بات ہو لیکن ہم کم از کم رات کی نمازیں مسجد میں حاضر ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہی پڑھ لیا کریں اور چونکہ اس جذبہ کی بنیاد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ آپ کی بیویوں کی ایمانی محبت تھی اور اس زمانے میں کسی فتنہ کا اندیشہ بھی نہیں تھا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا کہ عورتیں اگر رات کو مسجدوں میں جانے کی اجازت چاہیں تو ان کو اجازت دے دیا کرو۔ بہر حال یہ اجازت دینے کا حکم اس وقت کا ہے جب کہ عورتوں کے مسجد میں جانے میں کسی برائی کا خطرہ اور کسی فتنہ کا اندیشہ نہیں تھا اور بعض صحابہ کرام صرف عرفی غیرت یا اپنے خاص مزاج کی وجہ سے اپنی بیویوں کو مسجد میں جانے سے منع کر دیتے تھے۔ لیکن جب عورتوں اور مردوں دونوں کے حالات میں تبدیلی آ گئی اور فتنوں کے اندیشے پیدا ہو گئے تو خود حضرت عائشہ صدیقہؓ (جن سے زیادہ کوئی بھی عورتوں کے ظاہری و باطنی حال اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج وشناس سے واقف نہیں ہو سکتا) سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان باتوں کو دیکھتے جو عورتوں نے اپنے (طرز زندگی میں) اب پیدا کر لی ہیں تو آپ خود ان کو مسجدوں میں جانے سے منع فرما دیتے جس طرح کہ (اسی قسم کی باتوں کی وجہ سے) بنی اسرائیل کی عورتوں کو (ان کی عبادت گاہوں میں جانے سے اگلے پیغمبروں کے زمانہ میں) روک دیا گیا تھا۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

تشریح…… یہ بات حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اپنے زمانہ میں فرمائی تھی اور بقول حضرت شاہ ولی اللہؒ اسی بناء پر جمہور صحابہ کی یہ رائے ہو گئی تھی کہ اب عورتوں کو مسجدوں میں نہ جانا چاہئے بعد کے زمانوں میں ان تبدیلیوں میں جو اور ترقی ہوئی اور ہمارے معاشرے کی خرابیوں میں جو بے حساب اضافہ ہوا اس کے بعد تو ظاہر ہے کہ اس کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہی۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمایئے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمایئے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد' عبادات' معاملات' معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمایئے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اس کو صحیح انداز میں محبت و حکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین

اللّٰہم صل علی النبی محمد حتی لا یبقیٰ

من صلواتک شیء وبارک علی النبی محمد حتی لا یبقیٰ من برکاتک شیء وارحم النبی محمد حتی لا یبقیٰ من رحمتک شیء وسلم علی النبی محمد حتی لا یبقیٰ من سلامک شیءا

جماعت کی اہمیت

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ لَقَدْ رَأَیْتُنَا وَمَا یَتَخَلَّفُ عَنِ الصَّلٰوۃِ اِلَّا مُنَافِقٌ قَدْ عُلِمَ نِفَاقُہٗ اَوْ مَرِیْضٌ اِنْ کَانَ الْمَرِیْضُ لَیَمْشِیْ بَیْنَ رَجُلَیْنِ حَتّٰی یَاْتِیَ الصَّلٰوۃَ وَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَّمَنَا سُنَنَ الْھُدٰی وَاِنَّ مِنْ سُنَنِ الْھُدٰی الصَّلٰوۃَ فِی الْمَسْجِدِ الَّذِیْ یُؤَذَّنُ فِیْہِ

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم نے اپنے کو (یعنی مسلمانوں کو) اس حال میں دیکھا ہے کہ نماز با جماعت میں شریک نہ ہونے والا یا تو بس کوئی منافق ہوتا تھا جس کی منافقت اکثر چھپی نہیں ہوتی تھی بلکہ معلوم ہوتی تھی اور لوگوں کو اس کی منافقت کا علم ہوتا تھا۔ یا کوئی بیچارہ مریض ہوتا تھا (جو بیماری کی مجبوری سے مسجد تک نہیں آ سکتا تھا) اور بعض مریض بھی دو آدمیوں کے سہارے چل کر آتے تھے اور جماعت میں شریک ہوتے تھے۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو "سنن ہدیٰ" کی تعلیم دی ہے (یعنی دین و شریعت کی ایسی باتیں بتلائی ہیں جن سے ہماری ہدایت و سعادت وابستہ ہے) اور انہی (سنن ہدیٰ) میں سے ہے ایسی مسجد میں جہاں اذان دی جاتی ہو جماعت سے نماز ادا کرنا۔ (صحیح مسلم)

ایک دوسری روایت میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ ارشاد اس طرح نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:۔

"اے مسلمانو! اللہ نے تمہارے نبیؐ کے لئے "سنن ہدیٰ" مقرر فرمائی ہیں (یعنی ایسا دین کا حکم دیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے مقام قرب و رضا تک پہنچانے والے ہیں) اور یہ پانچوں نمازیں جماعت سے مسجد میں ادا کرنا انہی "سنن ہدیٰ" میں سے ہے۔ اور اگر تم اپنے گھروں ہی میں نماز پڑھنے لگو گے جیسا کہ یہ ایک آدمی جماعت سے الگ اپنے گھر میں نماز پڑھتا ہے (یا اس زمانے کے کسی خاص شخص کی طرف اشارہ تھا) تو تم اپنے پیغمبر کا طریقہ چھوڑ دو گے اور جب تم اپنے پیغمبر کا طریقہ چھوڑ دو گے تو یقین جانو کہ تم راہ ہدایت سے ہٹ جاؤ گے اور گمراہی کے غار میں جا گرو گے۔ (صحیح مسلم)

تشریح:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنے اس ارشاد میں فرمایا ہے کہ پانچوں وقت کی نماز جماعت سے مسجد میں ادا کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم فرمودہ "سنن ہدیٰ" میں سے ہے یعنی آپ کی ان اہم دینی تعلیمات میں سے ہے جن سے امت کی ہدایت وابستہ ہے۔ آگے آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جماعت کی پابندی ترک کر کے اپنے گھروں ہی میں نماز پڑھنے لگنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو چھوڑ کر گمراہی اختیار کر جانا ہے۔ اسی کے ساتھ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اس امت کے اس اولین دور میں جو مثالی اور معیاری دور تھا منافقوں اور مجبور مریضوں کے علاوہ ہر مسلمان جماعت ہی سے نماز ادا کرتا تھا اور اللہ کے بعض صاحب عزیمت بندے تو بیماری کی حالت میں بھی دوسروں کے سہارے آ کر جماعت میں شرکت کرتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ۔ منافقوں پر کوئی نماز بھی فجر و عشاء

سے زیادہ بھاری نہیں ہے اور اگر وہ جانتے کہ ان دونوں میں کیا اجر و ثواب ہے اور کیا برکتیں ہیں تو وہ ان نمازوں میں بھی حاضر ہوا کرتے اگرچہ ان کو گھٹنوں کے بل گھسٹ کر آنا پڑتا۔ (یعنی اگر بالفرض کسی بیماری کی وجہ سے وہ چل کر نہ آسکتے تو گھٹنوں کے بل گھسٹ کے آتے) اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا) کہ میرے جی میں آتا ہے کہ (کسی دن) میں موذن کو حکم دوں کہ وہ جماعت کے لئے اقامت کہے پھر میں کسی شخص کو حکم دوں کہ (میری جگہ) وہ لوگوں کی امامت کرے اور خود آگ کے فتیلے ہاتھ میں لوں اور ان لوگوں پر (یعنی ان کے موجود ہوتے ہوئے ان کے گھروں میں) آگ لگا دوں جو اس کے بعد بھی (یعنی اذان سننے کے بعد بھی) نماز میں شرکت کرنے کے لئے گھروں سے نہیں نکلتے۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

تشریح ..... اللہ اکبر! کتنی سخت وعید ہے اور کیسے جلال اور غصہ کا اظہار ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان لوگوں کے حق میں جو آپ کے زمانے میں جماعت میں غیر حاضر ہوتے تھے۔

اور اسی بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسی طرح کا ایک لرزہ خیز ارشاد حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے سنن ابن ماجہ میں مروی ہے بلکہ وہ اس سے بھی زیادہ صاف و صریح ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

لوگوں کو چاہئے کہ وہ جماعت ترک کرنے سے باز آئیں۔ نہیں تو میں ان کے گھروں میں آگ لگوادوں گا۔

یہ جماعت چھوڑنے والے جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنے سخت غصہ کا اظہار فرمایا خود عقیدے کے منافق ہوں یا عمل کے منافق (یعنی دینی اعمال میں سستی اور کوتاہی کرنے والے) بہرحال اس وعید اور دھمکی کا تعلق ان کے عمل "ترک جماعت" سے ہے۔ اسی بناء پر بعض ائمہ سلف (جن میں سے ایک امام احمد بن حنبل بھی ہیں) اس طرف گئے ہیں کہ ہر غیر معذور شخص کے لئے جماعت سے نماز پڑھنا فرض ہے۔ یعنی ان کے نزدیک جس طرح نماز پڑھنا فرض ہے اسی طرح اس کو جماعت سے پڑھنا ایک مستقل فرض ہے اور جماعت کا چھوڑنے والا ایک فرض عین کا تارک ہے لیکن محققین احناف نے "جماعت" سے متعلق تمام احادیث کو سامنے رکھ کر یہ رائے قائم کی ہے کہ اس کا درجہ واجب کا ہے اور اس کا تارک گنہگار ہے اور مندرجہ بالا حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ایک طرح کی دھمکی ہے۔ واللہ اعلم۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمائیے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اس کو صحیح انداز میں محبت و حکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

نماز باجماعت کی فضیلت اور برکت

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
صَلٰوةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلٰوةَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ باجماعت نماز پڑھنا اکیلے نماز پڑھنے کے مقابلہ میں ستائیس درجہ زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ (صحیح بخاری صحیح مسلم)

تشریح:..... جس طرح ہماری اس مادی دنیا میں چیزوں کے خواص اور اثرات میں درجوں اور نمبروں کا فرق ہوتا ہے اور اس کی بناء پر ان چیزوں کی افادیت اور قدر و قیمت میں بھی فرق ہو جاتا ہے اسی طرح ہمارے اعمال میں بھی درجوں اور نمبروں کا فرق ہوتا ہے اور اس کا صحیح اور تفصیلی علم بس اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی عمل کے متعلق یہ فرماتے ہیں کہ یہ فلاں عمل کے مقابلے میں اتنے درجہ افضل ہے تو وہ اس انکشاف کی بناء پر فرماتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس سلسلہ میں آپ پر کیا جاتا ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ نماز باجماعت کی فضیلت اکیلے نماز پڑھنے کے مقابلہ میں ۲۷ درجہ زیادہ ہے اور اس کا ثواب ۲۷ گنا زیادہ ملنے والا ہے وہ حقیقت ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر منکشف فرمائی اور آپ نے اہل ایمان کو بتلائی۔ اب صاحب ایمان کا مقام یہ ہے کہ وہ اس پر دل سے یقین کرتے ہوئے ہر وقت کی نماز جماعت ہی سے پڑھنے کا اہتمام کرے۔

نماز صرف ایک عبادتی فریضہ ہی نہیں ہے بلکہ وہ ایمان کی نشانی اور اسلام کا شعار بھی ہے اور اس کا ادا کرنا اسلام کا ثبوت اور اس کا چھوڑ نا دین سے بے پرواہی اور اللہ و رسولؐ سے بے تعلقی کی علامت ہے۔ اس لئے ضروری تھا کہ نماز کی ادائیگی کا کوئی ایسا بندوبست ہو کہ ہر شخص اس فریضہ کو اعلانیہ سب کے سامنے ادا کرے۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز باجماعت کا نظام قائم فرمایا اور ہر مسلمان کے لئے جو بیمار یا کسی دوسری وجہ سے معذور نہ ہو جماعت سے نماز ادا کرنا لازمی قرار دیا۔ اس نظام جماعت کا خاص راز اور اس کی خاص الخاص حکمت یہی ہے کہ اس کے ذریعہ افراد امت کا روزانہ بلکہ ہر روز پانچ مرتبہ احتساب ہو جاتا ہے۔ نیز تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ اس جماعتی نظام کے طفیل بہت سے وہ لوگ بھی پانچوں وقت کی نماز پابندی سے ادا کرتے ہیں جو ہمت کی کمی اور جذبے کی کمزوری کی وجہ سے انفرادی طور پر کبھی بھی اس کی پابندی نہ کر سکتے۔

علاوہ ازیں باجماعت نماز کا یہ نظام بجائے خود افراد امت کے دینی تعلیم و تربیت کا اور ایک دوسرے کے احوال سے باخبری کا ایسا غیر رسمی اور بے تکلف انتظام بھی ہے جس کا بدل سوچا بھی نہیں جا سکتا۔

نیز نماز باجماعت کی وجہ سے مسجد میں عبادت و انابت اور توجہ الی اللہ و دعوات صالحہ کی جو فضا قائم ہوتی ہے اور زندہ قلوب پر اس کے جو اثرات پڑتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے مخلص اعمال بندوں کے قلوب ایک ساتھ متوجہ ہونے کی وجہ سے آسمانی رحمتوں کا

جز تو دل ہوتا ہے اور جماعت میں اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتوں کی شرکت کی وجہ سے (جس کی اطلاع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی حدیثوں میں دی ہے) نماز جیسی عبادت میں فرشتوں کی رفاقت نصیب ہوتی ہے یہ سب اسی نظام جماعت کی برکات ہیں۔

بہرحال نظام جماعت کے انہی برکات اور اس کے اسی قسم کے مصالح اور منافع کی وجہ سے امت کے ہر شخص کو اس کا پابند کیا گیا ہے کہ جب تک کوئی واقعی مجبوری اور معذوری نہ ہو وہ نماز جماعت ہی سے ادا کرے اور جب تک امت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات وتعلیمات پر اسی طرح عمل ہوتا تھا جیسا کہ ان کا حق ہے اس وقت سوائے منافقوں اور معذوروں کے ہر شخص جماعت ہی سے نماز ادا کرتا تھا اور اس میں بغیر عذر کے کوتاہی کو منافقت کی علامت سمجھا جاتا تھا۔

کن حالات میں مسجد اور جماعت کی پابندی ضروری نہیں

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک رات میں جو بہت سردی اور تیز ہوا والی رات تھی اذان دی پھر خود ہی اذان کے بعد پکار کے فرمایا۔ لوگو! اپنے گھروں ہی پر نماز پڑھ لو۔ پھر آپ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب سردی اور بارش والی رات ہوتی تو آپ موذن کو حکم فرما دیتے کہ وہ یہ بھی اعلان کردے کہ آپ لوگ اپنے گھروں ہی میں نماز پڑھ لیں۔ (صحیح بخاری صحیح مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ہی یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کا رات کا کھانا (کھانے کیلئے) سامنے رکھ دیا جائے اور (دوسری طرف مسجد میں) جماعت کھڑی ہو جائے تو پہلے وہ کھانا کھالے اور جب تک اس سے فراغت نہ ہو جائے جلد بازی سے کام نہ لے۔ (صحیح بخاری صحیح مسلم)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے نماز کا حکم نہیں ہے کھانے کے سامنے ہوتے ہوئے اور ایسی حالت میں جب آدمی کو پاخانے یا پیشاب کا تقاضا ہو (صحیح مسلم)

حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے جب جماعت کھڑی ہو جائے اور تم میں سے کسی کو استنجے کا تقاضا ہو تو اس کو چاہئے کہ پہلے استنجے سے فارغ ہو۔ (جامع ترمذی)

تشریح: ان حدیثوں میں طوفانی ہوا یا بارش یا سخت سردی کے اوقات میں یا کھانے پینے اور پیشاب پاخانے کے تقاضے کی حالت میں جماعت سے غیر حاضری اور اکیلے ہی نماز پڑھنے کی جو اجازت دی گئی ہے یہ اس کی واضح مثال ہے کہ شریعت میں انسانوں کی حقیقی مشکلوں اور مجبوریوں کا کتنا لحاظ کیا گیا ہے اور اس سے نماز کے خشوع خضوع کی اہمیت کا بھی کچھ اندازہ ہوتا ہے۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد عبادات معاملات معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمائیے۔ آمین

فجر اور عشاء کو باجماعت پڑھنے کی ترغیب

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ فِي جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا قَامَ نِصْفَ اللَّيْلِ وَمَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فِي جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا صَلَّى اللَّيْلَ كُلَّهُ.

ترجمہ: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جس شخص نے عشاء کی نماز جماعت سے پڑھی تو گویا اس نے آدھی رات تک قیام کیا اور جس شخص نے صبح کی نماز بھی جماعت سے پڑھ لی تو گویا اس نے تمام رات نماز پڑھی۔ (مسلم، مالک) ایک روایت میں ہے کہ جس شخص نے عشاء کی نماز جماعت سے پڑھی اس کو آدھی رات کے قیام کو (ثواب ملے گا) اور جس شخص نے عشاء اور فجر کی نماز کو باجماعت پڑھا تو اس کے لئے تمام رات کے قیام کا ثواب ملے گا۔ (ابوداؤد، ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سب سے زیادہ بوجھل منافقین پر فجر اور عشاء کی نماز ہے اگر ان کو ان دونوں کی فضیلت کا علم ہو جائے تو ضرور ان دونوں کی جماعت میں حاضر ہوں اگرچہ گھٹنوں کے بل چل کر آنا پڑے میرا دل چاہتا ہے کہ میں نماز کا حکم کروں نماز کھڑی کی جائے پھر کسی شخص کو نماز پڑھانے کے لئے کہوں اور میں خود چند شخص ایسے لوگوں کو اپنے ساتھ لے لوں جن کے ساتھ ایندھن ہو اور ان کے پاس جاؤں جو بلا عذر جماعت کی نماز میں حاضر نہیں ہوتے اور جا کر ان کے گھروں کو جلا دوں۔ (بخاری، مسلم)

تشریح:۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود اس شفقت اور رحمت کے جو امت کے حال پر تھی اور کسی شخص کی ادنیٰ سی تکلیف بھی گوارا نہ تھی۔ ان لوگوں پر جو گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں اس قدر غصہ ہے کہ ان کے گھروں میں آگ لگا دینے کو بھی آمادہ ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم جب فجر اور عشاء کی نماز میں کسی شخص کو حاضر نہ پاتے تو اس کے ساتھ بدگمانی کرتے تھے۔ (طبرانی، ابن خزیمہ)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھائی پھر (نماز سے فارغ ہو کر) دریافت فرمایا کیا فلاں شخص موجود ہے؟ لوگوں نے کہا نہیں۔ پھر دریافت فرمایا کیا فلاں شخص حاضر ہے؟ لوگوں نے کہا نہیں ارشاد فرمایا یہ دو نمازیں (عشاء و فجر) منافقین پر بہت بھاری ہیں۔ اگر ان کو یہ معلوم ہو جاتا کہ (جماعت کے ساتھ) ان نمازوں کے پڑھنے میں کتنا ثواب ہے تو زمین پر گھسٹ کر بھی آتے اور جماعت سے ان کو پڑھتے۔ اور پہلی صف فرشتوں کی صف کی طرح ہے اگر تمہیں اس کی فضیلت معلوم ہو جاتی تو اس میں ایک دوسرے سے سبقت کرتے اور ایک آدمی کی نماز دوسرے آدمی کے ساتھ (یعنی ایک امام ہو ایک مقتدی) اکیلے نماز پڑھنے سے زیادہ پسندیدہ ہے اور دو آدمیوں کے ساتھ نماز پڑھنا ایک آدمی کے ساتھ نماز پڑھنے سے زیادہ محبوب ہے اسی طرح جتنی بڑی جماعت میں نماز پڑھی جائے گی وہ اللہ کو زیادہ محبوب ہے بہ نسبت کم جماعت کے۔

جماعت کی نماز بغیر عذر کے چھوڑنے پر وعید

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اذان کی آواز سنے اور بلا کسی عذر کے نماز کو نہ جائے (وہیں پڑھ لے) تو وہ نماز قبول نہیں ہوتی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ عذر سے کیا مراد ہے؟ ارشاد ہوا کہ مرض ہو یا کوئی خوف ہو۔ (ابوداؤد، ابن حبان، ابن ماجہ)

تشریح:۔ نماز کے قبول نہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اس نماز پر جو اجر و ثواب اور انعام حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے ہوتا وہ نہ ہوگا گو فرض ذمہ سے اتر جائے گا اور یہی مراد ہے ان حدیثوں سے جن میں آیا ہے کہ اس کی نماز نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ کوئی عمل ایسا ہونا بھی کچھ ہوا ہوا جس پر اثر مرتب نہ ہو۔ یہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہے۔ ورنہ صحابہؓ اور تابعینؒ کی ایک جماعت کے نزدیک ان احادیث کی بناء پر بلا عذر جماعت کا چھوڑنا حرام ہے اور نماز جماعت سے پڑھنا فرض ہے حتیٰ کہ بعض کے نزدیک نماز ہوتی ہی نہیں۔ حنفیہ کے نزدیک اگرچہ نماز ہو جاتی ہے مگر جماعت کے چھوڑنے کا مجرم تو ہو ہی جائے گا۔ (فضائل نماز)

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا جس گاؤں یا جنگل میں تین آدمی ہوں اور وہاں باجماعت نماز نہ ہوتی ہو تو ان پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے اس لئے جماعت کو ضروری سمجھو بھیڑیا اکیلی بکری کو کھا جاتا ہے اور آدمیوں کا بھیڑیا شیطان ہے۔

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے سراسر ظلم ہے اور کفر ہے اور نفاق ہے اس شخص کا فعل جو اللہ کے منادی (یعنی مؤذن) کی آواز سنے اور نماز کو نہ جائے۔ (الترغیب والترہیب)

تشریح: کتنی سخت وعید اور ڈانٹ ہے اس حدیث پاک میں کہ اس کی حرکت کو کافروں کا فعل اور منافقوں کی حرکت بتلایا ہے کہ گویا مسلمان سے یہ بات ہو ہی نہیں سکتی۔ دوسری روایت میں ہے کہ آدمی کی بدبختی اور بدنصیبی کے لئے یہ کافی ہے کہ مؤذن کی آواز سنے اور نماز کو نہ جائے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ابن ام مکتوم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میرا گھر (مسجد) سے دور ہے اور آنکھوں میں بینائی بھی نہیں ہے اور (یہ بات ضرور ہے) کہ میں اذان سنتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر اذان کی آواز سنتے ہو تو ضرور جواب دو (جماعت کے لئے مسجد آؤ) اگرچہ گھسٹ کر یا یہ فرمایا کہ گھٹنوں کے بل آنا پڑے۔ (احمد، ابویعلیٰ، طبرانی، ابن حبان)

فائدہ۔ حافظ ابوبکر بن المنذرؒ کہتے ہیں کہ کئی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و تابعین کی روایت ہے کہ جس نے اذان سنی اور بغیر کسی عذر کے گھر میں ہی نماز پڑھ لی تو اس کی نماز ہی نہیں ہوتی ان میں حضرت ابن مسعودؓ اور ابوموسیٰ اشعریؓ کی یہی رائے ہے امام احمد بن حنبلؒ ابوثورؒ اور عطاءؒ کی رائے یہ ہے کہ جماعت کی نماز فرض ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ بغیر کسی عذر کے جو جماعت کی نماز میں شریک ہو سکتا ہو اس کو گھر میں نماز پڑھنے کی رخصت نہیں دی جا سکتی۔ ہاں عذر ہو تو گنجائش ہے۔ علامہ خطابیؒ ابن ام مکتومؓ کی اس حدیث سے استدلال فرماتے ہیں کہ جماعت کی نماز میں حاضر ہونا واجب ہے اور اگر صرف مستحب ہی ہوتا تو ابن ام مکتومؓ کی طرح کمزوروں اور ضرورت مندوں کو ضرور رخصت دی جاتی۔ امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ جمعہ اور جماعت کی نماز چھوڑنے میں والدین کی اطاعت بھی جائز نہیں۔

صفوں کو سیدھا اور مکمل کرنے کی تاکید

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَوُّوْا صُفُوْفَكُمْ فَاِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوْفِ مِنْ اِقَامَةِ الصَّلٰوةِ.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگو! نماز میں صفوں کو برابر کیا کرو، کیونکہ صفوں کو سیدھا اور برابر کرنا نماز اچھی طرح ادا کرنے کا جزء ہے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

تشریح ...... مطلب یہ ہے کہ "اقامت صلوٰۃ" جس کا قرآن مجید میں جا بجا حکم دیا گیا ہے اور جو مسلمانوں کا سب سے اہم فریضہ ہے اس کی کامل ادائیگی کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ جماعت کی صفیں بالکل سیدھی اور برابر ہوں۔

سنن ابی داؤد وغیرہ میں حضرت انس ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوتے تو پہلے دائیں جانب رخ کر کے لوگوں سے فرماتے کہ برابر برابر ہو جاؤ اور صفوں کو سیدھا کرو۔ پھر اسی طرح بائیں جانب رخ کر کے ارشاد فرماتے کہ برابر برابر ہو جاؤ اور صفوں کو سیدھا کرو۔

اس حدیث سے اور اس کے علاوہ بھی بعض دوسری حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خصوصاً نماز کے لئے کھڑے ہونے کے وقت اکثر و بیشتر یہ تاکید فرماتے تھے۔

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں (یعنی نماز کے لئے جماعت کھڑے ہونے کے وقت) ہمیں برابر کرنے کے لئے ہمارے مونڈھوں پر ہاتھ پھیرتے تھے اور فرماتے تھے کہ برابر ہو جاؤ اور مختلف (یعنی آگے پیچھے) نہ ہو کہ خدانخواستہ اس کی سزا میں تمہارے دل باہم مختلف ہو جائیں۔ (اور فرماتے تھے کہ) تم میں سے جو دانش مند اور سمجھدار ہیں وہ میرے قریب ہوں، ان کے بعد وہ لوگ ہوں جن کا نمبر اس صفت میں ان کے قریب ہو اور ان کے بعد وہ لوگ جن کا درجہ ان سے قریب ہو۔ (صحیح مسلم)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب ہم نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوتے تو پہلے آپ ہماری صفوں کو برابر فرماتے اور جب ہماری صفیں درست اور برابر ہو جاتیں تو آپ تکبیر کہتے یعنی نماز شروع فرماتے۔ (سنن ابی داؤد)

پہلی اگلی صفیں مکمل کی جائیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلے اگلی صف پوری کیا کرو پھر اس کے قریب والی تاکہ جو کچھ کسر رہے وہ آخری ہی صف میں رہے۔ (سنن ابی داؤد)

تشریح مطلب یہ ہے کہ جماعت سے نماز پڑھی جائے تو لوگوں کو چاہئے کہ آگے والی صف پوری کر لینے کے بعد پیچھے والی صف میں کھڑے ہوں اور جب تک کسی اگلی صف میں جگہ باقی ہے پیچھے نہ کھڑے ہوں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اگلی صفیں سب مکمل ہوں گی اور جو کمی رہے گی وہ سب سے آخری صف میں رہے گی۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

صف میں دائیں طرف کھڑے ہونے کی فضیلت

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:
إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلٰى مَيَامِنِ الصُّفُوْفِ.

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔
اللہ تعالیٰ رحمت نازل فرماتا ہے اور فرشتے دعاء مغفرت کرتے ہیں صفوں کے داہنے حصوں پر۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

تشریح: اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ جس طرح صفوں کے درمیان آپس میں مختلف درجات ہیں اسی طرح ایک صف کے مختلف حصوں کے درجات میں بھی باہمی فرق ہے۔ اول درجہ تو امام کے بالکل پیچھے حصہ کا ہے۔

دوسرا درجہ صف کے داہنے حصہ کا ہے اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ صف میں شریک ہوتے وقت دیکھ لینا چاہئے کہ اگر صف کا داہنا حصہ بائیں حصہ کے مقابلہ میں کم ہے یا برابر ہے تو دائیں طرف کھڑا ہونا چاہئے اور اگر بائیں طرف کم آدمی ہیں تو پھر بائیں طرف ہی کھڑا ہونا چاہئے۔

تیسرا درجہ صف کے بائیں حصہ کا ہے۔ لیکن اگر صف کا یہ حصہ خالی رہ جائے تو اس کی فضیلت داہنے سے زیادہ ہو جاتی ہے جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لوگوں نے عرض کیا کہ مسجد کا بایاں حصہ (لوگوں کے کھڑے نہ ہونے کی وجہ سے) بیکار ہو کر رہ گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو مسجد کا بایاں حصہ آباد کرے گا اسے دوگنا اجر ملے گا۔

دوگنا اجر ملنے کی بظاہر وجہ یہ ہے کہ ایک تو صف کی کمی پورا کرنے کا دوسرے صف کی تکمیل کی خاطر دائیں طرف کے اجر کو قربان کرنے کا۔

گویا ثواب اصل کے اعتبار سے دائیں جانب کا ہی زیادہ ہے لیکن جب بائیں طرف کم لوگ رہ جائیں تو اس وقت بائیں طرف کا ثواب زیادہ ہو جائے گا۔ یہیں اس بات کا بھی ذکر کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ تمام روایات میں دائیں بائیں سے امام کا دائیں بائیں ہی مراد ہے نہ کہ مسجد کا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے تو ہم اس بات کو پسند کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف (کھڑے ہوں) میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری طرف (داہنی طرف) چہرہ مبارک کرکے یہ دعا پڑھتے سنا

"رَبِّ قِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ"

(اے اللہ جس دن تو اپنے بندوں کو اٹھائے گا اس دن اپنے عذاب سے مجھ کو بچا) (مسلم)

صفوں کو ملانے اور ان میں خالی جگہ پر کرنے کی ترغیب

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یقیناً اللہ تعالیٰ رحمت بھیجتے ہیں اور فرشتے استغفار کرتے ہیں ان کے لئے جو صفوں کو ملاتے ہیں

(رواہ ابن ماجہ بسند صحیح و ابن حبان و الحاکم)

ابن ماجہ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ جو (صف میں) کسی خالی

جگہ کو پُر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کا ایک درجہ بلند کرتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کچھ لوگ مسلسل (ایک عرصہ تک) صف اول سے پیچھے ہوتے رہتے ہیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ان کو جہنم کا مستحق کر کے پیچھے ہی کر دیتا ہے۔ (ابو داؤد، ابن خزیمہ، ابن حبان)

صف اول کی فضیلت

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رحمت فرماتا ہے اور اس کے فرشتے دعاء رحمت کرتے ہیں۔ پہلی صف کے لئے۔ بعض صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اور دوسری کے لئے بھی؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ رحمت فرماتا ہے اور فرشتے دعا رحمت کرتے ہیں پہلی صف کے لئے۔ پھر عرض کیا گیا اور دوسری صف کے لئے بھی؟ آپ نے پھر پہلی ہی بات دہرا دی۔ یعنی فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ رحمت فرماتا ہے اور اس کے فرشتے دعاء خیر کرتے ہیں پہلی صف کے لئے۔ پھر آپ سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ اور دوسری صف کے لئے بھی؟ آپ نے تیسری مرتبہ بھی وہی پہلی بات دہرا دی کہ اللہ تعالیٰ رحمت فرماتا ہے اور فرشتے دعاء رحمت کرتے ہیں پہلی صف والوں کے لئے۔ اُن لوگوں نے پھر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اور دوسری صف کیلئے بھی؟ تو اس چوتھی دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور دوسری صف والوں کے لئے بھی (مسند احمد)

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت اور فرشتوں کی دعاء رحمت کے خصوصی مستحق اگلی صف والے ہی ہوتے ہیں دوسری صف والے بھی اس سعادت میں اگرچہ شریک ہیں لیکن بہت پیچھے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ پہلی اور دوسری صف میں بظاہر فاصلہ تو بہت ہی تھوڑا سا ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان میں بہت فاصلہ ہے اس لئے اللہ کی رحمت کے طالب کو چاہیے کہ وہ حتی الوسع پہلی ہی صف میں جگہ حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ جس کا ذریعہ یہی ہو سکتا ہے کہ مسجد میں اول وقت میں پہنچ جائے۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

"اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ پہلی صف میں کھڑے ہونے کا کیا اجر و ثواب ہے اور اس پر کیا صلہ ملنے والا ہے تو لوگوں میں اس کے لئے ایسی دوڑ دھوپ اور کشمکش ہو کہ قرعہ اندازی سے فیصلہ کرنا پڑے۔" (بخاری، مسلم)

اللہ تعالیٰ ان حقیقتوں کا یقین نصیب فرمائے آمین۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمایئے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سمجھانے کی توفیق عطا فرمایئے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمایئے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اس کو صحیح انداز میں محبت و حکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین

باجماعت نماز کے چند احکام

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
تَوَسَّطُوا الْاِمَامَ وَسُدُّوا الْخَلَلَ

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: لوگو! امام کو اپنے وسط میں لو (یعنی اس طرح صف بناؤ کہ امام تمہارے درمیان میں ہو) اور صفوں میں جو خلا ہو اس کو پر کرو۔ (سنن ابی داؤد)

جب ایک یا دو مقتدی ہوں تو کس طرح کھڑے ہوں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک دفعہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ (یعنی آپ نے نماز شروع فرمائی) اتنے میں میں آگیا اور (نیت کر کے) آپ کے بائیں جانب کھڑا ہوگیا۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور اپنے پیچھے کی جانب سے مجھے گھما کے اپنی داہنی جانب کھڑا کرلیا۔ پھر اتنے میں جبار بن صخر آگئے وہ نیت کر کے آپ کے بائیں جانب کھڑے ہوگئے تو آپ نے ہم دونوں کے ہاتھ پکڑ کے پیچھے کی جانب کردیا اور پیچھے کھڑا کرلیا۔ (صحیح مسلم)

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب امام کے ساتھ صرف ایک مقتدی ہو تو اس کو امام کی داہنی جانب کھڑا ہونا چاہئے اور اگر وہ غلطی سے بائیں جانب کھڑا ہو جائے تو امام کو چاہیے کہ اس کی داہنی جانب کرے اور جب کوئی دوسرا مقتدی آکر شریک ہو جائے تو امام کو آگے اور ان دونوں کو صف بنا کر پیچھے کھڑا ہونا چاہئے۔

صف کے پیچھے اکیلے کھڑے ہونے کی ممانعت

حضرت وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ صف کے پیچھے اکیلا کھڑا نماز پڑھ رہا ہے تو آپ نے اس کو دوبارہ نماز ادا کرنے کا حکم دیا۔ (مسند احمد، جامع ترمذی)

تشریح: صف کے پیچھے اکیلے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے میں چونکہ جماعت اور جماعیت کی شان بالکل نہیں پائی جاتی اس لئے شریعت میں یہ اس قدر مکروہ اور ناپسندیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو نماز دوبارہ ادا کرنے کا حکم دیا۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص ایسے وقت جماعت میں شریک ہو کہ آگے کی صف بالکل بھر چکی ہو اور اس کے ساتھ کھڑا ہونے والا کوئی دوسرا نمازی موجود نہ ہو تو اس کو چاہئے کہ آگے کی صف میں سے کسی جاننے والے کو پیچھے ہٹا کے اپنے ساتھ کھڑا کرلے بشرطیکہ یہ امید ہو کہ وہ آسانی سے پیچھے ہٹ آئے گا اور اگر ایسا کوئی آدمی اگلی صف میں نہ ہو تو پھر مجبوراً پیچھے اکیلا ہی کھڑا ہو جائے اور اس صورت میں عنداللہ یہ شخص معذور ہوگا۔

امامت کی ترتیب

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جماعت کی امامت وہ شخص کرے جو ان میں سب سے زیادہ کتاب اللہ کو پڑھنے والا ہو اور اگر اس میں سب یکساں ہوں تو پھر وہ آدمی امامت کرے جو سنت و شریعت کا زیادہ علم رکھتا ہو اور اگر اس میں بھی سب برابر ہوں تو وہ جس نے پہلے ہجرت کی ہو اور اگر ہجرت میں بھی سب برابر ہوں (یعنی سب کا زمانہ ہجرت ایک ہی ہو) تو پھر وہ شخص امامت کرے

جو عمر کے لحاظ سے بڑا ہو اور کوئی آدمی دوسرے آدمی کے حلقۂ سیادت و حکومت میں اس کا امام نہ بنے اور اس کے گھر میں اس کے بیٹھنے کی خاص جگہ پر اس کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھے۔ (صحیح مسلم)

تشریح حدیث کے لفظ اقرأهم لكتاب الله کا لفظی ترجمہ وہی ہے جو یہاں کیا گیا ہے۔ یعنی "کتاب اللہ کا زیادہ پڑھنے والا" لیکن اس کا مطلب نہ تو صرف حفظ قرآن ہے اور نہ محض کثرت تلاوت' بلکہ اس سے مراد ہے حفظ قرآن کے ساتھ اس کا خاص علم اور اس کے ساتھ خاص شغف۔ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جو لوگ قاری کہلاتے تھے ان کا یہی امتیاز تھا۔ اس بناء پر حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ نماز کی امامت کے لئے زیادہ اہل اور موزوں وہ شخص ہے جو کتاب اللہ کے علم اور اس کے ساتھ شغف و تعلق میں دوسروں پر فائق ہو اور ظاہر ہے کہ عہد نبوی میں یہی سب سے بڑا دینی امتیاز اور فضیلت کا معیار تھا اور جس کا اس سعادت میں جس قدر زیادہ حصہ تھا وہ اسی قدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص وراثت و امانت کا حامل اور امین تھا۔ اس کے بعد سنت و شریعت کا علم فضیلت کا دوسرا معیار تھا۔ (اور یہ دونوں علم یعنی علم قرآن اور علم سنت جس کے پاس بھی تھے عمل کے ساتھ تھے۔ علم بلا عمل کا وہاں وجود ہی نہیں تھا)

فضیلت کا تیسرا معیار عہد نبوت کے اس خاص ماحول میں ہجرت میں سبقت تھی اس لئے اس حدیث میں تیسرے نمبر پر اسی کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ لیکن بعد میں یہ چیز باقی نہیں رہی اس لئے فقہائے کرام نے اس کی جگہ صلاح و تقویٰ میں فضیلت و فوقیت کو ترجیح کا تیسرا معیار قرار دیا ہے جو بالکل بجا ہے۔

ترجیح کا چوتھا معیار اس حدیث میں عمر میں بزرگی کو قرار دیا گیا ہے اور فرمایا گیا ہے کہ اگر مذکورہ بالا تینوں معیاروں کے لحاظ سے کوئی فائق اور قابل ترجیح نہ ہو تو پھر جو کوئی عمر میں بڑا اور بزرگ ہو وہ امامت کرے۔

حدیث کے آخر میں دو ہدایتیں اور بھی دی گئی ہیں ایک یہ کہ جب کوئی آدمی کسی دوسرے شخص کی امامت و سیادت کے حلقہ میں جائے تو وہاں امامت نہ کرے بلکہ اس کے پیچھے مقتدی بن کر نماز پڑھے (ہاں اگر وہ شخص خود ہی اصرار کرے تو دوسری بات ہے) اور دوسری یہ کہ جب کوئی آدمی کسی دوسرے کے گھر جائے تو اس کی خاص جگہ پر نہ بیٹھے ہاں اگر وہ خود بٹھائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ان دونوں ہدایتوں کی حکمت و مصلحت بالکل ظاہر ہے۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمایئے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمایئے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد' عبادات' معاملات' معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمایئے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اس کو صحیح انداز میں محبت و حکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین

اللّٰهم صلّ علیٰ محمّد

امام کیلئے ہدایات

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِجْعَلُوْا اَئِمَّتَكُمْ خِيَارَكُمْ فَاِنَّهُمْ وَفْدُكُمْ فِيْمَا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ رَبِّكُمْ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں جو اچھے اور بہتر ہوں ان کو اپنا امام بناؤ کیونکہ تمہارے رب اور مالک کے حضور میں وہ تمہارے نمائندے ہوتے ہیں۔ (دار قطنی بیہقی)

تشریح۔۔ یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ امام اللہ تعالیٰ کے حضور میں پوری جماعت کی نمائندگی کرتا ہے اس لئے خود جماعت کا فرض ہے کہ وہ اس اہم اور مقدس منصب کے لئے اپنے میں سے بہترین آدمی کو منتخب کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک اس دنیا میں رونق افروز رہے خود امامت فرماتے رہے اور مرض وفات میں جب معذور ہوگئے تو علم و عمل کے لحاظ سے امت کے افضل ترین فرد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امامت کے لئے آخر دور مامور فرمایا۔

پچھلے سبق میں حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کی مندرجہ بالا حدیث میں حق امامت کی جو تفصیل ترتیب بیان فرمائی گئی ہے اس کا منشاء بھی دراصل یہی ہے کہ جماعت میں جو شخص سب سے بہتر اور افضل ہو اس کو امام بنایا جائے۔

دین کے تمام اعمال میں سب سے اہم اور مقدم نماز ہے اور دین کے نظام میں اس کا درجہ اور مقام گویا وہی ہے جو جسم انسانی میں دل کا ہے اس لئے اس کی امامت بہت بڑا دینی منصب اور بڑی بھاری ذمہ داری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک طرح کی نیابت ہے۔ اس واسطے ضروری ہے کہ امام ایسے شخص کو بنایا جائے جو موجودہ نمازیوں میں کی بہ نسبت اس عظیم منصب کے لئے زیادہ اہل اور موزوں ہو۔ جس کی ترتیب گذشتہ سبق میں گزر چکی ہے۔

مقتدیوں کی رعایت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی لوگوں کا امام بن کر نماز پڑھائے تو چاہئے کہ ہلکی نماز پڑھائے (یعنی زیادہ لمبی نہ ہو) کیونکہ مقتدیوں میں بیمار بھی ہوتے ہیں اور کمزور بھی اور بوڑھے بھی (جن کے لئے طویل نماز باعث تکلیف ہو سکتی ہے) اور جب تم میں سے کسی کو بس اپنی نماز اکیلے پڑھنی ہو تو جتنی چاہے لمبی پڑھے۔ (صحیح بخاری صحیح مسلم)

تشریح...... بعض صحابہ کرامؓ جو اپنے قبیلہ یا محلہ کی مسجدوں میں نماز پڑھاتے تھے اپنے عبادتی ذوق و شوق میں بہت لمبی نماز پڑھتے تھے جس کی وجہ سے بعض بیمار یا کمزور یا بوڑھے یا تھکے ہارے مقتدیوں کو کبھی کبھی بڑی تکلیف پہنچ جاتی تھی اس غلطی کی اصلاح کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف موقعوں پر اس طرح کی ہدایت فرمائی۔ آپ کا منشاء اس سے یہ تھا کہ امام کو چاہئے کہ وہ اس بات کا لحاظ رکھے کہ مقتدیوں میں کبھی کوئی بیمار یا کمزور یا بوڑھا بھی ہوتا ہے۔ اس لئے نماز زیادہ طویل نہ پڑھائے۔ یہ مطلب نہیں کہ ہمیشہ اور ہر وقت کی نماز

میں بس چھوٹی سے چھوٹی سورتیں ہی پڑھی جائیں اور رکوع سجدہ میں تین دفعہ سے زیادہ تسبیح بھی نہ پڑھی جائے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی معتدل نماز پڑھاتے تھے وہی امت کے لئے اس بارے میں اصل معیار اور نمونہ ہے اور اسی کی روشنی میں ان ہدایات کا مطلب سمجھنا چاہئے۔

قیس بن ابی حازم سے روایت ہے کہ مجھ سے ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! خدا کی قسم میں فلاں شخص کی وجہ سے صبح کی نماز میں شریک نہیں ہوتا (مجبوراً اپنی نماز الگ پڑھتا ہوں) کیونکہ وہ بہت لمبی نماز پڑھاتے ہیں (جو میرے بس کی نہیں) حدیث کے راوی ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اس بارے میں خطبہ دیا) اور میں نے کبھی آپ کو وعظ اور خطبہ کی حالت میں اس دن سے زیادہ غضبناک نہیں دیکھا۔ پھر اس خطبے میں آپ نے فرمایا کہ۔ تم میں سے بعض وہ لوگ ہیں جو اپنے غلط طرز عمل سے اللہ کے بندوں کو دور بھگانے والے ہیں جو کوئی تم میں سے لوگوں کا امام بنے اور ان کو نماز پڑھائے تو اس کے لئے لازم ہے کہ مختصر نماز پڑھے کیونکہ ان میں ضعیف بھی ہوتے ہیں اور بوڑھے بھی اور حاجت والے بھی۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

تشریح: جو صحابی جن کی طویل نماز پڑھانے کا واقعہ اس حدیث میں مذکور ہوا ہے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہیں۔

اسی قسم کا ایک دوسرا واقعہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا بھی مروی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ عام طور سے نماز عشاء دیر کر کے پڑھتے تھے ایک دن حسب معمول نماز دیر سے شروع کی اور اس میں سورۃ بقرہ پڑھنی شروع کر دی۔ مقتدیوں میں سے ایک صاحب نے (جو بیچارے دن بھر کے تھکے ہوئے تھے) نیت توڑ کے اپنی الگ نماز پڑھی اور چلے گئے۔ آخر معاملہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا۔ آپ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو ڈانٹا اور فرمایا (اے معاذ! کیا تم لوگوں کے لئے باعث فتنہ بننا چاہتے ہو اور ان کو فتنہ میں مبتلا کرنا چاہتے ہو) آگے اسی حدیث میں ہے کہ آپ نے ان سے فرمایا کہ:

والشمس وضحٰها اور واللیل اذا یغشٰی اور والضحٰی واللیل اذا سجٰی اور سبح اسم ربک الاعلٰی یہ سورتیں پڑھا کرو۔ (بخاری و مسلم)

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔ یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد عبادات معاملات معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی ترغیب فرمائیے۔ یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اس کو بہترین انداز میں محبت و حکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

صلاۃً تکون لک رضاً ولحقہ اداءً

مقتدیوں کو ہدایت

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُبَادِرُوا الْاِمَامَ اِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا وَاِذَا قَالَ وَلَا الضَّآلِّیْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِیْنَ وَاِذَا رَکَعَ فَارْکَعُوْا وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ فَقُوْلُوْا اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگو! امام پر سبقت نہ کرو بلکہ اس کی تابع اور پیروی کرو، جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم اللہ اکبر کہو اور جب وہ ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو اور جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو، جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللھم ربنا لک الحمد کہو۔ (بخاری ومسلم)

تشریح:... مطلب یہ ہے کہ نماز کے تمام ارکان اور اجزاء میں مقتدیوں کو امام کے پیچھے رہنا چاہئے کسی چیز میں بھی اس پر سبقت نہیں کرنی چاہئے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے ایک حدیث مروی ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ جو شخص امام سے پہلے رکوع یا سجدے سے سر اٹھاتا ہے اس کی پیشانی شیطان کے ہاتھ میں ہے اور وہ اس سے ایسا کراتا ہے۔ (مسند بزار) حضرت ابوہریرہؓ ہی کی روایت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص امام سے پہلے رکوع یا سجدے سے سر اٹھاتا ہے اس کو ڈرنا چاہئے کہ کہیں اس کا سر گدھے کی طرح نہ کر دیا جائے۔ اعاذنا اللہ من ذلک (بخاری ومسلم)

حضرت علی اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی نماز کے لئے آئے اور امام کسی حال میں ہو (یعنی قیام یا رکوع یا سجدہ وغیرہ میں ہو) تو آنے والے کو چاہئے کہ جو امام کر رہا ہو وہی کرے۔ (جامع ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم نماز کو آؤ اور ہم سجدے میں ہوں تو تم سجدے میں شریک ہو جاؤ اور اس کو کچھ شمار نہ کرو اور جس نے امام کے ساتھ رکوع پا لیا اس نے نماز (یعنی نماز کی وہ رکعت) پالی۔ (سنن ابی داؤد)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ مقتدی اگر امام کے ساتھ رکوع میں شریک ہو جائے تو رکعت کی شرکت کے قائم مقام ہے اور اگر صرف سجدے میں شرکت ہو سکے تو اگرچہ اللہ تعالیٰ اس سجدے کا بھی پورا ثواب یقیناً عطا فرمائیں گے لیکن یہ سجدہ رکعت کے قائم مقام نہ ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیت نماز

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ سے نماز شروع فرماتے تھے اور قرأت کا آغاز الحمد للہ رب العالمین سے کرتے تھے اور جب آپ رکوع میں جاتے تو سر مبارک کو نہ تو اوپر کی جانب اٹھاتے اور نہ نیچے کی جانب جھکاتے بلکہ درمیانی حالت میں رکھتے تھے (یعنی بالکل کمر کے متوازی) اور جب رکوع سے سر مبارک اٹھاتے تو سجدہ میں اس وقت تک نہ جاتے جب تک کہ

سیدھے کھڑے ہو جاتے اور جب سجدے سے سر مبارک اٹھاتے تو جب تک بالکل سیدھے نہ بیٹھ جاتے دوسرا سجدہ نہیں فرماتے اور ہر دو رکعت پر التحیات پڑھتے تھے اور اس وقت اپنے بائیں پاؤں کو نیچے بچھا لیتے اور داہنے پاؤں کو کھڑا کر لیتے تھے اور "عقبۃ الشیطان" (یعنی شیطان کی طرح) بیٹھنے سے منع فرماتے تھے اور اس بات سے بھی منع فرماتے تھے کہ آدمی (سجدہ میں) اپنی بازو (یعنی کلائیاں کہنیوں تک) زمین پر رکھے جس طرح کہ درندے اپنی کلائیاں زمین پر بچھا کر بیٹھتے ہیں اور آپ السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کے نماز ختم فرماتے تھے۔ (صحیح مسلم)

تشریح..... نماز عبادت بلکہ اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے اس لئے اس کے قیام قعود رکوع و سجود کی وہ شکلیں مقرر کی گئی ہیں جو عبادت اور بندگی کی بہترین اور مکمل ترین تصویر ہیں اور ان نامناسب شکلوں سے خصوصیت کے ساتھ منع فرمایا گیا ہے جن میں تکبر یا بے پروائی و بدمنظری کی شان ہو یا کسی بدفطرت مخلوق کی ہیئت سے مشابہت ہو۔ اسی اصول کے تحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ سجدے میں آدمی کلائیاں زمین پر اس طرح بچھا دے جس طرح کتے اور بھیڑیے وغیرہ درندے بچھا کر بیٹھتے ہیں اور اسی اصول کے تحت آپ نے اس طرح بیٹھنے سے بھی منع فرمایا جس کو اس حدیث میں "عقبۃ الشیطان" اور ایک دوسری حدیث میں "اقعاء الکلب" فرمایا گیا ہے۔ فقہاء نے اس کی تشریح میں فرمایا ہے کہ اس سے مراد دونوں پاؤں پنجوں کے بل کھڑے کر کے ان کی ایڑیوں پر بیٹھنا ہے۔ وہ چونکہ اس طریقے میں کچھ تکبر اور بے پروائی کی شان ہے اور اس شکل میں صرف گھٹنے اور پنجے ہی زمین سے لگتے ہیں نیز کتے بھیڑیے وغیرہ درندے بھی اسی طرح ایڑیوں پر بیٹھتے ہیں اس لئے نماز میں اس طرح بیٹھنے سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت کے ساتھ منع فرمایا ہے۔

واضح رہے کہ یہ ممانعت صرف اس صورت میں ہے جبکہ بغیر کسی مجبوری کے آدمی ایسا کرے۔ اگر بالفرض کسی کو کوئی خاص مجبوری ہو تو وہ معذور ہے اور اس طرح بیٹھنا اس کے حق میں بلا کراہت جائز ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ ان کے پاؤں میں کچھ تکلیف رہتی تھی جس کی وجہ سے وہ بطریق مسنون نہیں بیٹھ سکتے تھے اس لئے کبھی کبھی اس طرح بھی بیٹھ جاتے تھے۔

بہرحال اگر کوئی معذور ہو تو وہ اس طرح بھی بیٹھ سکتا ہے ورنہ عام حالات میں اور بلا عذر نماز میں اس طرح بیٹھنے کی ممانعت ہے۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق میں علمائے حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمائیے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اس کو صحیح انداز میں بہت وسعت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

فجر اور عصر کے اہتمام کی ترغیب

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ مَنْ صَلَّی الْبَرْدَیْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ.

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جس نے دو ٹھنڈی (یعنی فجر اور عصر) نمازوں کا اہتمام کرلیا وہ جنت میں (گویا) داخل ہوگیا (بخاری و مسلم)

حضرت ابوزہیرہ عمارہ بن رویبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ وہ شخص ہرگز جہنم میں داخل نہ ہوگا جو سورج نکلنے سے پہلے اور سورج غروب ہونے سے پہلے نماز پڑھتا ہو۔ یعنی فجر اور عصر (مسلم)

تشریح: احادیث میں تاکید تو پانچوں نمازوں کے اہتمام کی آئی ہے لیکن فجر اور عصر کے خاص طور پر اہتمام کی ترغیب آئی ہے اس لئے کہ عام طور پر فجر کی نماز میں نیند کے غلبہ کی وجہ سے کاہلی اور سستی ہو جاتی ہے اور عصر کا وقت دنیوی کاروباری کاموں کی مشغولیت کا وقت ہوتا ہے اس لئے جماعت کی نماز نکل جاتی ہے یا ایک دو رکعت نکل جاتی ہیں۔ جو فجر اور عصر کی نمازوں کا اہتمام کرتا ہوگا یقیناً بقیہ تین نمازوں کا ادا کرنا اس کے لئے اور بھی آسان ہوسکتا ہے۔

حضرت ابو بصرہ غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مخمص (ایک راستہ کا نام ہے) میں عصر کی نماز پڑھائی اور اس کے بعد ارشاد فرمایا "یہ نماز تم سے پہلی امت کو بھی دی گئی تھی (لیکن) انہوں نے اس کو ضائع کردیا اور جو شخص اس کی پابندی کرے گا اسے دوہرا اجر ملے گا۔ (مسلم، نسائی)

تشریح۔ اس کے علاوہ بھی بہت سی احادیث ہیں جن میں فجر اور عصر کی نماز کے خصوصی اہتمام کی ترغیب ہے ایک روایت میں ہے کہ جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جس نے صبح کی نماز پڑھی وہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ میں ہے" اس پر مصنف نے ایک قصہ لکھا ہے کہ حجاج بن یوسف ثقفی نے سالم بن عبداللہ کو کسی شخص کے قتل کرنے کا حکم دیا۔ اس کو سالم نے کہا کیا صبح کی نماز پڑھی تھی؟ اس شخص نے کہا جی ہاں! اس کو سالم نے کہا کہ چلے جاؤ اس پر حجاج نے سالم سے پوچھا اس کو قتل کرنے سے تم کو کس چیز نے روکا؟ سالم نے کہا میرے والد نے یہ حدیث مجھ کو بتلائی کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جو شخص فجر کی نماز پڑھے گا وہ اس دن اللہ کی پناہ میں رہے گا۔ مجھ کو یہ بات ناگوار ہوئی کہ میں ایسے شخص کو قتل کردوں جس کو اللہ نے پناہ دی ہے۔ حجاج نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کیا آپ نے یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی؟ انہوں نے ارشاد فرمایا جی ہاں!

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی پھر بیٹھا اللہ کا ذکر کرتا رہا یہاں تک کہ سورج نکل آیا پھر دو رکعت نماز پڑھی تو اس کا ثواب ایک حج اور ایک عمرہ کے برابر ہوگا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ پورا پورا (یعنی

کامل ایک حج اور ایک عمرہ کا ثواب ملے گا۔) (ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں فجر کی نماز سے سورج نکلنے تک ایسے لوگوں کے ساتھ بیٹھوں جو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں لگے ہوں یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے چار غلام آزاد کروں اور (اسی طرح) عصر سے لے کر سورج ڈوبنے تک ان اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والوں کے ساتھ بیٹھوں یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے چار غلام آزاد کروں۔ اور ایک روایت میں اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ ان غلاموں میں سے ہر ایک کی قیمت بارہ ہزار ہو۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں ایک جماعت کے ساتھ صبح کی نماز کے بعد سے سورج نکلنے تک ذکر میں مشغول رہوں یہ مجھے دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔ اسی طرح عصر کی نماز کے بعد سے غروب تک ایک جماعت کے ساتھ ذکر میں مشغول رہوں یہ مجھے دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے۔

تشریح: احادیث مبارکہ میں کثرت سے عصر اور فجر کے بعد اللہ کے ذکر کے فضائل وارد ہوئے ہیں اس لئے مشائخ وعلماء کا ان دو وقتوں میں خصوصیت سے اللہ کا ذکر کرنے کا معمول رہا ہے بالخصوص فجر کے بعد فقہاء بھی اہتمام فرماتے ہیں مدونہ کتاب میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا گیا ہے کہ فجر کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک باتیں کرنا مکروہ ہے اور حنفیہ میں سے صاحب درمختار رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس وقت باتیں کرنا مکروہ لکھا ہے۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق میں علمائے حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمائیے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اس کو مؤثر انداز میں محبت وحکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ

كَمَا أَمَرْتَنَا أَنْ نُصَلِّيَ عَلَيْهِ وَصَلِّ عَلَيْهِ كَمَا يَنْبَغِي أَنْ يُصَلَّى عَلَيْهِ

ایک کے بعد دوسری نماز کے انتظار کی ترغیب

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ: لَا يَزَالُ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاةٍ مَا دَامَتِ الصَّلَاةُ تَحْبِسُهُ لَا يَمْنَعُهُ أَنْ يَنْقَلِبَ إِلَى أَهْلِهِ إِلَّا الصَّلَاةُ

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جب تک کوئی نماز کی وجہ سے رکا ہوا ہے اس وقت تک وہ مسلسل نماز ہی میں ہے اسے گھر جانے سے نماز کے علاوہ کوئی چیز نہیں روک رہی ہے۔ (بخاری و مسلم)

بخاری کی ایک دوسری روایت میں ہے تم میں سے جو کوئی نماز کی وجہ ہی سے رکا ہوا ہے تو وہ نماز ہی میں ہے اور فرشتے اس کے لئے دعاء کرتے رہتے ہیں اے اللہ اس کی مغفرت فرما اے اللہ! اس پر رحم فرما جب تک وہ نماز کی جگہ سے نہ اٹھ جائے یا اس کا وضو نہ ٹوٹ جائے۔

تشریح:۔ ایک شخص نماز کے لئے مسجد میں آیا اور نماز میں ابھی دیر ہے اور یہ انتظار میں بیٹھ گیا تو چونکہ اس کے یہاں ٹھہرے رہنے کی وجہ صرف نماز ہے اس لئے اس کے انتظار کا اجر بھی وہی ہے جو نماز پڑھنے کا ہے۔

اسی طرح ایک شخص نماز پڑھ چکا اور دوسری نماز کے انتظار میں بیٹھا ہوا ہے تو ان دو نمازوں کا پورا وقفہ اجر و ثواب میں نماز ہی کے برابر ہے۔ اگر ایک نماز کے بعد اپنے کام میں بھی مشغول ہو گیا اور دل میں نماز کا خیال لگا رہا تب بھی یہ نماز کے انتظار ہی میں شمار ہو گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات عشاء کی نماز رات کے ایک حصہ تک مؤخر فرمائی پھر نماز کے بعد نمازیوں کی طرف چہرہ مبارک کرتے ارشاد فرمایا۔ لوگوں نے نماز پڑھی اور سو گئے اور تم جب تک نماز کا انتظار کرتے رہے نماز میں رہے (یعنی نماز کا ثواب ملتا رہا) (بخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آیت تتجافی جنوبھم عن المضاجع (جس کا ترجمہ ہے کہ ان کے پہلو خواب گاہوں سے علیحدہ ہوتے ہیں) اس نماز کے انتظار کے بارے میں اتری جس کو عتمہ یعنی عشاء کی نماز کہا جاتا ہے۔ (ترمذی)

تشریح:۔ مطلب یہ ہے کہ یہ آیت ان ہی لوگوں کے بارے میں اتری جو عشاء کی نماز کا انتظار باوجود نیند کے غلبہ کے کرتے رہتے ہیں اور سونے کے لئے اپنے بستر پر اس وقت تک نہیں جاتے جب تک کہ عشاء کی نماز نہ پڑھ لیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے مغرب کی نماز ادا کی (نماز کے بعد) کچھ لوگ تو چلے گئے اور کچھ لوگ (مسجد ہی میں) بیٹھے رہ گئے اتنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بڑی تیزی سے تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سانس پھولا ہوا تھا اور (تہبند) گھٹنوں سے ہٹ رہا تھا (جس کو سمیٹ کر آپ نے پکڑ رکھا تھا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خوش ہو جاؤ تمہارے رب نے ابھی ابھی آسمانوں کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھولا ہوا ہے وہ فرشتوں کے سامنے فخر کے ساتھ تمہارا

تذکرہ کرتا ہے کہ میرے بندوں کو دیکھو! ایک فریضہ ادا کر کے دوسرے کے انتظار میں ہیں۔ (ابن ماجہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنے والا اس شہسوار کی طرح ہے جس کا گھوڑا اللہ کی راہ میں انتہائی دلیر ہو چکا ہو اور وہ بڑے جہاد میں ہو۔ (احمد طبرانی)

داؤد بن صالح کہتے ہیں کہ مجھ سے ابو سلمہ نے فرمایا اے بھتیجے جانتے ہو کہ آیت اصبروا وصابروا ورابطوا (جس کا ترجمہ یہ ہے خود صبر کرو اور مقابلہ میں مضبوط رہو اور لگے رہو) کس بارے میں اتری؟ میں نے عرض کیا میں نہیں جانتا! تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرماتے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کوئی غزوہ ایسا نہیں ہوا جس میں رباط (یعنی سرحد کی حفاظت ہوئی ہو) لیکن (اس سے مراد) ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا ہے۔ (حاکم)

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمائیے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اس کو صحیح انداز میں محبت و حکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ
وَّاَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى رُوْحِ مُحَمَّدٍ
فِي الْاَرْوَاحِ وَصَلِّ عَلٰى جَسَدِ مُحَمَّدٍ فِي الْاَجْسَادِ وَ
صَلِّ عَلٰى قَبْرِ مُحَمَّدٍ فِي الْقُبُوْرِ

فجر عصر اور مغرب کے بعد مختلف اذکار کی ترغیب

عَنْ أَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ فِیْ دُبُرِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَهُوَ ثَانٍ رِجْلَیْهِ قَبْلَ أَنْ یَّتَکَلَّمَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ عَشْرَ مَرَّاتٍ کُتِبَ اللّٰهُ لَهٗ عَشْرَ حَسَنَاتٍ وَمُحِیَ عَنْهُ عَشْرُ سَیِّئَاتٍ وَرُفِعَ لَهٗ عَشْرُ دَرَجَاتٍ وَکَانَ یَوْمَهٗ ذٰلِکَ کُلَّهٗ فِیْ حِرْزٍ مِّنْ کُلِّ مَکْرُوْهٍ وَحُرِسَ مِنَ الشَّیْطَانِ وَلَمْ یَنْبَغِ لِذَنْبٍ أَنْ یُّدْرِکَهٗ فِیْ ذٰلِکَ الْیَوْمِ إِلَّا الشِّرْکَ بِاللّٰهِ تَعَالٰی

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
جو شخص صبح کی نماز کے بعد اسی ہیئت سے بیٹھے ہوئے بات سے قبل یہ دعا دس مرتبہ پڑھے۔ لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو علی کل شیئ قدیر (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اپنی ذات اور صفات میں اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں سارا ملک (دنیا و آخرت) کا اسی کا ہے اور جتنی خوبیاں ہیں وہ اسی پاک ذات کے لئے ہیں وہی ثواب زندہ کرتا ہے وہی مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے) تو اس کیلئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی دس برائیاں معاف فرمائی جائیں گی اور جنت میں دس درجے بلند کئے جائیں گے اور پورے دن شیطان سے اور مکروہات سے محفوظ رہے گا اور اس دن شرک کے علاوہ کوئی اور گناہ اس کو نہ پہنچے گا (ترمذی نسائی)

تشریح: نسائی کی روایت میں یحیی و یمیت کے بعد بیدہ الخیر کا بھی اضافہ ہے اور اس میں اس کی ایک اور فضیلت بھی ہے کہ ہر بار پڑھنے پر ایک مومن غلام آزاد کرنے کا ثواب ہے۔ اور نسائی میں حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ جو اس دعا کو عصر کے بعد پڑھے تو اس کو رات بھی وہی ملے گا جو دن میں ملتا ہے۔

حضرت حارث بن مسلم تمیمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا جب صبح کی نماز پڑھ چکو تو بات کرنے سے پہلے سات بار یہ دعا پڑھو۔ اللھم اجرنی من النار (اے اللہ مجھ کو جہنم کی آگ سے بچا) اگر اسی دن تمہارا انتقال ہو گیا تو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے جہنم سے پناہ لکھ دے گا۔ اور (اسی طرح) مغرب کے بعد کسی سے بات کرنے سے پہلے سات بار یہ دعا پڑھ لو اگر اسی رات موت آگئی تو اللہ تعالیٰ تم کو جہنم سے پناہ دے دے گا (نسائی ابوداؤد)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص فجر کی نماز کے بعد سو مرتبہ اسی ہیئت پر بیٹھے بیٹھے یہ کلمات پڑھے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وہ اس دن روئے زمین پر رہنے والوں سے افضل اور بہتر عمل والا ہے سوائے اس شخص کے جس نے اتنے ہی مرتبہ یہ کلمات پڑھے ہوں یا اس سے زیادہ۔ ایک دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ ہر مرتبہ پڑھنے پر اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا جس کی قیمت بارہ ہزار ہو اور شرک کے علاوہ کوئی گناہ اس کو نہیں پہنچے گا۔ اسی طرح جس نے مغرب کی نماز کے بعد یہ کلمات پڑھے تو اس کے لئے بھی یہی ہے۔ (طبرانی، ابن ماجہ)

نماز میں قرأت قرآن

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِقِرَاءَةٍ قَالَ اَبُوْ هُرَیْرَةَ فَمَا اَعْلَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَعْلَنَّاهُ وَمَا اَخْفَاهُ اَخْفَیْنَاهُ لَکُمْ

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قرآن کی قرأت کے بغیر نماز ہوتی ہی نہیں ہے۔ آگے حضرت ابوہریرہؓ اپنی طرف سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن نمازوں میں قرأت بالجہر (باآواز) فرماتے تھے ان میں ہم بھی جہر کرتے ہیں اور دوسروں کو سنا کے پڑھتے ہیں اور جہاں آپ آہستہ آہستہ خاموشی سے پڑھتے تھے وہاں ہم بھی ایسا ہی کرتے ہیں اور تم کو سنا کے نہیں پڑھتے۔ (صحیح مسلم)

تشریح… اس حدیث میں نماز کے لئے قرآن کی کسی خاص سورۃ کا نہیں بلکہ عام قرأت قرآن کا رکن ہونا بیان فرمایا گیا ہے۔ آگے حدیث کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن نمازوں اور جن رکعتوں میں اونچی قرأت فرماتے تھے ان ہی میں ہم بھی اونچی قرأت کرتے ہیں اور جہاں آپ خاموشی سے پڑھتے تھے وہاں ہم بھی خاموشی سے پڑھتے ہیں۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے نماز میں سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز ہی نہیں ہوئی۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

اور اسی حدیث کی صحیح مسلم کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ جس نے سورۃ فاتحہ اور اس کے آگے کچھ اور نہیں پڑھا تو اس کی نماز ہی نہیں۔

تشریح… اس حدیث سے یہ تفصیل معلوم ہوئی کہ سورۃ فاتحہ تو متعین طور سے نماز کا لازمی جزو ہے اور اس کے بعد قرآن مجید ہی میں سے کچھ اور بھی پڑھنا ضروری ہے لیکن اس میں پوری وسعت ہے اور اجازت ہے کہ جہاں سے چاہے پڑھے۔

مسئلہ قرأت فاتحہ میں ائمہ مجتہدین کے مذاہب

ائمہ مجتہدین میں سے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور بعض دوسرے حضرات نے اس حدیث سے اور اسی طرح کی بعض اور احادیث سے یہ سمجھا ہے کہ نمازی خواہ اکیلے نماز پڑھ رہا ہو خواہ امامت کر رہا ہو خواہ مقتدی ہو اور نماز خواہ جہری (جس میں امام اونچی قرأت کرتا ہے) ہو یا سری (جس میں امام آہستہ قرأت کرتا ہو) ہر حال میں اس کے لئے سورۃ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے۔

اور حضرت امام مالکؒ حضرت امام احمد بن حنبلؒ اور ان کے علاوہ دوسرے بھی بہت سے ائمہ نے اس حدیث کے ساتھ اسی مسئلہ سے متعلق دوسری بعض حدیثوں کو بھی سامنے رکھ کر یہ رائے قائم فرمائی ہے کہ اگر نمازی مقتدی ہو اور نماز جہری (جس میں اونچی آواز سے قرأت ہو) ہو تو امام کی قرأت مقتدیوں کی طرف سے بھی کافی ہے لہٰذا اس صورت میں مقتدی کو خود قرأت نہیں کرنی چاہئے۔ اس کے علاوہ باقی تمام صورتوں میں نمازی کو سورۃ فاتحہ لازماً پڑھنا چاہئے۔

امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہؒ بھی اسی کے قائل ہیں بلکہ وہ سری نمازوں میں بھی امام کی قرأت کو مقتدی کی طرف سے کافی

سمجھتے ہیں۔ ان حضرات کے اس نقطہ نظر کی بنیاد جن حدیثوں پر ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام اس لئے بنایا گیا ہے کہ مقتدی لوگ اس کی اقتداء اور اتباع کریں لہذا جب امام اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموشی سے کان لگا کر سنو۔ (سنن ابی داؤد سنن نسائی سنن ابن ماجہ)

تشریح۔ امام کی قرأت کے وقت خاموشی سے سننے کی یہ ہدایت بالکل انہی الفاظ میں بعض اور صحابہ کرام سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث کے ضمن میں یہ ہدایت انہی الفاظ میں مروی ہے بلکہ وہیں ایک شاگرد کے سوال کے جواب میں امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ والی اس حدیث کی بھی تصحیح اور توثیق کی ہے اور بظاہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ہدایت کا منشاء قرآن مجید کا یہ واضح فرمان ہے۔

"واذا قرء القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون" (الاعراف ع ۲۴)

(اور جب قرآن پاک کی قرأت ہو تو تم اس کو متوجہ ہو کر سنو اور خاموش رہو شاید کہ اس کی وجہ سے تم رحمت کے قابل ہو جاؤ)

امام ابو حنیفہؒ جو سری نمازوں (جن میں آہستہ تلاوت کی جاتی ہے) میں بھی امام کی قرأت کو مقتدی کے لئے کافی سمجھتے ہیں ان کا خاص استدلال حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے بھی ہے جس کو امام محمد اور امام طحاوی اور امام دار قطنی وغیرہ نے خود امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے اپنی کتب میں روایت کیا ہے۔ موطا امام محمد کی روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس کی بھی قرأت ہے۔

تشریح۔ یہ مسئلہ کہ امام کے پیچھے مقتدی کو سورۂ فاتحہ پڑھنی چاہیے یا نہیں؟ ان معرکۃ الآراء اختلافی مسائل میں سے ہے جن پر ہماری اس صدی میں علاء سے مستقل کتابیں دونوں طرف سے لکھی گئی ہیں اور بلاشبہ ان میں بعض تو علم و تحقیق اور نکتہ آفرینی کے لحاظ سے شاہکار ہیں۔ لیکن اس قسم کے تمام اختلافی مسائل میں صحیح رویہ یہ ہے کہ تمام ائمہ سلف کے ساتھ نیک گمان رکھا جائے دل سے ان کا احترام کیا جائے اور سمجھا جائے کہ ان میں سے ہر ایک نے کتاب و سنت اور صحابہ کرامؓ کے طرز عمل کا مطالعہ اور اس میں غور و فکر کے بعد جو کچھ اپنے نزدیک زیادہ فائق ترجیح سمجھا ہے نیک نیتی سے اس کو اختیار کر لیا ہے ان میں سے کوئی بھی باطل پر نہیں ہے۔ اور یہ اس کے منافی نہیں ہے امت کی مصلحت عامہ کی خاطر جہالت نفسانیت اور فتنوں کے اس دور میں چاروں اماموں امام اعظم ابو حنیفہ۔ امام مالک۔ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل میں سے کسی ایک کے مذہب سے اپنے کو وابستہ رکھا جائے۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمایئے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمایئے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد' عبادات' معاملات' معاشرت اور اخلاق میں تمام حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمایئے۔ آمین

ہے۔ مصنف عبدالرزاق میں سند کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس خط کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو موسیٰ اشعری کو لکھا تھا کہ مغرب کی نماز میں قصار مفصل عشاء میں اوساط مفصل اور فجر میں طوال مفصل پڑھا کرو (نصب الرایہ)

اور امام ترمذی نے اس خط کا حوالہ دیتے ہوئے ظہر میں اوساط مفصل پڑھنے کی ہدایت کا بھی ذکر کیا ہے۔ (جامع ترمذی)

ظاہر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ ہدایت تب ہی فرمائی ہوگی جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قولی اور عملی تعلیم سے انہوں نے ایسا ہی سمجھا ہوگا۔ اسی بناء پر اکثر ائمہ مجتہدین نے مختلف اوقات کی نمازوں میں قرأت کی مقدار کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس خط کو خاص رہنما مان کر اسی کے مطابق عمل کو اولیٰ اور مستحسن قرار دیا ہے۔

وتر میں قرأت

عبدالعزیز بن جریج تابعی بیان کرتے ہیں کہ ہم نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں کون کون سی سورتیں پڑھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ پہلی رکعت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم "سبح اسم ربک الاعلیٰ" پڑھتے تھے اور دوسری میں قل یاایہا الکافرون اور تیسری رکعت میں قل ہو اللہ احد اور معوذتین یعنی قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس)

(جامع ترمذی، سنن ابی داؤد)

تشریح..... وتر کی پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلیٰ دوسری میں قل یاایہا الکافرون اور تیسری رکعت میں قل ہو اللہ احد پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابی بن کعب اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی روایت کیا ہے۔ لیکن ان دونوں حضرات نے تیسری رکعت میں "معوذتین" پڑھنے کا ذکر نہیں کیا معلوم ہوتا ہے کہ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیسری رکعت میں صرف سورہ اخلاص پڑھتے تھے اور کبھی اس کے ساتھ معوذتین بھی۔ واللہ اعلم

جمعہ و عیدین کی نمازوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور غلام اور خادم ابو رافع رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عبیداللہ بن ابی رافع (جو اکابر تابعین میں ہیں) بیان کرتے ہیں کہ مروان (جس زمانہ میں کہ امیر معاویہؓ کی طرف سے مدینہ کا حاکم تھا) حج وغیرہ کسی ضرورت سے مکہ معظمہ گیا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو (ان دنوں کے لئے) اپنا قائم مقام بنا گیا تو حضرت ابو ہریرہؓ نے جمعہ کی نماز پڑھائی تو اس کی پہلی رکعت میں سورہ جمعہ اور دوسری میں سورۃ منافقون پڑھی اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمعہ کے دن یہ دونوں سورتیں پڑھتے ہوئے سنا ہے۔ (صحیح مسلم)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین اور جمعہ کی نماز میں "سبح اسم ربک الاعلیٰ" اور "ہل اتاک حدیث الغاشیۃ" پڑھا کرتے تھے اور عید اور جمعہ دونوں ایک دن میں جمع ہو جاتے تو آپ دونوں نمازوں میں یہی دو سورتیں پڑھتے۔ (صحیح مسلم)

(حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بھتیجے) عبیداللہ بن مسعود (تابعی) سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو واقد لیثیؓ سے پوچھا کہ "عید الاضحیٰ اور عید الفطر کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا پڑھتے تھے؟"

انہوں نے فرمایا کہ: "آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں میں "ق والقرآن المجید" اور "اقتربت الساعة" پڑھا کرتے تھے"۔ (صحیح مسلم)

تشریح۔ ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز جمعہ کی دونوں رکعتوں میں علی الترتیب اکثر و بیشتر سورہ جمعہ اور سورہ منافقون یا سورہ اعلیٰ و سورہ غاشیہ پڑھا کرتے تھے اور عیدین کی نماز میں بھی یا تو یہی دونوں آخری سورتیں پڑھا کرتے تھے یا "ق والقرآن المجید" اور "اقتربت الساعة"

نماز پنجگانہ اور جمعہ و عیدین کی نمازوں میں قرأت سے متعلق اب تک جو حدیثیں درج کی گئی ہیں اور جو کچھ ان کی تشریح کے سلسلہ میں لکھا گیا ہے اس سے آپ نے یہ دو باتیں ضرور سمجھ لی ہوں گی۔

(۱) آپ کا اکثر معمول یہ تھا کہ فجر میں قرأت طویل فرماتے تھے۔ اور زیادہ تر طوال مفصل پڑھتے تھے ظہر میں بھی کسی قدر طویل قرأت فرماتے تھے۔

عصر مختصر اور ہلکی پڑھتے تھے اور اسی طرح مغرب بھی عشاء میں اوساط مفصل پڑھنا پسند فرماتے تھے لیکن کبھی کبھی اس کے خلاف بھی ہوتا تھا۔

(۲) کسی نماز میں ہمیشہ کسی خاص سورت کے پڑھنے کا نہ آپ نے حکم دیا اور نہ عملاً ایسا کیا ہاں بعض نمازوں میں اکثر و بیشتر بعض خاص سورتیں پڑھنا آپ سے ثابت ہے۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمایئے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمایئے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد عبادات معاملات معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمایئے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اس کو صحیح انداز میں محبت و حکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ وَصَلِّ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ

سورۂ فاتحہ کے ختم پر آمین آہستہ یا اونچی؟

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
اِذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ فَاَمِّنُوْا فَاِنَّهٗ مَنْ وَافَقَ تَاْمِیْنُهٗ تَاْمِیْنَ الْمَلٰٓئِکَةِ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام (سورۂ فاتحہ کے ختم پر) "آمین" کہے تو تم مقتدی بھی آمین کہو جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوگی اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

تشریح:..... کسی کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہونے کے شارحین نے کئی مطلب بیان کئے ہیں ان میں سب سے زیادہ راجح یہ ہے کہ فرشتوں کی آمین کے ساتھ آمین کہی جائے نہ اس سے پہلے ہو نہ اس کے بعد میں اور فرشتوں کی آمین کا وقت وہی ہے جب کہ امام آمین کہے۔ اس بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہوگا کہ جب امام سورۂ فاتحہ ختم کر کے آمین کہے تو مقتدیوں کو چاہئے کہ وہ بھی اسی وقت آمین کہیں کیونکہ اللہ کے فرشتے بھی اسی وقت آمین کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے کہ جو بندے فرشتوں کی آمین کے ساتھ آمین کہیں گے ان کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم نماز پڑھنے لگو تو اپنی صفیں اچھی طرح درست اور سیدھی کرو پھر تم میں سے کوئی امام بنے پھر جب وہ امام تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو اور جب وہ سورۂ فاتحہ کی آخری آیت "غیر المغضوب علیهم ولا الضالین" پڑھے تو تم کہو آمین۔ (یعنی اے اللہ! قبول فرما۔ جب تم ایسا کرو گے) تو اللہ تعالیٰ سورۂ فاتحہ میں آئی ہوئی ہدایت کی دعا قبول فرمائے گا۔ (صحیح مسلم)

تشریح:..... آمین دراصل قبولیت دعا کی درخواست ہے اور بندے کی طرف سے اس بات کا اظہار ہے کہ میرا کوئی حق نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ میری دعا کو قبول ہی کرے اس لئے سائلانہ دعا کرنے کے بعد وہ آمین کہہ کے پھر درخواست کرتا ہے کہ اے اللہ! محض اپنے کرم سے میری حاجت پوری فرما دے اور میری دعا قبول فرمالے۔ اس طرح یہ مختصر سا لفظ رحمت خداوندی کو متوجہ کرنے والی ایک مستقل دعا ہے۔ سنن ابی داؤد میں ابوزہیر نمیری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

"ایک رات ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے جا رہے تھے ایک شخص کے پاس سے گزرنا ہوا جو بڑے الحاح اور انہماک کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ شخص اپنی دعا پر مہر لگا دے تو یہ ضرور قبول کرالے گا۔ آپ کے ساتھیوں میں سے کسی نے عرض کیا کہ کس چیز کی مہر؟ آپ نے فرمایا کہ آمین کی مہر"۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دعا کے ختم پر آمین کہنا ان چیزوں میں سے ہے جن سے دعا کی قبولیت کی خاص امید کی جا سکتی ہے۔

نماز میں آمین بلند آواز سے کہی جائے یا آہستہ یہ مسئلہ بھی خواہ مخواہ معرکہ کا مسئلہ بن گیا ہے حالانکہ کوئی باانصاف صاحب علم اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ حدیث کے معتبر ذخیرے

میں اونچی آواز سے کہنے کی روایت بھی موجود ہے اور آہستہ کہنے کی بھی اسی طرح اس سے بھی کسی کو انکار کی گنجائش نہیں ہے کہ صحابہ اور تابعین کا دونوں طرح کا معمول تھا اور یہ بجائے خود اس بات کی واضح دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دونوں طریقے ثابت ہیں اور آپ کے زمانہ میں دونوں طرح عمل ہوا ہے یہ ناممکن ہے کہ آپ کے زمانہ میں کبھی آمین اونچی آواز کے ساتھ نہ کہی گئی ہو اور آپ کے بعد بعض صحابہ اونچی کہنے لگے ہوں۔ اسی طرح یہ بھی قطعاً ناممکن ہے کہ آپ کے دور میں اور آپ کے سامنے آمین آہستہ کہنے پر کبھی عمل نہ ہوا ہو اور آپ کے بعد بعض صحابہ ایسا کرنے لگے ہوں۔ الغرض صحابہ اور تابعین میں دونوں طرح کا عمل پایا جانا اس کی قطعی دلیل ہے کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں دونوں طرح عمل ہوا ہے۔ بعد میں بعض ائمہ مجتہدین نے اپنے علم و تحقیق کی بناء پر یہ سمجھا کہ آمین میں اصل اونچی آواز سے کہنا ہے اور عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں زیادہ تر عمل اسی پر تھا اگرچہ کبھی کبھی اس کے خلاف بھی ہوتا تھا اس لئے ان حضرات نے آمین اونچی آواز سے کہنے کو افضل کہا اور آہستہ سے کہنے کو بھی جائز کہا اور اس کے برعکس دوسرے بعض ائمہ نے اپنی معلومات کی بناء پر یہ سمجھا کہ آمین جو قرآن کا لفظ بھی نہیں ہے دراصل وہ بالسر (آہستہ سے) کہنے کی چیز ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں عام طور سے آہستہ ہی کہا جاتا تھا اگرچہ کبھی کبھی بالجہر (بلند آواز سے) بھی کہا جاتا تھا۔ الغرض جن ائمہ کی تحقیق اور غور و فکر نے ان کو اس نتیجہ پر پہنچایا ان کی رائے یہ ہوئی کہ اصل اور افضل خاموشی سے کہنا ہی ہے لیکن جائز اونچی آواز سے بھی ہے۔ بہرحال ائمہ کے درمیان اختلاف صرف افضلیت میں ہے جائز ہونے کے بارہ میں کسی کو بھی انکار نہیں ہے اور یقیناً ہمارے ائمہ سلف میں سے ہر ایک نے وہی رائے قائم کی ہے اور اسی کو اختیار کیا ہے جس کو انہوں نے دیانتدارانہ غور و فکر اور تحقیق کے بعد زیادہ صحیح سمجھا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے اور ہم سب کو اتباع حق اور عدل کی توفیق سے نوازے۔ آمین۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمایئے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمایئے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمایئے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اس کو صحیح انداز میں محبت و حکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین

رفع یدین

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْہِ حَذْوَ مَنْکِبَیْہِ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ وَاِذَا کَبَّرَ لِلرُّکُوْعِ وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَہٗ مِنَ الرُّکُوْعِ رَفَعَهُمَا کَذٰلِکَ وَقَالَ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ وَکَانَ لَا یَفْعَلُ ذٰلِکَ فِی السُّجُوْدِ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تھے تو (تکبیر تحریمہ کہنے کے ساتھ) دونوں ہاتھ مونڈھوں تک اٹھاتے تھے اور جب رکوع میں جانے کے لئے تکبیر کہتے تھے اور اسی طرح جب رکوع سے اٹھتے تھے تب بھی دونوں ہاتھ اسی طرح اٹھاتے تھے اور کہتے تھے۔ "سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد" اور سجدے میں ایسا نہیں کرتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی اس حدیث میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ صرف رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کا ذکر ہے اور اسی کے ساتھ سجدے میں رفع یدین نہ کرنے کی وضاحت ہے اور انہی کی بعض دوسری روایت میں تیسری رکعت کے لئے اٹھتے وقت بھی رفع یدین کا ذکر ہے اور یہ روایت بھی صحیح بخاری ہی میں موجود ہے۔

اور مالک بن الحویرث اور وائل بن حجرؓ کی بعض روایتوں میں (جن کو امام نسائی اور امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے) سجدے کے وقت بھی رفع یدین کا ذکر ہے جس کی حضرت ابن عمرؓ کی مندرجہ بالا حدیث میں واضح طور پر نفی کی گئی ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ ان میں سے ہر روایت اور ہر بیان بجائے خود صحیح ہے اور مالک بن الحویرث اور وائل بن حجر کے اس بیان میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں جاتے وقت اور اس سے اٹھتے وقت بھی رفع یدین کرتے تھے اور حضرت ابن عمرؓ کے اس بیان میں کہ آپ سجدے میں رفع یدین نہیں کرتے تھے مطابقت اس طرح ہی ہو سکتی ہے کہ ایسا آپ نے کبھی کبھی کیا جس کو مالک بن الحویرث اور وائل بن حجر نے تو دیکھا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اتفاق سے نہیں دیکھا اس لئے اپنے علم کے مطابق انہوں نے اس کی نفی کی اگر یہ آپ کا دائمی یا اکثری عمل ہوتا تو ناممکن تھا کہ حضرت عبداللہ بن عمر جیسے صحابی کو اس کی خبر نہ ہوتی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے خاص شاگرد علقمہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے ایک دفعہ ہم سے کہا کہ میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والی نماز پڑھاؤں؟ یہ کہہ کر انہوں نے ہمیں نماز پڑھائی اس نماز میں انہوں نے بس پہلی ہی دفعہ (تکبیر تحریمہ کے ساتھ) رفع یدین کیا اس کے سوا رفع یدین بالکل نہیں کیا۔ (جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن نسائی)

تشریح: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ممتاز اور جلیل القدر صحابہ میں سے ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت تھی کہ وہ نماز میں پہلی صف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کھڑے ہوں انہوں نے اپنے شاگردوں کو دکھانے اور سکھانے کے لئے اہتمام کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والی نماز پڑھائی اور اس میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ کسی موقع پر بھی رفع یدین نہیں کیا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی بناء پر یہ ماننا پڑے گا کہ حضرت ابن عمرؓ وغیرہ نے رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کا جو ذکر کیا ہے وہ بھی رسول اللہ کا دائمی یا اکثری معمول نہ تھا ورنہ ایسا ہوتا تو حضرت ابن مسعودؓ جو آپ کے قریب صف اول میں کھڑے ہونے والوں میں سے تھے اس سے یقیناً واقف ہوتے اور تعلیم کے اس موقع پر رفع یدین ہرگز ترک نہ فرماتے۔

ان سب حدیثوں کو سامنے رکھ کر ہر منصف صاحب علم اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول نماز میں رفع یدین کا بھی رہا ہے اور رفع یدین چھوڑنے کا بھی۔ یعنی ایسا بھی ہوتا تھا کہ آپ پوری نماز میں سوائے تکبیر تحریمہ کے کسی موقع پر بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے ایسا بھی ہوتا تھا کہ تحریمہ کے علاوہ صرف رکوع میں جاتے وقت اور اس سے اٹھتے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ حضرت ابن مسعودؓ جیسے صحابہ نے آپ کی نماز کے مسلسل مطالعہ اور مشاہدے سے یہ سمجھا کہ نماز میں اصل رفع یدین نہ کرنا ہے اور حضرت ابن عمرؓ جیسے بہت سے صحابہ نے یہ سمجھا کہ اصل رفع یدین ہے۔ پھر رائے اور فکر کا یہی اختلاف تابعین اور بعد کے اہل علم میں بھی رہا۔

امام ترمذیؒ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ والی مندرجہ بالا حدیث سند کے ساتھ نقل کرنے کے بعد اور حسب عادت یہ بتانے کے بعد کہ فلاں فلاں دیگر صحابہ کرام سے بھی رفع یدین کی احادیث روایت کی گئی ہیں لکھا ہے کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ مثلاً حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت جابرؓ حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت انسؓ وغیرہ اسی کے قائل ہیں یعنی انہوں نے رفع یدین کو اختیار کیا ہے اور اسی طرح تابعین اور بعد کے ائمہ میں سے فلاں اور فلاں حضرات اسی کے قائل ہیں۔"

اس کے بعد ترک رفع یدین کے بارے میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مندرجہ بالا حدیث نقل کرنے کے بعد اور اسی مضمون کی براء بن عازب کی ایک دوسری حدیث کا حوالہ دینے کے بعد امام ترمذیؒ نے لکھا ہے کہ۔

"متعدد صحابہ اسی کے قائل ہیں اور انہوں نے ترک رفع یدین کو اختیار کیا ہے اور اسی طرح تابعین اور بعد کے ائمہ میں سے فلاں فلاں حضرات نے اس کو اختیار کیا ہے"۔

الغرض آمین آہستہ یا اونچی کہنے کی طرح رفع یدین اور ترک رفع یدین بلاشبہ دونوں عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں اور صحابہ کرام کے درمیان ترجیح و اختیار میں اختلاف اسی وجہ سے ہوا ہے کہ ان میں سے بعض نے اپنے غور و فکر اپنے دینی وجدان اور ادراک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات کے مطالعہ و تجربہ کی بناء پر یہ سمجھا کہ نماز میں اصل رفع یدین نہ کرنا ہے اور رفع یدین جب ہوا ہے وقتی اور عارضی طور پر ہوا ہے حضرت ابن مسعودؓ جیسے صحابہ کرام نے یہی سمجھا اور امام ابوحنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ وغیرہ ائمہ نے اسی کو اختیار کیا اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت جابرؓ وغیرہ دوسرے بہت سے صحابہ کرام نے اس کے برعکس سمجھا اور حضرت امام شافعیؒ اور امام احمدؒ وغیرہ نے اسی کو اختیار کیا اور رائے کا یہ اختلاف بھی صرف افضلیت میں ہوا اور رفع اور ترک رفع کا جائز ہونا سب کے نزدیک مسلم ہے۔

اللہ تعالیٰ غلو اور نا انصافی سے حفاظت فرمائے اور اتباع حق کی توفیق دے۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمایئے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین

رکوع و سجود اچھی طرح ادا کرنے کی تاکید

عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِیْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُجْزِیْٔ صَلٰوۃُ الرَّجُلِ حَتّٰی یُقِیْمَ ظَھْرَہٗ فِی الرُّکُوْعِ وَالسُّجُوْدِ

ترجمہ: حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کی نماز اس وقت تک کافی نہیں ہوتی (یعنی پوری طرح ادا نہیں ہوتی) جب تک کہ وہ رکوع اور سجدہ میں اپنی پیٹھ سیدھی نہ کرے۔ (ابو داؤد، ترمذی)

حضرت طلق بن علی حنفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بندہ رکوع اور سجدے میں اپنی پشت کو سیدھی برابر نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس کی نماز کی طرف دیکھتا بھی نہیں۔ (مسند احمد)

تشریح: نماز کی طرف اللہ تعالیٰ کے نہ دیکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ایسی نماز اس کے نزدیک قابل قبول نہیں ورنہ ظاہر ہے کہ زمین و آسمان کی کوئی چیز بھی اللہ تعالیٰ سے مخفی اور اس کی نظر سے غائب نہیں ہے۔ ان دونوں حدیثوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ فرمائی ہے کہ جو شخص رکوع و سجود کو قاعدے کے مطابق صحیح طور سے ادا نہیں کرے گا اس کی نماز قبول نہیں ہوگی۔

یہی ان دونوں حدیثوں کی ہدایت ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سجدہ اعتدال کے ساتھ کرو اور کوئی اپنی بانہیں سجدے میں اس طرح نہ بچھا دے جس طرح کتا زمین پر بانہیں بچھا دیتا ہے۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

تشریح: سجدے میں اعتدال کا مطلب بظاہر یہ ہے کہ سجدہ طمانیت کے ساتھ کیا جائے ایسا نہ ہو کہ سر زمین پر رکھا اور فوراً اٹھا لیا۔ اور بعض شارحین نے اعتدال سے حکم کا مطلب یہ بھی سمجھا ہے کہ ہر عضو سجدے میں اس طرح رہے جس طرح اس کو رہنا چاہئے۔ دوسری ہدایت اس حدیث میں یہ فرمائی گئی ہے کہ سجدے میں کلائیوں کو زمین سے اوپر اٹھا رہنا چاہئے۔ اس سلسلہ میں کتے کی مثال آپ نے اس واسطے دی کہ اس کی شناعت و قباحت اچھی طرح سامعین کے ذہن نشین ہو جائے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم سجدہ کرو تو اپنی ہتھیلیاں زمین پر رکھو اور کہنیاں اوپر اٹھاؤ۔ (صحیح مسلم)

حضرت عبداللہ بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ میں جاتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اچھی طرح کھول دیتے تھے (یعنی پہلوؤں سے الگ رکھتے تھے) یہاں تک کہ بغل کی سفیدی نظر آ سکتی تھی۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

حضرت وائل بن حجر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خود دیکھا ہے کہ جب آپ سجدے میں جاتے تھے تو ہاتھوں سے پہلے اپنے گھٹنے زمین پر رکھتے تھے اور جب آپ سجدے سے اٹھتے تھے تو اس کے برعکس اپنے ہاتھ گھٹنوں سے پہلے اٹھاتے تھے۔ (سنن ابی داؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے حکم ملا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے) کہ میں سات اعضاء پر سجدہ کروں (یعنی سجدہ اس طرح کروں کہ یہ سات عضو زمین پر ٹکے ہوں) پیشانی اور دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں کے کنارے اور یہ بھی حکم ہے کہ ہم اپنے کپڑوں اور بالوں کو نہ سمیٹیں۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

تشریح: یہ سات اعضاء جن کا حدیث میں ذکر ہے

"اعضاءِ سجود" کہلاتے ہیں۔ سجدے میں ان کو زمین پر رکھنا چاہئے۔ بعض آدمی سجدے میں جاتے ہوئے اس کی کوشش کرتے ہیں کہ اپنے کپڑوں اور بالوں کو خاک آلودگی سے بچائیں یہ بات چونکہ سجدے کی غایت اور روح کے منافی ہے اس لئے اس سے منع فرمایا گیا ہے۔

رکوع سجود میں امام سے پہلے سر اٹھانا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،

کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص رکوع اور سجدے میں امام سے پہلے سر اٹھاتا ہے تو کیا اسے یہ ڈر نہیں لگتا کہ کہیں اللہ تعالیٰ اس کا سر گدھے کا سر نہ بنا دے اللہ تعالیٰ اس کی صورت (مسخ کرکے) گدھے کی صورت بنا دے۔ (یعنی اس بات سے ڈرنا چاہئے) (بخاری ومسلم)

تشریح: حدیث بالا میں صورت مسخ ہونے کا اگرچہ صرف اندیشہ جتایا گیا ہے لیکن یہ کوئی ناممکن بات نہیں۔ گو اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف وکرم سے اس امت کو عام مسخ سے محفوظ فرمایا ہے لیکن انفرادی مسخ کچھ بعید نہیں۔ (فتح الباری)

رکوع اور سجدے میں کیا پڑھا جائے؟

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب قرآن مجید کی آیت "فسبح باسم ربک العظیم" نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کو اپنے رکوع میں رکھو (یعنی اس حکم کی تعمیل میں سبحان ربی العظیم رکوع میں کہا کرو) پھر جب آیت "سبح اسم ربک الاعلیٰ" کا نزول ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اس کو اپنے سجدے میں رکھو (یعنی اس کی تعمیل میں سبحان ربی الاعلیٰ سجدے میں کہا کرو)

(سنن ابوداؤد، سنن ابن ماجہ، سنن دارمی)

عون بن عبداللہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنے رکوع میں تین بار سبحان ربی العظیم کہے تو اس کا رکوع مکمل ہو گیا اور یہ اس کا ادنیٰ درجہ ہوا اسی طرح جب اپنے سجدے میں سبحان ربی الاعلیٰ تین بار کہے تو اس کا سجدہ پورا ہو گیا اور یہ اس کا ادنیٰ درجہ ہوا۔ (جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ رکوع اور سجدے میں اگر تسبیح ۳ دفعہ سے کم کہی تو رکوع اور سجدہ تو ادا ہو جائے گا لیکن اس میں ایک گونہ نقصان رہے گا۔ کامل ادائیگی کے لئے کم سے کم ۳ دفعہ تسبیح کہنا ضروری ہے اور اس سے زیادہ کہنا بہتر ہے۔ ہاں امام کے لئے ضروری ہے کہ وہ رکوع اور سجدہ اتنا زیادہ طویل نہ کرے جو مقتدیوں کے لئے زحمت اور گرانی کا باعث ہو۔ حضرت سعید بن جبیر تابعی سے ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے عمر بن عبدالعزیز کے متعلق فرمایا کہ اس جوان کی نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے ساتھ بہت ہی مشابہ ہے۔ ابن جبیر فرماتے ہیں کہ اس کے بعد ہم نے عمر بن عبدالعزیز کے رکوع وسجود کی تسبیحات کے بارے میں اندازہ کیا کہ وہ تقریباً دس دفعہ پڑھتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی رکوع وسجود میں تقریباً دس دس دفعہ تسبیح کہتے تھے اس لئے بہتر یہ ہے کہ جو شخص نماز پڑھائے وہ کم سے کم تین دفعہ اور زیادہ سے زیادہ دس دفعہ تسبیح پڑھا کرے۔

مندرجہ بالا حدیثوں سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع اور سجدے میں سبحان ربی العظیم اور سبحان ربی الاعلیٰ کہنے کی امت کو ہدایت وتلقین فرمائی اور یہی آپ کا معمول بھی تھا۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

قومہ اور جلسہ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ
اِذَا قَالَ الْاِمَامُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فَقُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ
فَاِنَّهٗ مَنْ وَافَقَ قَوْلُهٗ قَوْلَ الْمَلٰٓئِکَةِ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
جب امام (رکوع سے اٹھتے ہوئے) کہے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ (اللہ نے سن لی اس بندہ کی جس نے اس کی حمد کی) تو تم
(مقتدی لوگ) کہو اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ (اے اللہ ہمارے پروردگار تیرے ہی لئے ساری حمد وستائش ہے) تو
جس کا کہنا فرشتوں کے کہنے کے موافق ہوگا اس کے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

تشریح... نماز باجماعت میں جب امام رکوع سے اٹھتے ہوئے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہتا ہے تو اللہ کے فرشتے بھی اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہتے ہیں اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کو حکم دیا ہے کہ اس موقع پر وہ بھی یہی کلمہ کہا کریں اور فرمایا ہے کہ جن لوگوں کا یہ کلمہ فرشتوں کے کلمہ کے مطابق ہوگا اس کلمہ کی برکت سے ان کے پچھلے قصور معاف ہو جائیں گے۔ مطابق ہونے کا مطلب بظاہر یہ ہے کہ بالکل ان کے ساتھ ہو آگے پیچھے نہ ہو۔ واللہ اعلم۔

جن حدیثوں میں کسی خاص عمل کی برکت سے گناہوں کے معاف ہونے کی بشارت سنائی جاتی ہے ان سے مراد عموماً صغیرہ گناہ ہوتے ہیں۔ کبائر کے متعلق قرآنی آیات اور احادیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کی معافی اصولی طور پر توبہ سے وابستہ ہے ہاں اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے کہ وہ بڑے سے بڑے گناہ جس کے چاہے محض اپنے کرم سے بخش دے۔

حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے جب آپ نے رکوع سے سر اٹھایا اور کہا سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ تو آپ کے پیچھے مقتدیوں میں سے ایک شخص نے کہا:

رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْهِ

(اے ہمارے رب آپ ہی کے لئے ہے ساری حمد بہت زیادہ حمد بہت پاکیزہ اور مبارک حمد)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا اس وقت یہ کہنے والا کون تھا؟ اس شخص نے کہا کہ میں نے کہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تیس سے کچھ اوپر فرشتوں کو دیکھا کہ وہ باہم مقابلہ کر رہے تھے کہ کون اس کو پہلے لکھے گا۔ (صحیح بخاری)

تشریح... حدیث میں اس کلمہ "رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا کَثِیْرًا" کے لکھنے کے لئے تیس سے زیادہ فرشتوں کے جس مقابلہ کا ذکر ہے اس کا خاص سبب غالباً اس بندہ کے دل کی وہ خاص کیفیت تھی جس کیفیت سے اس نے اللہ کی حمد کا یہ مبارک کلمہ کہا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (کبھی ایسا

ہوتا) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع سے اٹھ کر سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو (اتنی دیر تک) کھڑے رہتے کہ ہم کو خیال ہوتا کہ شاید آپ کو سہو ہو گیا (یعنی آپ بھول گئے ہیں) پھر سجدہ میں جاتے اور اس سے اٹھنے کے بعد دونوں سجدوں کے درمیان (اتنی دیر) بیٹھتے کہ ہم خیال کرنے لگتے کہ شاید آپ کو سہو ہو گیا۔ (صحیح مسلم)

تشریح حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ کبھی کبھی آپ کا قومہ اور جلسہ اتنا طویل ہو جاتا تھا کہ صحابہ کرام کو سہو ہونے کا گمان ہونے لگتا تھا وہیں اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ایسا کبھی شاذ و نادر ہی ہوتا تھا عام عادت شریفہ یہی تھی ورنہ اگر روزمرہ کا معمول یہی ہوتا یا بکثرت ایسا ہوا کرتا تو کسی کو سہو کا شبہ بھی نہ ہوتا۔

رکوع اور سجدہ کی طرح قومہ اور جلسہ میں بھی جو کلمات اور جو دعائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول و ماثور ہیں۔ ظاہر ہے کہ وہ سب نہایت ہی مبارک اور مقبول دعائیں ہیں۔ البتہ اگر نماز پڑھنے والا امام ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہدایت کے مطابق اس کو اس بات کا لحاظ رکھنا چاہئے کہ اس کی طوالت مقتدیوں کے لئے زحمت و مشقت کا باعث نہ بن جائے۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرما دیجئے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمائیے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اس کو صحیح انداز میں محبت و شفقت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

قعدہ کا مسنون طریقہ اور تشہد

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
کَانَ اِذَا جَلَسَ فِی الصَّلٰوۃِ وَضَعَ یَدَیْہِ عَلٰی رُکْبَتَیْہِ وَرَفَعَ اِصْبَعَہُ الْیُمْنٰی الَّتِیْ تَلِی الْاِبْہَامَ
فَدَعَا بِہَا وَیَدُہُ الْیُسْرٰی عَلٰی رُکْبَتِہٖ بَاسِطُہَا عَلَیْہَا

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں بیٹھتے تھے تو اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھ لیتے تھے اور داہنے ہاتھ کے انگوٹھے کے برابر والی انگلی (انگشت شہادت) کو اٹھا کر اس سے اشارہ فرماتے تھے اور اس وقت بایاں ہاتھ آپ کا بائیں گھٹنے پر ہی دراز ہوتا تھا۔ (یعنی اس سے آپ کوئی اشارہ نہیں فرماتے تھے)۔ (صحیح مسلم)

تشریح: ... قعدہ میں کلمہ شہادت کے وقت انگشت شہادت کا اٹھانا اور اشارہ کرنا حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے علاوہ دوسرے صحابہ کرامؓ نے بھی روایت کیا ہے اور بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور اس کا مقصد بظاہر یہی ہے کہ جس وقت نمازی اشہد ان لا الٰہ الا اللہ کہہ کر اللہ تعالیٰ کے وحدہٗ لاشریک ہونے کی شہادت دے رہا ہو اس وقت اس کا دل بھی توحید کے تصور اور یقین سے لبریز ہو اور ہاتھ کی ایک انگلی اٹھا کر جسم سے بھی اس کی شہادت دی جا رہی ہو بلکہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہی کی اسی حدیث کی بعض روایات میں یہ اضافہ بھی ہے کہ انگشت شہادت کے اس اشارے کے ساتھ آپ آنکھ سے بھی اشارہ فرماتے تھے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہی نے اس اشارہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی نقل فرمایا ہے۔

انگشت شہادت کا یہ اشارہ شیطان کے لئے لوہے کی دھار دار چھری اور تلوار سے زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے۔ (مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے فرزند عبداللہ سے روایت ہے کہ وہ اپنے والد ماجد (حضرت عبداللہ بن عمرؓ) کو دیکھتے تھے کہ وہ نماز میں چہار زانو بیٹھتے تھے (کہتے ہیں کہ والد ماجد کی پیروی میں) میں بھی اسی طرح چہار زانو بیٹھنے لگا۔ حالانکہ میں اس وقت بالکل نو عمر تھا تو والد ماجد نے مجھے اسی طرح بیٹھنے سے منع فرمایا اور مجھے بتایا کہ نماز میں بیٹھنے کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ اپنا داہنا پاؤں کھڑا کرو اور بایاں پاؤں موڑ کر بچھاؤ۔ میں نے عرض کیا کہ خود آپ جو چہار زانو بیٹھتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ (میں مجبوری اور معذوری کی وجہ سے اس طرح بیٹھتا ہوں) میرے پاؤں اب میرا بوجھ نہیں اٹھا سکتے۔ (صحیح بخاری)

تشریح: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ایک صاحبزادے کا نام بھی عبداللہ ہی تھا یہ انہیں کا واقعہ ہے جو مذکور ہوا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو اللہ تعالیٰ نے طویل عمر عطا فرمائی ۸۴ سال اور ایک روایت کے مطابق ۸۶ سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ آخر عمر میں ضعف پیری کی وجہ سے وہ نماز میں سنت کے مطابق اپنے پاؤں پر نہیں بیٹھ سکتے تھے اس وجہ سے مجبوراً چہار زانو بیٹھنا پڑتا تھا (اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے پاؤں میں کوئی خاص تکلیف تھی اس کی وجہ سے وہ قعدہ میں سنت

کے مطابق بیٹھنے سے معذور تھے) بہر حال ان کے صاحبزادے عبداللہ نے بھی صرف ان کی تقلید اور پیروی میں ان ہی کی طرح چہار زانو بیٹھنا شروع کر دیا (اگرچہ وہ اس وقت بقول خود بڑھے نہیں بلکہ نو عمر جوان تھے) حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ان کو ایسا کرتے دیکھا تو منع فرمایا اور بتایا کہ نماز میں بیٹھنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ داہنا پاؤں کھڑا کیا جائے اور بایاں پاؤں موڑ کر اس پر بیٹھ جائے اور اپنے متعلق فرمایا کہ میں معذوری کی وجہ سے چہار زانو بیٹھتا ہوں میرے پاؤں میرے جسم کا بوجھ اٹھانے کے قابل نہیں ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے آخری الفاظ (میرے دونوں پاؤں میرا بوجھ نہیں اٹھا سکتے) سے یہ بات صاف سمجھ میں آتی ہے کہ ان کے نزدیک قعدہ کا مسنون طریقہ وہ تھا جس میں آدمی کے جسم کا بوجھ اس کے دونوں پاؤں پر رہتا ہے اور وہ وہی ہے جو ہم لوگوں کا معمول ہے۔

پہلے قعدہ میں اختصار اور عجلت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب پہلی دو رکعتوں پر بیٹھتے تھے (یعنی پہلا قعدہ فرماتے تھے تو آپ اتنی جلدی کرتے تھے) جیسے کہ آپ تپتے پتھروں پر بیٹھے ہیں۔ یہاں تک کہ تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔ (جامع ترمذی سنن نسائی)

تشریح: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دوامی طرز عمل سے یہ سمجھا گیا کہ پہلے قعدہ میں صرف تشہد پڑھ کے جلدی سے کھڑا ہو جانا چاہئے۔

تشہد

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حالت میں کہ میرا ہاتھ آپ کے دونوں ہاتھوں کے درمیان تھا مجھے تشہد تعلیم فرمایا جس طرح کہ آپ قرآن مجید کی سورتیں تعلیم فرماتے تھے (آپ نے مجھے تلقین فرمایا): التحیات للہ والصلوات والطیبات. الخ

ترجمہ: ادب و تعظیم اور اظہار نیاز کے سارے کلمے اللہ ہی کے لئے ہیں اور تمام عبادات اور تمام صدقات اللہ ہی کے واسطے ہیں اور میں ان سب کا نذرانہ اللہ کے حضور میں پیش کرتا ہوں تم پر سلام ہو اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں۔ سلام ہو ہم پر اور اللہ کے سب نیک بندوں پر۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں۔ صرف وہی معبود برحق ہے اور میں اس کی بھی شہادت دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور پیغمبر ہیں۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

تشریح: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جو کچھ سکھاتے اور بتاتے تھے ان میں سب سے زیادہ اہتمام آپ قرآن مجید کی تعلیم کا فرماتے تھے لیکن تشہد (التحیات) کی تعلیم و تلقین آپ نے اسی خاص الخاص اہتمام سے فرمائی جس اہتمام سے آپ قرآن مجید کی کسی سورت کی تعلیم دیتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ہاتھ اس وقت اپنے دونوں ہاتھوں کے درمیان پکڑنا بھی اسی سلسلہ کی ایک چیز تھی اور طحاوی کی ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ تشہد ایک ایک کلمہ کر کے تلقین فرمایا جس طرح کہ بچوں یا ان پڑھوں کو کوئی اہم چیز یاد کرائی جاتی ہے اور مسند احمد کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ تشہد تعلیم فرمایا اور ان کو حکم دیا کہ وہ دوسروں کو اس کی تعلیم دیں۔ یہ تشہد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے علاوہ حضرت عمرؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت عائشہ صدیقہؓ اور

بعض اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے اور ان روایات میں ایک دو لفظوں کا بہت معمولی سا فرق بھی ہے لیکن محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ سند اور روایت کے لحاظ سے حضرت ابن مسعودؓ کے اس تشہد ہی کو ترجیح ہے اگرچہ دوسری روایات بھی صحیح ہیں اور ان میں وارد شدہ تشہد بھی پڑھا جا سکتا ہے بعض شارحین حدیث نے ذکر کیا ہے کہ یہ تشہد شب معراج کا مکالمہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بارگاہ قدوسیت میں شرف حضوری نصیب ہوا تو آپ نے نذرانہ عبودیت اس طرح پیش کیا اور گویا اس طرح سلامی دی۔

التحیات للہ والصلوات والطیبات

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا

السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً عرض کیا

السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین۔

اس کے بعد (عہد ایمان کی تجدید کے طور پر) مزید عرض کیا۔

اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ

ان شارحین نے لکھا ہے کہ نماز میں اس مکالمہ کو شب معراج کی یادگار کے طور پر جوں کا توں لے لیا گیا ہے اور اسی وجہ سے السلام علیک ایھا النبی میں خطاب کی ضمیر کو برقرار رکھا گیا ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ صحیح بخاری وغیرہ میں خود حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ تشہد میں السلام علیک ایھا النبی ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں اس وقت کہا کرتے تھے جب آپ ہمارے ساتھ اور ہمارے درمیان ہوتے تھے، پھر جب آپ کا وصال ہو گیا تو ہم بجائے اس کے السلام علی النبی کہنے لگے۔

لیکن جمہور امت کے عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو لفظ تلقین فرمایا تھا (یا معراج کے مکالمہ والی مشہور روایت کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو لفظ ارشاد ہوا تھا) یعنی السلام علیک ایھا النبی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بھی بطور یادگاری کو جوں کا توں برقرار رکھا گیا اور بلاشبہ ارباب ذوق کے لئے اس میں ایک خاص لطف ہے اب جو لوگ اس صیغہ خطاب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر ناظر ہونے کا عقیدہ پیدا کرنا چاہتے ہیں ان کے متعلق بس یہی کہا جا سکتا ہے کہ وہ شرک پسندی کے مریض نہایت کم ذوق اور عربی زبان وادب کی لطافتوں سے بالکل ہی نا آشنا ہیں۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق میں دین حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمائیے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اس کو صحیح انداز میں محبت و حکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

درود شریف

عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَأَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ الصَّلٰوةُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ فَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ عَلَّمَنَا كَيْفَ نُسَلِّمُ عَلَيْكَ فَقَالَ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

ترجمہ: حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ (جو اصحاب بیعت رضوان میں سے ہیں) راوی ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے ہوئے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ تو ہم کو بتادیا کہ ہم آپ کی خدمت میں سلام کس طرح عرض کیا کریں (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ نے ہم کو بتادیا ہے کہ ہم تشہد میں السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہہ کر آپ پر سلام بھیجا کریں) اب آپ ہمیں یہ بھی بتا دیجئے کہ ہم آپ پر صلوٰۃ (درود) کیسے بھیجا کریں؟ آپ نے فرمایا یوں کہا کرو۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ (اے اللہ! اپنی خاص عنایت اور رحمت فرما حضرت محمد پر اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں پر جیسے کہ تو نے عنایت و رحمت فرمائی حضرت ابراہیم پر اور ان کے گھر والوں پر تو حمد و ستائش کا سزاوار اور عظمت و بزرگی والا ہے۔ اے اللہ! خاص برکتیں نازل فرما حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں پر جیسے کہ تو نے خاص برکتیں نازل فرمائیں حضرت ابراہیم اور حضرت ابراہیم کے گھر والوں پر تو حمد و ستائش کا سزاوار اور عظمت و بزرگی والا ہے)۔ (بخاری و مسلم)

درود شریف کی حکمت

انسانوں پر خاص کر ان بندوں پر جن کو کسی نبی کی ہدایت و تعلیم سے ایمان نصیب ہوا، اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے بڑا احسان اس نبی و رسول کا ہوتا ہے جس کے ذریعہ ان کو ایمان ملا ہو اور ظاہر ہے کہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایمان کی دولت اللہ کے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے ملی ہے اس لئے اس امت پر اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ ممنون احسان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ پھر جس طرح اللہ تعالیٰ جو خالق و مالک اور پروردگار ہے اس کا حق یہ ہے کہ اس کی عبادت اور حمد و تسبیح کی جائے اسی طرح اس کے پیغمبروں کا حق ہے کہ ان پر درود و سلام بھیجا جائے۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے مزید رحمت و رافت اور رفع درجات کی دعا کی جائے۔ درود و سلام کا مطلب یہی ہوتا ہے اور یہ دراصل ان محسنوں کی بارگاہ میں عقیدت و محبت کا ہدیہ، وفاداری و نیاز کیشی کا نذرانہ اور ممنونیت و سپاس گزاری کا اظہار ہوتا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ ان کو ہماری دعاؤں کی کیا احتیاج! بادشاہوں کو فقیروں اور مسکینوں کے ہدیوں اور

تحفوں کی کیا ضرورت۔

تاہم اس میں شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارا یہ تحفہ بھی ان کی خدمت میں پہنچاتا ہے اور ہماری اس دعا والتجا کے حساب میں بھی ان پر اللہ تعالیٰ کے الطاف وعنایات میں اضافہ ہوتا ہے اور سب سے بڑا فائدہ اس دعا گوئی اور اظہار وفاداری کا خود ہم کو پہنچتا ہے ہمارا ایمانی رابطہ مستحکم ہوتا ہے اور ایک دفعہ کے مخلصانہ درود کے صلہ میں اللہ تعالیٰ کی کم از کم دس رحمتوں کے ہم مستحق ہو جاتے ہیں یہ ہے درود وسلام کا راز اور اس کے فوائد ومنافع۔

درود وسلام سے شرک کی جڑ کٹ جاتی ہے

اس کے علاوہ ایک خاص حکمت درود وسلام کی یہ بھی ہے کہ اس سے شرک کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ مقدس اور محترم ہستیاں انبیاء علیہم السلام کی ہیں۔ جب ان کے لئے بھی حکم یہ ہے کہ ان پر درود وسلام بھیجا جائے (یعنی ان کے واسطے اللہ سے رحمت وسلامتی کی دعا کی جائے) تو معلوم ہوا کہ وہ بھی سلامتی اور رحمت کے لئے خدا کے محتاج ہیں اور ان کا حق اور مقام عالی بس یہی ہے کہ ان کے واسطے رحمت وسلامتی کی دعائیں کی جائیں۔ رحمت وسلامتی خود ان کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ اور جب ان کے ہاتھ میں نہیں ہے تو پھر ظاہر ہے کہ کسی اور مخلوق کے ہاتھ میں بھی نہیں ہے کیونکہ ساری مخلوق میں انہیں کا مقام سب سے بالا وبرتر ہے۔ اور شرک کی بنیاد یہی ہے کہ خیر و رحمت اللہ کے سوا کسی اور کے قبضہ میں بھی سمجھی جائے۔

سلام سے پہلے دعا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کوئی ایسی دعا تعلیم فرما دیجئے جو میں اپنی نماز میں مانگا کروں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا یوں عرض کیا کرو۔ اللهم انى ظلمت نفسى ظلما كثيرا ولا يغفر الذنوب الا انت فاغفرلى مغفرة من عندك وارحمنى انك انت الغفور الرحيم (اے اللہ! میں نے خود اپنے اوپر بہت ہی ظلم کیا ہے) (یعنی گناہوں سے اپنے آپ کو بہت ہی تباہ و برباد کیا ہے) اور تیرے سوا کوئی نہیں ہے جو گناہوں کو بخش سکتا اور معافی دے سکتا ہو۔ پس اے میرے اللہ! تو محض اپنی طرف سے اور اپنے فضل و کرم سے مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور بس تو ہی بہت بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے (اور بخشش ورحمت تیری ہی ذاتی صفت ہے) ——— (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

تشریح ——— اس حدیث میں تو صراحۃً مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی درخواست پر یہ دعا نماز میں پڑھنے کے لئے تعلیم فرمائی تھی لیکن یہ بات لفظوں میں مذکور نہیں ہے کہ نماز کے آخر میں سلام سے پہلے پڑھنے کے لئے تعلیم فرمائی تھی مگر شارحین حدیث نے لکھا ہے کہ چونکہ نماز میں دعا کا وہی خاص موقع ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی موقع کے لئے فرمایا تھا "تشہد کے بعد سلام سے پہلے اللہ تعالیٰ سے مانگنے کے لئے بندہ کوئی اچھی دعا منتخب کرے اور وہی اللہ تعالیٰ سے مانگے"۔ اس لئے ظاہر یہی ہے کہ ——— صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسی موقع کی دعا کے لئے تعلیم کی درخواست کی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا ان کو اسی موقع کے لئے تعلیم فرمائی۔

اس دعا میں غور کرنے اور سمجھنے کی خاص بات یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جو بار بار جنت کی بشارت سے سرفراز ہو چکے ہیں اور جو یقیناً امت میں سب سے افضل ہیں اور ان کی نماز پوری امت میں سب سے بہتر اور کامل نماز ہے یہاں تک کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری مرض میں ان کو

امام بنایا ان کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں وہ درخواست کرتے ہیں کہ مجھے کوئی خاص دعا تعلیم فرما دیجئے جو میں نماز میں اللہ سے مانگا کروں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے جواب میں ان کو یہ دعا تعلیم فرماتے ہیں۔ گویا آپ نے ان کو بتایا کہ اے ابوبکر! نماز پڑھ کر بھی دل میں یہ مت سمجھنا کہ عبادت کا حق ادا ہو گیا اور یہ گمان کرلینا بلکہ نماز جیسی عبادت کے خاتمہ پر بھی اپنے کو سر سے پاؤں تک قصوروار اور خطاکار قرار دیتے ہوئے اس کے سامنے اپنی گنہگاری کا اقرار کرو اور اس سے معافی اور بخشش اور رحم کی بھیک مانگو اور یہ کہے کہ تو میرے اللہ! میرے پاس کوئی عمل اور کوئی چیز نہیں ہے جس کی وجہ سے بخشش اور معافی بھی میرا حق ہو تو اپنی صفت مغفرت و رحمت کے صدقہ مجھ گنہگار کے لئے مغفرت و رحمت کا فیصلہ فرمادے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی آخری تشہد پڑھ کر فارغ ہو جائے تو اسے چاہئے کہ چار چیزوں سے اللہ کی پناہ مانگے۔

(۱) جہنم کے عذاب سے (۲) قبر کے عذاب سے (۳) زندگی اور موت کی آزمائش سے اور (۴) دجال کے شر سے (دیکھئے مسلم)

ان چاروں چیزوں سے پناہ کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو یہ دعا تعلیم فرمائی تھی۔

اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ

اللہ تعالیٰ توفیق دے تو تشہد اور درود شریف کے بعد اور سلام سے پہلے یہ دعائیں ضرور پڑھی جائیں۔ ان کا یاد کرنا اور ان کا مطلب بھی ذہن میں بٹھالینا کوئی بڑی اور مشکل بات نہیں ہے۔ معمولی توجہ سے تھوڑے سے وقت میں یہ کام ہو جاتا ہے۔ بڑی بے نصیبی اور ناقدری کی بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عطا فرمائے ہوئے ان جواہرات سے ہم محروم رہیں۔

خدا کی قسم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم فرمائی ہوئی ایک ایک دعا تو دنیا سے زیادہ قیمتی ہے۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سمجھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمائیے۔

یا اللہ! ہم نے آج اس حدیث مبارک سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اس کو صحیح انداز میں محبت و حکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

خاتمۂ نماز کا سلام

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ الطُّهُوْرُ وَتَحْرِيْمُهَا التَّكْبِيْرُ وَتَحْلِيْلُهَا التَّسْلِيْمُ

ترجمہ: حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طہارت (یعنی وضو) نماز کی کنجی ہے اور اس کی تحریمہ اللہ اکبر کہنا ہے اور اس کی بندشیں کھولنے کا ذریعہ السلام علیکم و رحمۃ اللہ کہنا ہے۔

(سنن ابی داؤد، جامع ترمذی، مسند دارمی، سنن ابن ماجہ)

تشریح: اس حدیث میں نماز سے متعلق تین باتیں فرمائی گئی ہیں۔

(۱) اول یہ کہ نماز جو بارگاہ خداوندی کی خاص حضوری ہے طہارت اور باوضو ہونا اس کی کنجی یعنی اس کی مقدم شرط ہے اس کے بغیر کسی کے لئے اس بارگاہ کا دروازہ نہیں کھل سکتا۔

(۲) دوسرے یہ کہ نماز کا افتتاحی کلمہ اللہ اکبر ہے، اس کے کہتے ہی نماز والی ساری پابندیاں عائد ہوجاتی ہیں مثلاً کھانا پینا کسی سے بات چیت کرنا جیسے کام جن کی اجازت تھی وہ بھی ختم اور نماز تک کے لئے حرام ہوجاتے ہیں اسی لئے اس کو "تکبیر تحریمہ" کہتے ہیں۔

(۳) تیسری بات یہ فرمائی گئی ہے کہ نماز کا اختتامی کلمہ جس کے کہنے کے بعد نماز والی ساری پابندیاں ختم ہوجاتی ہیں اور جو جائز و مباح چیزیں "تکبیر تحریمہ" کہنے کے بعد اس کے لئے ناجائز اور حرام ہوگئی تھیں وہ سب حلال ہوجاتی ہیں وہ کلمہ السلام علیکم و رحمۃ اللہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح نماز کے افتتاح اور آغاز کے لئے کلمہ اللہ اکبر تعلیم فرمایا ہے جس سے بہتر کوئی دوسرا کلمہ افتتاح نماز کے لئے سوچا ہی نہیں جا سکتا۔ اسی طرح اس کے اختتام کے لئے "السلام علیکم و رحمۃ اللہ" تلقین فرمایا ہے اور بلاشبہ نماز کے خاتمہ کے لئے بھی اس سے بہتر کوئی لفظ نہیں سوچا جا سکتا۔ ہر شخص جانتا ہے کہ سلام اس وقت کیا جاتا ہے جب ایک دوسرے سے غائب اور الگ ہونے کے بعد پھر ملاقات ہو۔ لہٰذا اختتام کے لئے السلام علیکم و رحمۃ اللہ کی تعلیم میں واضح اشارہ ہے بلکہ گویا ہدایت ہے کہ بندہ اللہ اکبر کہہ کے جب نماز میں داخل ہو اور بارگاہ خداوندی میں عرض معروض شروع کرے تو چاہئے کہ وہ اس وقت اس عالم شہود سے حتیٰ کہ اپنے ماحول اور اپنے دائیں بائیں والوں سے بھی غائب اور الگ ہوجائے اور اللہ کے سوا کوئی بھی اس وقت اس کے دل کی نگاہ کے سامنے نہ رہے پوری نماز میں اس کا حال یہی رہے۔ پھر جب قعدہ اخیرہ میں تشہد اور درود شریف اور آخری دعا اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کرکے اپنی نماز پوری کرلے تو اس کے باطن کا حال یہ ہو کہ گویا اب وہ کسی دوسرے عالم سے اس دنیا میں اور اپنے ماحول میں واپس آیا ہے اور دائیں بائیں والے انسانوں یا فرشتوں سے اب اس کی نئی ملاقات ہو رہی ہے اس لئے اب وہ ان کی طرف رخ کرکے اور ان ہی سے مخاطب ہو کر کہے۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ

اس کلمہ کا یہی راز اور یہی اس کی حکمت ہے۔ واللہ اعلم

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خود دیکھا تھا کہ آپ سلام پھیرتے وقت دائیں جانب اور بائیں جانب رخ فرماتے تھے اور چہرہ مبارک کو دائیں جانب اور بائیں جانب اتنا پھیرتے

تھے کہ ہم رخسار مبارک کی سفیدی دیکھ لیتے تھے (صحیح مسلم)

سلام کے بعد ذکر و دعا

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھ سے فرمایا اے معاذ! مجھے تم سے محبت ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے بھی آپ سے محبت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (تو اس محبت کی بناء پر میں تم سے کہتا ہوں کہ) ہر نماز کے بعد اللہ تعالیٰ سے یہ دعا ضرور کیا کرو۔ اور کبھی اسے نہ چھوڑو "رب اعنی علی ذکرک و شکرک و حسن عبادتک" (اے پروردگار! میری مدد فرما اور مجھے توفیق دے اپنے ذکر کی، اپنے شکر کی اور اپنی اچھی عبادت کی) (مسند احمد، سنن ابی داؤد، سنن نسائی)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے تو تین دفعہ کلمہ استغفار پڑھتے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے اور اس کے بعد کہتے اللھم انت السلام و منک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام (اے اللہ! تو ہی سالم ہے (اور محفوظ و منزہ) ہے ہر عیب و نقص سے، حوادث و آفات سے، ہر قسم کے تغیر و زوال سے) اور تیری ہی طرف سے اور تیرے ہی ہاتھ میں ہے سلامتی (جس کے لئے چاہے اور جب چاہے سلامتی کا فیصلہ کرے اور جس کے لئے نہ چاہے نہ کرے) تو بڑی برکت والا ہے اے بزرگی و برتری والے تعظیم و اکرام والے) (صحیح مسلم)

تشریح: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ نماز سے فارغ ہونے یعنی سلام پھیرنے کے بعد فوراً پہلے تین دفعہ استغفار کرتے تھے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کرتے تھے۔ استغفر اللہ، استغفر اللہ، استغفر اللہ! یہ دراصل کمال عبدیت ہے کہ نماز جیسی عبادت کے بعد بھی اپنے کو قصور وار اور حق عبادت ادا کرنے سے قاصر و عاجز سمجھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے معافی اور بخشش مانگی جائے۔

مسئلہ: سلام کے بعد ذکر و دعا کے بارے میں جو حدیثیں اوپر مذکور ہوئیں ان سے یہ تو معلوم ہو چکا کہ نماز کے خاتمہ پر یعنی سلام کے بعد ذکر و دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عمل اور تعلیم کے اعتبار سے ثابت ہے اور اس سے انکار کی گنجائش نہیں ہے لیکن یہ جو رواج ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد دعا میں بھی مقتدی نماز ہی کی طرح امام کے پابند رہتے ہیں حتیٰ کہ اگر کسی کو جلدی جانے کی ضرورت ہو تب بھی امام سے پہلے اس کا اٹھ جانا برا سمجھا جاتا ہے یہ بالکل بے اصل ہے بلکہ قابل اصلاح ہے امامت اور اقتداء کا رابطہ سلام پھیرنے پر ختم ہو جاتا ہے اس لئے سلام کے بعد دعا میں امام کی اقتداء اور پابندی ضروری نہیں۔ چاہے تو مختصر دعا کر کے امام سے پہلے اٹھ جائے اور چاہے تو اپنے ذوق اور کیف کے مطابق دیر تک دعا کرتا رہے۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق میں نبی کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرما دیجئے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اس کو صحیح انداز میں محبت و حکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھر والوں تک پہنچانے کی توفیق عطا فرما دیجئے۔ آمین

سنتیں اور نوافل

عَنْ اُمِّ حَبِیْبَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی فِیْ یَوْمٍ وَّلَیْلَۃٍ ثِنْتَیْ عَشْرَۃَ رَکْعَۃً بُنِیَ لَہٗ بَیْتٌ فِی الْجَنَّۃِ اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّھْرِ وَرَکْعَتَیْنِ بَعْدَھَا وَرَکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَرَکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ وَرَکْعَتَیْنِ قَبْلَ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ

ترجمہ: ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص دن رات میں بارہ رکعتیں (علاوہ فرض نمازوں کے) پڑھے اس کے لئے جنت میں ایک گھر تیار کیا جائے گا (ان بارہ کی تفصیل یہ ہے) ۴ ظہر سے پہلے اور ۲ ظہر کے بعد اور ۲ مغرب کے بعد اور ۲ عشاء کے بعد اور ۲ فجر سے پہلے۔ (جامع ترمذی)

تشریح...... اس حدیث میں ظہر سے پہلے چار رکعت سنت کا ذکر ہے۔ بالکل اسی مضمون کی ایک حدیث سنن نسائی وغیرہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی کی روایت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بھی یہی مروی ہے کہ "آپ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے گھر میں چار رکعت سنت پڑھتے تھے اس کے بعد جا کر مسجد میں ظہر کی نماز پڑھاتے تھے پھر گھر تشریف لا کر ۲ رکعتیں پڑھتے تھے اسی طرح مغرب کی نماز پڑھانے کے بعد گھر میں تشریف لاتے تھے اور ۲ رکعتیں پڑھتے تھے پھر عشاء کی نماز پڑھانے کے بعد بھی گھر میں تشریف لا کر ۲ رکعتیں پڑھتے تھے۔ آخر میں فرماتی ہیں پھر جب صبح صادق ہو جاتی تو فجر سے پہلے ۲ رکعتیں پڑھتے تھے"۔ (صحیح مسلم)

شب و روز میں پانچ نمازیں تو فرض کی گئی ہیں اور وہ گویا اسلام کا رکن رکین اور لازمہ ایمان ہیں۔ ان کے علاوہ ان ہی کے آگے پیچھے اور دوسرے اوقات میں بھی کچھ رکعتیں پڑھنے کی ترغیب و تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ پھر ان میں سے جن کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکیدی الفاظ فرمائے یا دوسروں کو ترغیب دینے کے ساتھ جن کا آپ نے اپنے عمل سے بہت زیادہ اہتمام فرمایا ان کو عرف عام میں "سنت" کہا جاتا ہے اور ان کے ماسوا کو "نوافل"۔ (نوافل کے اصل معنی زوائد کے ہیں اور حدیثوں میں فرض نمازوں کے علاوہ باقی سب نمازوں کو "نوافل" کہا گیا ہے)

پھر جن سنتوں یا نفلوں کو فرضوں سے پہلے پڑھنے کی تعلیم دی گئی ہے بظاہر ان کی خاص حکمت اور مصلحت یہ ہے کہ فرض نماز جو اللہ تعالیٰ کے دربار عالی کی خاص الخاص حضوری ہے (اور اسی وجہ سے وہ اجتماعی طور پر مسجد میں ادا کی جاتی ہے) اس میں مشغول ہونے سے پہلے انفرادی طور پر دو چار رکعتیں پڑھ کے دل کو اس دربار سے آشنا اور مانوس کر لیا جائے اور مقرب فرشتوں سے ایک قرب و مناسبت پیدا کر لی جائے۔ اور جن سنتوں یا نفلوں کو فرضوں کے بعد پڑھنے کی تعلیم دی گئی ہے ان کی حکمت اور مصلحت بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ فرض نماز کی ادائیگی میں جو قصور رہ گیا ہو اس کی کچھ تلافی بعد والی ان سنتوں اور نفلوں سے ہو جائے۔ (بطور جملہ معترضہ کے یہیں یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ جن نمازوں سے پہلے یا بعد میں سنتیں یا نفلیں پڑھنے کی ترغیب نہیں دی گئی ہے یا صراحۃً منع کیا گیا ہے ان میں بھی کوئی خاص حکمت اور مصلحت ہے۔

فجر کی سنتوں کی اہمیت اور فضیلت

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فجر کی دو رکعت سنت دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں۔ (صحیح مسلم)

تشریح : مطلب یہ ہے کہ آخرت میں فجر کی دو رکعت سنت کا جو ثواب ملنے والا ہے وہ دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اس سب سے زیادہ قیمتی اور کارآمد ہے۔ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس سب دنیا ہی میں رہ جائے گا اب آخرت باقی غیر فانی ہے۔ اس حقیقت کا پورا انکشاف بلکہ مشاہدہ وہاں ان شاء اللہ ہم سب کو آخرت میں ہو جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فجر کی دو رکعت سنت نہ چھوڑو اگر چہ حالت یہ ہو کہ گھوڑے تم کو روندتے ہوں۔ (مطلب یہ ہے کہ اگر تم سفر میں ہو اور گھوڑوں کی پشت پر تیزی سے منزلیں طے کر رہے ہو تب بھی فجر کی سنتیں نہ چھوڑو) (سنن ابی داؤد)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنتوں اور نفلوں میں سے کسی نماز کا بھی اتنا اہتمام نہیں فرماتے تھے جتنا کہ فجر سے پہلے کی دو رکعتوں کا فرماتے تھے　　　(صحیح بخاری، صحیح مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں اس کو چاہئے کہ وہ سورج نکلنے کے بعد ان کو پڑھے۔ (جامع ترمذی)

نوافل کا ایک خاص فائدہ

حریث بن قبیصہ تابعی بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ آیا تو میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ! مجھے اپنے کسی صالح بندے کی صحبت میسر فرما۔ پھر میں حضرت ابو ہریرہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے ان سے کہا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی تھی کہ مجھے کسی صالح بندے کی صحبت نصیب فرما (اور میں اب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں) آپ مجھے کوئی ایسی حدیث سنائیں جو آپ نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو میرے لئے نفع مند بنائے گا تو حضرت ابو ہریرہؓ نے یہ حدیث سنائی۔ فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: آپ فرماتے تھے کہ قیامت کے دن بندے کے اعمال میں سے سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا۔ اور اس کی نماز جانچی جائے گی پس اگر وہ ٹھیک نکلی تو بندہ فلاح یاب اور کامیاب ہو جائے گا اور اگر وہ خراب نکلی تو بندہ ناکام و نامراد رہ جائے گا پھر اگر اس کے فرائض میں کچھ کسر ہوئی تو رب کریم فرمائے گا کہ دیکھو کیا میرے بندے کے ذخیرہ اعمال میں فرائض کے علاوہ کچھ نیکیاں (سنتیں یا نوافل) ہیں؟ جن کے ذریعہ سے اس کے فرائض کی کمی پوری ہو سکے۔ پھر نماز کے علاوہ باقی اعمال کا حساب بھی اسی طرح ہوگا۔ (جامع ترمذی، سنن نسائی)

تشریح : سنن و نوافل کی افادیت اور اہمیت کے لئے تنہا یہ حدیث کافی ہے۔

دیگر نوافل کی فضیلت

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظہر سے پہلے کی چار رکعتیں جن کے درمیان میں سلام نہ پھیرا جائے (یعنی چار مسلسل پڑھی جائیں) ان کیلئے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ (سنن ابی داؤد، [illegible])

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی رحمت اس بندے پر جو عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھے۔ (مسند احمد، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد)

تشریح : عصر سے پہلے چار رکعت نفل کے بارے میں یہ آپ کا ترغیبی ارشاد ہے اور اسی کے مطابق آپ کا عمل بھی روایت کیا گیا ہے اور کبھی کبھی عصر سے پہلے دو رکعت پڑھنا بھی آپ سے ثابت ہے۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے محمد بن عمار سے روایت ہے کہ میں نے اپنے والد عمار بن یاسر کو دیکھا کہ وہ مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھتے تھے اور بیان فرماتے تھے کہ میں نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ جو بندہ مغرب کے بعد چھ رکعت نماز پڑھے اس کے گناہ بخش دئیے جائیں گے اگرچہ وہ کثرت میں سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔ (معجم طبرانی)

نفل نماز گھر میں ادا کرنے کی ترغیب

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ اِجْعَلُوْا مِنْ صَلٰوتِكُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْهَا قُبُوْرًا۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کچھ نماز گھر کے لئے مقرر کرلو انہیں قبریں نہ بناؤ۔ (جس گھر میں نماز نہ پڑھی جائے وہ تو قبر کی طرح ویران ہی ہے۔ اس لئے نوافل کے ذریعہ گھروں کو آباد کرو) (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی آدمی (فرض) نماز مسجد میں پڑھ کر فارغ ہو جائے تو اس کو چاہئے کہ وہ اپنی (بقیہ نفل) نماز میں سے کچھ حصہ گھر کے لئے رکھ دے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کے گھر میں نماز کی وجہ سے خیر (وبرکت) فرماتا ہے۔ (مسلم، ابن خزیمہ)

تشریح: البتہ علماء نے لکھا ہے کہ اگر گھر میں سنتیں و نوافل چھوٹ جانے کا خدشہ ہو تو مسجد ہی میں ادا کرلینی چاہئیں۔ اور آج کل زمانہ میں ویسے بھی غفلت عام ہے اور اگر گھر میں نوافل کا اہتمام ہو سکے تو اس سے بہتر کیا بات ہو سکتی ہے۔ اور نوافل کو گھروں میں ادا کرنے سے گھر کی عورتیں اور بچے بھی اس کا اثر لئے بغیر نہیں رہ سکتے اور گھر میں جو خیر و برکت ہوگی وہ الگ۔ (معارف الحدیث)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ گھر جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے اور وہ گھر جس میں اللہ کا ذکر نہیں کیا جاتا ان کی مثال زندہ و مردہ کی سی ہے۔ (بخاری، مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا اپنے گھر میں (نفل) نماز ادا کرنا افضل ہے یا مسجد میں ادا کرنا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تم نہیں دیکھتے کہ میرا گھر مسجد سے کتنا نزدیک ہے لیکن گھر میں نماز پڑھنا مجھے زیادہ پسند ہے مسجد میں نماز پڑھنے سے سوائے فرض نماز کے (کہ وہ تو مسجد ہی میں ادا کرنا ضروری ہے) (احمد، ابن ماجہ، ابن خزیمہ)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ عراق کے کچھ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گھر میں (نفل) نماز ادا کرنے کے متعلق پوچھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے (اس کے متعلق) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ آدمی کا گھر میں نماز پڑھنا نور ہے لہٰذا تم اپنے گھروں کو نورانی بناؤ۔ (ابن خزیمہ)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے لوگو! اپنے گھروں میں (نفل) نماز ادا کیا کرو کیونکہ آدمی کی سب سے افضل نماز فرض نماز کے علاوہ وہی ہے جو اپنے گھر میں ہے۔ (نسائی، صحیح ابن خزیمہ)

ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آدمی کی وہ نماز جو گھر (کی تنہائی) میں پڑھی جائے لوگوں کے سامنے پڑھی ہوئی نماز کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے نفلوں کے مقابلہ میں فرض۔ (بیہقی)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنے گھروں میں کچھ نماز کا حصہ مقرر کر کے ان کا اکرام و اعزاز بخشو۔ (صحیح ابن خزیمہ)

تشریح: گھر کا اکرام و اعزاز یہ ہے کہ اس میں نوافل زیادہ سے زیادہ پڑھے جائیں تاکہ اس میں خیر و برکت ہو اور تاکہ یہ گھر بھی اس زمین کے ساتھ ہو جو قیامت کے دن ایمان والوں کے لئے گواہی دے گی۔

تہجد کی فضیلت واہمیت

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰى كُلَّ لَيْلَةٍ اِلَى السَّمَآءِ الدُّنْيَا حِيْنَ يَبْقٰى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْاٰخِرِ يَقُوْلُ مَنْ يَّدْعُوْنِیْ فَاَسْتَجِيْبَ لَهٗ مَنْ يَّسْاَلُنِیْ فَاُعْطِيَهٗ مَنْ يَّسْتَغْفِرُنِیْ فَاَغْفِرَ لَهٗ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارا مالک اور رب تبارک وتعالیٰ ہر رات کو جس وقت آخری تہائی رات باقی رہ جاتی ہے آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کون ہے جو مجھ سے دعا کرے اور میں اس کی دعا قبول کروں۔ کون ہے جو مجھ سے مانگے میں اس کو عطا کروں۔ کون ہے جو مجھ سے مغفرت اور بخشش چاہے میں اس کو بخش دوں۔ (صحیح بخاری ومسلم)

تشریح: آسمان دنیا کی طرف اللہ کا نزول فرمانا جس کا اس حدیث میں ذکر ہے اللہ تعالیٰ کی ایک صفت اور اس کا ایک فعل ہے جس کی حقیقت ہم نہیں جانتے۔ جس طرح اس کی عام صفات وافعال کی حقیقت اور کیفیت بھی ہم نہیں جانتے، اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات وافعال کی حقیقت اور کیفیت کے علم سے اپنی عاجزی اور جہالت کا اقرار واعتراف ہی علم ہے۔ ائمہ سلف کا طریقہ اور مسلک یہی رہا ہے کہ ان کے بارے میں اپنی نارسائی اور بے بسی کا اقرار کیا جائے اور ان کی حقیقت اور کیفیت کا علم دوسرے متشابہات کی طرح خدا کے سپرد کیا جائے اور مانا جائے کہ جو بھی حقیقت ہے وہ حق ہے۔ لیکن اس حدیث کا یہ پیغام بالکل واضح ہے کہ رات کے آخری تہائی حصے میں اللہ تعالیٰ اپنی خاص شان رحمت کے ساتھ بندوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور خود ان کو دعا اور سوال اور استغفار کے لئے پکارتا ہے۔ جو بندے اس حقیقت پر یقین رکھتے ہیں ان کے لئے اس وقت بستر پر سوتے رہنا اس سے زیادہ مشکل ہوتا ہے جتنا دوسروں کے لئے اس وقت بستر چھوڑ کر کھڑا ہونا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس حقیقت کا ایسا یقین نصیب فرمائے جو اس وقت بے چین کر کے اللہ تعالیٰ کے دربار کی حاضری اور دعا، سوال واستغفار کے لئے کھڑا کر دیا کرے۔

حضرت مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر قیام فرمایا (یعنی رات کو نماز تہجد اتنی طویل پڑھی) کہ آپ کے قدم مبارک متورم ہو گئے تو آپ سے عرض کیا گیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں جبکہ آپ کی اگلی پچھلی ساری تقصیریں معاف ہو گئی ہیں (اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کا اعلان فرما کے آپ کو اس بارے میں مطمئن بھی کر دیا ہے)؟ آپ نے ارشاد فرمایا تو کیا میں (اس کے احسان عظیم کا) زیادہ شکر کرنے والا بندہ نہ ہوں (اور اس شکر گزاری میں اس کی اور زیادہ عبادت نہ کروں)۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

تشریح: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باوجودیکہ آپ کو ہم گنہگاروں کی طرح عبادت وریاضت کی زیادہ ضرورت نہ تھی اور باوجود اس کے آپ کا چین بھر جاتی سونا بھی کار ثواب تھا۔ لیکن پھر بھی آپ راتوں میں اتنی طویل نماز پڑھتے تھے کہ قدم مبارک

متوّرم ہو جاتے تھے۔ اس میں ہم جیسے راحت طلب نام لیواؤں اور نیابت رسولؐ کے مدعیوں کے لئے بڑا سبق ہے۔

تہجد کی رکعات

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے جن میں وتر اور سنت فجر کی دو رکعتیں بھی شامل ہوتی تھیں۔ (صحیح مسلم)

تشریح:... اس حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے تہجد کی رکعات کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو معمول بتلایا ہے وہ آپ کا اکثری معمول تھا ورنہ خود حضرت عائشہؓ کی بعض دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کبھی آپ اس سے بھی کم پڑھتے تھے۔

مسروق تابعی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا (کہ آپ کتنی رکعتیں پڑھتے تھے) تو انہوں نے فرمایا۔ سات اور نو اور گیارہ سنت فجر کی دو رکعتوں کے سوا (صحیح بخاری)

تشریح:... حضرت عائشہ صدیقہؓ کے جواب کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد میں کبھی صرف سات رکعتیں پڑھتے تھے (یعنی چار رکعت تہجد اور تین رکعت وتر) اور کبھی صرف نو (یعنی چھ رکعت تہجد اور تین رکعت وتر) اور کبھی گیارہ (یعنی آٹھ رکعت تہجد اور تین رکعت وتر)

نمازِ تہجد کی قضا اور اس کا بدل

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص رات کو سوتا رہ گیا اپنے مقررہ ورد سے یا اس کے کسی جز سے پھر اس نے اس کو پڑھ لیا نماز فجر اور نماز ظہر کے درمیان تو لکھا جائے گا اس کے حق میں جیسے اس نے پڑھا ہے رات ہی میں۔ (صحیح مسلم)

تشریح:... مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے رات کے لئے اپنا کوئی ورد مقرر کر لیا ہو مثلاً یہ کہ میں اتنی رکعتیں پڑھا کروں گا اور اس میں قرآن مجید اتنا پڑھوں گا اور وہ کسی رات سوتا رہ جائے اور اس کا پورا ورد یا کوئی جز فوت ہو جائے تو اگر وہ اسی دن نماز ظہر سے پہلے پہلے اس کو پڑھ لے تو حق تعالیٰ اس کے لئے رات کے پڑھنے کے برابر ثواب عطا فرمائیں گے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب بیماری وغیرہ کسی عذر کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد فوت ہو جاتی تو آپ دن کو اس کے بجائے بارہ رکعتیں پڑھتے تھے (صحیح مسلم)

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمایئے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمایئے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمایئے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اس کو صحیح انداز میں محبت و حکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین

تہجد نبوی..... بعض تفصیلات

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ رَقَدَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاسْتَیْقَظَ فَتَسَوَّکَ وَتَوَضَّأَ وَھُوَ یَقُوْلُ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّیْلِ وَالنَّھَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ فَقَرَأَ ھٰؤُلَاءِ الْاٰیٰتِ حَتّٰی خَتَمَ السُّوْرَۃَ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ فَاَطَالَ فِیْھِمَا الْقِیَامَ وَالرُّکُوْعَ وَالسُّجُوْدَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَنَامَ حَتّٰی نَفَخَ ثُمَّ فَعَلَ ذٰلِکَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ سِتَّ رَکَعَاتٍ کُلَّ ذٰلِکَ یَسْتَاکُ وَیَتَوَضَّأُ وَیَقْرَأُ ھٰؤُلَاءِ الْاٰیٰتِ ثُمَّ اَوْتَرَ بِثَلٰثٍ فَاَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ فَخَرَجَ اِلَی الصَّلٰوۃِ وَھُوَ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَّفِیْ لِسَانِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ فِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ فِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ مِنْ خَلْفِیْ نُوْرًا وَّمِنْ اَمَامِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ مِنْ فَوْقِیْ نُوْرًا وَّمِنْ تَحْتِیْ نُوْرًا اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ نُوْرًا۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ایک رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سوئے تھے (وقت آ جانے پر تہجد کے لئے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور آپ نے مسواک کی، وضو فرمایا اور آپ اس وقت (سورہ آل عمران کے آخری) یہ آیتیں تلاوت فرماتے تھے۔ ان فی خلق السموات والارض (ختم سورت تک) پھر آپ نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور آپ نے دو رکعتیں پڑھیں جن میں قیام اور رکوع سجدہ بہت طویل کیا پھر آپ بستر کی طرف واپس آئے اور (ذرا دیر کے لئے) سو گئے یہاں تک کہ آپ کا سانس آواز کے ساتھ چلنے لگا اس کے بعد آپ نے تین دفعہ ایسا ہی کیا (یعنی تین دفعہ ایسا کیا کہ ذرا دیر سونے کے بعد اٹھے مسواک کی وضو فرمایا اور طویل قیام اور طویل رکوع و سجود کے ساتھ دو رکعتیں پڑھیں) اس طرح آپ نے (پہلی دو رکعتوں کے علاوہ) چھ رکعتیں پڑھیں اور ہر دفعہ اٹھ کر آپ مسواک کرتے اور وضو فرماتے اور آل عمران کے آخری وہ آیتیں پڑھتے تھے۔ پھر آپ نے تین رکعت نماز وتر پڑھی۔ پھر مؤذن نے فجر کی اذان دی تو آپ نماز فجر کے لئے تشریف لے گئے اور اس وقت آپ یہ دعا فرما رہے تھے اللھم اجعل فی قلبی نورا و فی لسانی نورا... (اے اللہ! میرے دل میں نور پیدا فرما۔ اور میری زبان میں نور پیدا فرما اور میری سمع و بصر میں نور پیدا فرما۔ اور میرے پیچھے اور میرے آگے نور کر دے اور میرے اوپر اور میرے نیچے نور کر دے اے اللہ! مجھے نور عطا فرما دے۔ (صحیح مسلم)

تشریح..... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث صحیحین میں بھی اور دوسری کتابوں میں بھی کئی طریقوں سے روایت کی گئی ہے اور بعض میں اس سے زیادہ تفصیل ہے۔ نیز بیان اور ترتیب میں بھی کچھ فرق ہے۔ مثلاً یہ کہ دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۂ آل عمران کی آخری آیتیں آپ نے سو کے اٹھ کر وضو فرمانے سے پہلے پڑھیں۔ اسی طرح بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ دعا نوری۔ اللھم اجعل فی قلبی نورا آپ نے اس دن صبح کی نماز میں پڑھی تھی۔ اسی

طرح کا ایک فرق یہ ہے کہ دو دو رکعتیں پڑھ کے درمیان میں ذرا دیر کے لئے سو جانے کا ذکر جو اس روایت میں کیا گیا ہے دوسری روایات اس سے خالی ہیں اور پتہ معلوم ہے کہ اس طرح ہر دو رکعت کے بعد سونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عام عادت مبارکہ نہیں تھی۔ اس رات آپ نے اتفاقاً ایسا کیا ہوگا۔

اس روایت میں دو خفیف رکعتیں پڑھنے کا ذکر نہیں ہے بظاہر ان کا ذکر راوی کے بیان سے رہ گیا اور اس کا قرینہ یہ بھی ہے کہ اسی حدیث کی دوسری روایتوں میں صراحۃً تیرہ رکعت پڑھنے کا ذکر ہے۔ اور اس روایت کے مطابق کل رکعتیں صرف گیارہ ہوتی ہیں ان دونوں بیانوں میں مطابقت اسی طرح کی جا سکتی ہے کہ یہ مان لیا جائے کہ اس کے راوی نے پہلی دو خفیف رکعتوں کا ذکر نہیں کیا ہے اور غالباً ان کو نماز تہجد سے خارج تحیۃ الوضو سمجھا ہے۔ واللہ اعلم۔

دعا نوری جو اس روایت میں ذکر کی گئی ہے اس میں تو دعا یہ کلمے ہیں۔ بعض دوسری روایات میں ان سے زیادہ کلمات نقل کئے گئے ہیں۔ بڑی مبارک اور نورانی دعا ہے۔ حاصل اس دعا کا یہ ہے کہ اے اللہ میرے قلب اور میرے قالب اور میری روح اور میرے جسم میں اور جسم کے ہر حصے میں اور میری رگ رگ اور ریشہ ریشہ میں نور پیدا فرما دے اور مجھے از سر تا پا نور بنا دے اور میرے گرد و پیش اور اوپر نیچے ہر طرف نور ہی نور کر دے۔ قرآن مجید کی آیت۔ "اللہ نور السموات والارض" کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس دعا کا مقصد یہ ہوگا کہ میرا وجود اور گرد و پیش بس آپ کے نور سے منور ہو جائے اور میرا ظاہر و باطن اور پورا ماحول بھی بس آپ کے رنگ میں رنگ جائے۔

حضرت ابو قتادہ سے روایت ہے کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے تو ابو بکر کو دیکھا کہ وہ بالکل آہستہ آہستہ نماز پڑھ رہے ہیں اور حضرت عمر پر آپ کا گزر ہوا تو دیکھا کہ وہ خوب بلند آواز سے نماز پڑھ رہے ہیں جب یہ دونوں حضرات (دوسرے کسی وقت) آپ کی خدمت میں ایک ساتھ حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر سے فرمایا کہ میں رات تمہارے پاس سے گزرا تو دیکھا کہ تم بالکل آہستہ نماز پڑھ رہے تھے؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں جس کے حضور میں عرض معروض کر رہا تھا میں اس کو میں نے سنا دیا اور اس نے میری سن لی (یعنی اللہ تعالیٰ نے) پھر اسی طرح آپ نے عمر سے فرمایا کہ تمہارے پاس سے میں گزرا تو تم خوب بلند آواز سے نماز پڑھ رہے تھے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں بلند آواز سے قرأت کر کے اونگھتے ہوؤں کو اٹھانا اور شیطان کو بھگانا چاہتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابو بکر تم کسی قدر اونچی آواز سے پڑھا کرو اور عمر سے فرمایا تم کسی قدر ہلکی آواز سے پڑھا کرو۔ (سنن ابو داؤد)

تشریح عام حالات میں یہی مناسب ہے کہ تہجد کی نماز میں قراءت معتدل آواز سے ہو نہ بالکل آہستہ ہو نہ بہت زیادہ آواز سے مندرجہ بالا حدیث کا منشاء یہی ہے۔ لیکن اگر کسی وقت خاص وجہ سے آہستہ پڑھنا زیادہ مناسب ہو تو وہی بہتر ہوگا اور اس کے برعکس کسی دوسرے وقت اگر بلند آواز سے پڑھنے میں کوئی مصلحت ہو تو اس وقت وہی افضل ہوگا۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمایئے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمایئے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمایئے۔ آمین

چاشت یا اشراق کے نوافل

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
يُصْبِحُ عَلٰى كُلِّ سُلَامٰى مِنْ اَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ فَكُلُّ تَسْبِيْحَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلُّ تَحْمِيْدَةٍ صَدَقَةٌ
وَكُلُّ تَهْلِيْلَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلُّ تَكْبِيْرَةٍ صَدَقَةٌ وَاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ
وَيُجْزِئُ مِنْ ذٰلِكَ رَكْعَتَانِ يَرْكَعُهُمَا مِنَ الضُّحٰى۔

ترجمہ: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے ہر شخص کے جوڑ جوڑ پر صبح کو صدقہ ہے (یعنی صبح کو جب آدمی اس حالت سے اٹھتا ہے کہ اس کے ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضاء اور ان کا ہر جوڑ صحیح سلامت ہے تو اللہ کی اس نعمت کے شکریہ میں ہر جوڑ کی طرف سے اس کو صدقہ یعنی کوئی نیکی اور ثواب کا کام کرنا چاہئے اور ایسے کاموں کی فہرست بہت وسیع ہے) پس ایک دفعہ سبحان اللہ کہنا بھی صدقہ ہے اور الحمد للہ کہنا بھی صدقہ ہے اور لا الٰہ الا اللہ کہنا بھی صدقہ ہے اور اللہ اکبر کہنا بھی صدقہ ہے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی صدقہ ہے اس شکر کی ادائیگی کے لئے دو رکعتیں کافی ہیں جو آدمی چاشت کے وقت پڑھے۔ (صحیح مسلم)

تشریح: ... مطلب یہ ہے کہ آدمی کو اپنے ہر جوڑ کی طرف سے شکرانہ کا جو صدقہ ہر روز صبح کو ادا کرنا چاہئے چاشت کی دو رکعتیں پڑھنے سے وہ پوری طرح ادا ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس مختصر شکرانہ کو اس کے ہر جوڑ کی طرف سے قبول فرما لیتا ہے اور غالباً اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ نماز ایسی عبادت ہے جس میں انسان کے سارے اعضاء اور اس کے تمام جوڑ اور اس کا ظاہر و باطن سب ہی شریک رہتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

حضرت ابوالدرداء اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے فرزند آدم! تو دن کے ابتدائی حصے میں چار رکعتیں میرے لئے پڑھا کر میں دن کے آخری حصے تک تجھے کفایت کروں گا۔ (جامع ترمذی)

تشریح: ... اللہ کا جو بندہ رب کریم کے اس وعدہ پر یقین رکھتے ہوئے صبح کو اشراق یا چاشت کے وقت پورے اخلاص کے ساتھ چار رکعتیں اللہ تعالیٰ کے لئے پڑھے گا ان شاء اللہ اس حدیث قدسی کے مطابق وہ ضرور دیکھے گا کہ مالک الملک دن بھر کے اس کے مسائل کو کس طرح حل فرماتا ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کبھی کبھی) چاشت کی نماز (اتنے اہتمام اور پابندی سے) پڑھتے تھے کہ ہم کہتے تھے کہ اب غالباً آپ کبھی نہیں چھوڑیں گے (اور برابر پڑھا ہی کریں گے) اور (کبھی کبھی) اس کو (اس طرح) چھوڑ دیتے تھے کہ ہم کہتے تھے کہ اب (غالباً) آپ اس کو نہیں پڑھیں گے۔ (جامع ترمذی)

تشریح: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ کے نماز چاشت نہ پڑھنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے ایک موقع پر فرمایا تھا۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات ایسے اعمال بھی ترک فرما دیتے تھے جن کا کرنا آپ کو بہت محبوب ہوتا تھا اس خطرے کی وجہ سے کہ آپ کو پابندی سے کرتا دیکھ کر آپ کی تقلید

اور یوں بھی عام مسلمان بھی اس کو پابندی سے کرنے لگیں تو اس کی فرضیت کا خطرہ نہ آ جائے"۔

الغرض: اشراق اور چاشت جیسے نوافل بسا اوقات آپ اس مصلحت سے ترک کر دیتے تھے اور ایسے مقصد سے ترک کرنے والے کو ترک کرنے کے زمانے میں بھی عمل کا ثواب برابر ملتا رہتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ مصلحت صرف آپ سے مخصوص تھی کسی دوسرے کا یہ مقام نہیں ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا جو بہت بڑی قیمت کا مال غنیمت لے کر اور بہت جلد لوٹ آیا تو ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم نے اب تک ایسا لشکر نہیں دیکھا تھا جو اتنی جلدی لوٹ آئے اور مال غنیمت بھی اتنا زیادہ لے کر آئے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (جب یہ محسوس فرمایا کہ یہ لوگ اس کامیابی اور مال و دولت کو قدر و منزلت کی نظر سے دیکھ رہے ہیں تو آپ نے ازراہ تربیت ان کے ذہن کے رخ کو موڑا اور آپ نے) ارشاد فرمایا میں تمہیں اس سے زیادہ جلد لوٹ آنے والا اور اس سے زیادہ غنیمت پانے والا نہ بتادوں؟ (اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا) جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا پھر وہ مسجد گیا اور مسجد میں فجر کی نماز پڑھی پھر (سورج نکلنے کے بعد) چاشت کے نفل پڑھے۔ یہ اس سے زیادہ غنیمت پانے والا اور اس سے زیادہ جلد لوٹ آنے والا ہے۔ (ابو یعلی، ابن حبان)

حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "اے آدم کے بیٹے دن کے شروع میں تو میرے (خوش کرنے کے) لئے چار رکعتیں پڑھ لے میں دن بھر کے لئے تیرا کفیل اور ذمہ دار ہو جاؤں گا"۔ (ابو یعلی)

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمائیے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اس کو صحیح انداز میں محبت و حکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ [illegible] صَلَاةً تَحُلُّ بِهِ عُقْدَتِيْ

وَتُفَكُّ بِهَا كُرْبَتِيْ

نماز استغفار

عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْبَکْرٍ وَصَدَقَ اَبُوْبَکْرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَامِنْ رَجُلٍ یُذْنِبُ ذَنْبًا ثُمَّ یَقُوْمُ فَیَتَطَهَّرُ ثُمَّ یُصَلِّیْ ثُمَّ یَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ اِلَّا غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ ثُمَّ قَرَءَ "وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ ذَکَرُوا اللّٰہَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِھِمْ"۔

ترجمہ: حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے ابوبکرؓ نے بیان فرمایا (جو بلاشبہ صادق و صدیق ہیں) کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے جس شخص سے کوئی گناہ ہو جائے پھر وہ اٹھ کر وضو کرے پھر نماز پڑھے پھر اللہ سے مغفرت و معافی طلب کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرما ہی دیتا ہے اس کے بعد آپ نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔ والذین اذا فعلوا فاحشۃ او ظلموا انفسھم ۔ الآیۃ۔ (جامع ترمذی)

تشریح:..... یہ آیت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گناہوں کی مغفرت کے سلسلے میں اس موقع پر تلاوت فرمائی سورۃ آل عمران کی ہے جس سے پہلے اللہ کے ان متقی بندوں کا ذکر ہے جن کے لئے جنت خاص طور سے تیار کی گئی ہے۔

اس کے بعد یہ آیت ہے۔

والذین اذا فعلوا فاحشۃ او ظلموا انفسھم ذکروا اللہ فاستغفروا لذنوبھم ومن یغفر الذنوب الا اللہ ولم یصروا علیٰ مافعلوا وھم یعلمون ۔ اولئک جزآؤھم مغفرۃ من ربھم وجنت تجری من تحتھا الانھر خالدین فیھا ونعم اجر العٰملین ۔ (آل عمران ۱۳۵-۱۳۶)

(اور وہ بندے (جن کا حال یہ ہے کہ) جب ان سے کوئی گندا گناہ ہو جاتا ہے یا کوئی برا کام کر کے وہ اپنے اوپر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو جلدی ہی انہیں اللہ یاد آ جاتا ہے اور وہ اس سے اپنے گناہوں کی مغفرت اور معافی کے طالب ہوتے ہیں اور اللہ کے سوا کون ہے گناہوں کا معاف کرنے والا ۔ اور وہ بیدودانستہ اپنے کئے پر اصرار نہیں کرتے ایسے لوگوں کی جزا بخشش اور معافی ہے ان کے رب کی طرف سے اور بہشتی باغات جن کے نیچے نہریں جاری ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے کیا اچھا بدلہ ہے عمل کرنے والوں کا)

اس آیت میں ان گنہگار بندوں کے لئے مغفرت اور جنت کی بشارت ہے جنہوں نے گناہ کو عادت اور پیشہ نہیں بنایا ہے بلکہ ان کا حال یہ ہے کہ جب ان سے کوئی بڑا یا چھوٹا گناہ ہو جاتا ہے تو وہ اس پر نادم ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر اس سے مغفرت اور معافی کے طالب ہوتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور معافی حاصل کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ بندہ وضو کر کے پہلے دو رکعت نماز پڑھے اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی بخشش اور معافی طلب کرے اگر وہ ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کی بخشش کا فیصلہ فرما ہی دے گا۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمایئے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین

صلوٰۃ الحاجۃ کی ترغیب ودعا

وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِيْ اَوْفٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَانَتْ لَهُ اِلَى اللّٰهِ حَاجَةٌ اَوْ اِلٰى اَحَدٍ مِّنْ بَنِيْ آدَمَ فَلْيَتَوَضَّأْ وَلْيُحْسِنِ الْوُضُوْءَ وَلْيُصَلِّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ لِيُثْنِ عَلَى اللّٰهِ وَلْيُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لِيَقُلْ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اَسْأَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِيْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهُ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهُ وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جس شخص کو کوئی بھی ضرورت پیش آئے دینی ہو یا دنیوی اس کا تعلق مالک الملک سے ہو یا کسی آدمی سے اس کو چاہئے کہ بہت اچھی طرح وضو کرے پھر دو رکعت نماز پڑھے پھر اللہ جل شانہ کی حمد وثناء کرے اور پھر درود شریف پڑھے اس کے بعد یہ دعا پڑھے

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اَسْأَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِيْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهُ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهُ وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ.

"اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ بڑے حلم والا بڑے کرم والا ہے، پاک اور مقدس ہے وہ اللہ جو عرش عظیم کا بھی پروردگار ہے۔ تمام تعریفیں اسی اللہ کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ اے اللہ! میں تجھ سے ان تمام اعمال واخلاق اور ان تمام چیزوں کا سوال کرتا ہوں جو تیری رحمت کا مستحق بنا دیتی ہیں اور جو تیری مغفرت کا پختہ اور مضبوط ذریعہ ہیں اور تجھ سے سوال کرتا ہوں ہر نیکی میں سے بھرپور حصہ لینے (کی توفیق) کا اور ہر گناہ سے سلامتی اور حفاظت کا۔ (اے اللہ) میرے تمام گناہ بخش دے اور میرے تمام غموں اور پریشانیوں کو دور فرما دے اور میری ہر ہر جائز حاجت کو پورا فرما دے اے سب مہربانوں سے بڑے مہربان۔" (ترمذی، حاکم، ابن ماجہ)

ابن ماجہ کی روایت میں یا آخر میں یہ بھی ہے پھر دنیا وآخرت کے بارے میں جو مانگے ان شاء اللہ اس کی حاجت ضرور پوری ہوگی۔

فائدہ: نماز اللہ کی بڑی رحمت ہے اس لئے ہر پریشانی کے وقت میں ادھر متوجہ ہونا گویا اللہ کی رحمت کی طرف متوجہ ہونا ہے اور جب رحمت الٰہی مساعد ومددگار ہو تو پھر کیا مجال ہے کسی پریشانی کی کہ وہ باقی رہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک مرتبہ سفر میں تھے راستہ میں اطلاع ملی کہ بیٹے کا انتقال ہو گیا اونٹ سے اترے دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور پھر فرمایا کہ ہم نے وہ کیا جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور قرآن پاک کی آیت واستعینوا بالصبر والصلوۃ (اور مدد حاصل کرو صبر کے ساتھ اور نماز کے ساتھ) تلاوت کی۔

حضرت نضرؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ سخت اندھیرا ہو گیا میں دوڑا ہوا حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دریافت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تو ذرا بھی تیز ہوا چلتی تھی تو ہم سب مسجدوں کو دوڑ جاتے تھے کہ کہیں قیامت تو نہیں آ گئی۔ (ابو داؤد)

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں پر کسی قسم کی تنگی پیش آتی تو ان کو نماز کا حکم فرمایا کرتے اور یہ آیت تلاوت کرتے۔ وامر اھلک بالصلاۃ واصطبر علیھا لا نسئلک رزقا (الآیۃ) اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کرتے رہیے اور خود بھی اس کا اہتمام کیجئے۔ ہم آپ سے روزی کموانا نہیں چاہتے روزی تو ہم آپ کو دیں گے۔

صلاۃ التوبہ کی ترغیب

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا جو کوئی شخص بھی کسی قسم کا گناہ کرے پھر اٹھ کر وضو کرے اور نماز پڑھے پھر اللہ تعالیٰ سے توبہ استغفار کرے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ والذین اذا فعلوا فاحشۃ او ظلموا انفسھم ذکروا اللہ (جس کا ترجمہ یہ ہے کہ) اور (اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ایسے ہیں کہ) جب وہ کوئی کھلا ہوا گناہ کر بیٹھیں یا کوئی اور برا کام ان سے ہو جائے تو (فوراً) اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے گناہوں کی توبہ استغفار کرتے ہیں۔

(ترمذی، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان، بیہقی [illegible])

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمایئے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمایئے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمایئے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اس کو صحیح انداز میں محبت و حکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین

كُلَّمَا ذَكَرَهُ الذَّاكِرُوْنَ وَكُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِكْرِهِ الْغَافِلُوْنَ

وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوةً دَائِمَةً بِدَوَامِكَ

صلوٰۃ التسبیح کی ترغیب

عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ: يَا عَبَّاسُ يَا عَمَّاهُ! أَلَا أُعْطِيْكَ؟ أَلَا أَمْنَحُكَ؟ أَلَا أَحْبُوْكَ؟ أَلَا أَفْعَلُ بِكَ عَشْرَ خِصَالٍ إِذَا أَنْتَ فَعَلْتَ ذٰلِكَ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ ذَنْبَكَ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ وَقَدِيْمَهُ وَحَدِيْثَهُ وَخَطَأَهُ وَعَمْدَهُ صَغِيْرَهُ وَكَبِيْرَهُ وَسِرَّهُ وَعَلَانِيَتَهُ عَشْرَ خِصَالٍ: أَنْ تُصَلِّيَ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ تَقْرَأُ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُوْرَةٍ فَإِذَا فَرَغْتَ مِنَ الْقِرَاءَةِ فِيْ أَوَّلِ رَكْعَةٍ فَقُلْ وَأَنْتَ قَائِمٌ: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ خَمْسَ عَشْرَةَ مَرَّةً ثُمَّ تَرْكَعُ فَتَقُوْلُ وَأَنْتَ رَاكِعٌ عَشْرًا ثُمَّ تَرْفَعُ رَأْسَكَ مِنَ الرُّكُوْعِ فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا ثُمَّ تَهْوِيْ سَاجِدًا فَتَقُوْلُ وَأَنْتَ سَاجِدٌ عَشْرًا ثُمَّ تَرْفَعُ رَأْسَكَ مِنَ السُّجُوْدِ فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا ثُمَّ تَسْجُدُ فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا ثُمَّ تَرْفَعُ رَأْسَكَ مِنَ السُّجُوْدِ فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا فَذٰلِكَ خَمْسٌ وَسَبْعُوْنَ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ تَفْعَلُ ذٰلِكَ فِيْ أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ وَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تُصَلِّيَهَا فِيْ كُلِّ يَوْمٍ مَرَّةً فَافْعَلْ فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَفِيْ كُلِّ جُمُعَةٍ مَرَّةً فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَفِيْ كُلِّ شَهْرٍ مَرَّةً فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَفِيْ كُلِّ سَنَةٍ مَرَّةً فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَفِيْ عُمُرِكَ مَرَّةً.

ترجمہ: حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک مرتبہ اپنے چچا) حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا: اے عباس! اے میرے چچا! میں تمہیں ایک عطیہ کروں، ایک بخشش کروں، ایک خاص چیز بتاؤں، تمہیں دس چیزوں کا مالک بناؤں، جب تم اس کام کو کرو گے تو اللہ جل شانہ تمہارے سب گناہ پہلے اور پچھلے پرانے اور نئے غلطی سے کئے ہوئے اور جان بوجھ کر کئے ہوئے چھوٹے اور بڑے چھپ کر کئے ہوئے اور کھلا کئے ہوئے سب ہی معاف فرما دیں گے۔ وہ کام یہ ہے کہ چار رکعت نفل (صلوٰۃ التسبیح کی نیت باندھ کر) پڑھو اور ہر رکعت میں الحمد شریف اور سورت پڑھ چکو تو رکوع سے پہلے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ پندرہ مرتبہ پڑھو۔ پھر جب رکوع کرو تو دس مرتبہ اس میں پڑھو۔ پھر جب رکوع سے کھڑے ہو تو دس مرتبہ پڑھو پھر سجدہ کرو تو دس مرتبہ اس میں پڑھو۔ پھر سجدہ سے اٹھ کر بیٹھو تو دس مرتبہ پڑھو پھر جب دوسرے سجدہ میں جاؤ تو دس مرتبہ اس میں پڑھو پھر جب دوسرے سجدہ سے اٹھو (دوسری رکعت میں) کھڑے ہونے سے پہلے بیٹھ کر دس مرتبہ پڑھو۔ ان سب کی میزان پچھتر ہوئی۔ اسی طرح ہر رکعت میں پچھتر دفعہ ہوگا۔ اگر ممکن ہو سکے تو روزانہ ایک مرتبہ اس نماز کو پڑھ لیا کرو، یہ نہ ہو سکے تو ہر جمعہ کو ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو، یہ بھی نہ ہو سکے تو مہینہ میں ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو، یہ بھی نہ ہو سکے تو ہر سال میں ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو، یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر میں ایک مرتبہ تو پڑھ ہی لو۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ، الحاکم، ابن خزیمہ)

طبرانی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ اگر تیرے گناہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں یا ریت کے ذرات کے برابر اللہ تعالیٰ سب معاف کر دیں گے۔ حاکم کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا زاد بھائی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو حبشہ بھیج دیا تھا جب وہ وہاں سے واپس مدینہ پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو گلے لگایا اور پیشانی پر بوسہ دیا پھر فرمایا میں تمہیں ایک چیز دوں ایک خوشخبری سناؤں؟ ایک تحفہ دوں پھر پوری تفصیل نماز کی بتائی جو اوپر ذکر ہوئی۔ اس حدیث میں ان چار کلموں کے ساتھ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم بھی آیا ہے۔

فائدہ: صلاۃ التسبیح بڑی اہم نماز ہے جس کا اندازہ احادیث بالا سے ہو سکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس قدر شفقت اور اہتمام سے اس کو تعلیم فرمایا ہے۔ علمائے امت محدثین فقہاء صلحاء ہر زمانہ میں اس کا اہتمام فرماتے رہے ہیں۔

اس نماز کے ذریعہ تمام گناہوں کا معاف ہونا حدیث بالا سے معلوم ہوا۔ جس میں صغیرہ کبیرہ ہر قسم کے گناہ شامل ہیں۔ البتہ دوسری آیات واحادیث کی وجہ سے کبیرہ گناہوں کی معافی کے لئے توبہ شرط ہوگی۔

صلاۃ التسبیح کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ سبحانک اللھم کے بعد الحمد للہ سے پہلے (تیسرا کلمہ) پندرہ مرتبہ پڑھے اور پھر الحمد للہ اور سورۃ کے بعد دس مرتبہ پڑھے اور باقی سب طریقہ بدستور اسی طرح ہے جو پہلے ذکر ہوا البتہ اس صورت میں نہ تو دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھنے کی ضرورت ہے اور نہ التحیات کے ساتھ پڑھنے کی۔ علماء نے لکھا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ کبھی اس طرح پڑھ لیا کرے کبھی اس طرح۔ (فضائل ذکر)

صلاۃ التسبیح کے متعلق ضروری مسائل

نمبر۱: اس نماز کے لئے کوئی سورۃ قرآن کی متعین نہیں جو بھی سورت دل چاہے پڑھے لیکن بعض علماء نے لکھا ہے کہ سورۃ حدید، سورۃ حشر، سورۃ صف، سورۃ جمعہ، سورۃ تغابن میں سے چار سورتیں پڑھے۔ بعض حدیثوں میں بیس آیتوں کے بقدر آیا ہے۔ اس لئے ایسی سورتیں پڑھے جو بیس آیتوں کے قریب قریب ہوں۔ بعض نے اذا زلزلت، والعادیات، تکاثر، والعصر، کافرون، نصر، اخلاص لکھا ہے کہ ان میں سے پڑھ لیا کرے۔

نمبر۲: ان تسبیحوں کو زبان سے ہرگز نہ گنے کہ زبان سے گننے سے نماز ٹوٹ جائے گی۔ انگلیوں کو بند کر کے گننا اور تسبیح ہاتھ میں لے کر اس پر گننا جائز ہے۔ مگر مکروہ ہے۔ بہتر یہ ہے کہ انگلیاں جس طرح اپنی جگہ پر رکھی ہیں ویسی ہی رہیں اور ہر کلمہ پر ایک ایک انگلی کو اسی جگہ دباتا رہے۔

نمبر۳: اگر کسی جگہ تسبیح پڑھنا بھول جائے تو دوسرے رکن میں اس کو پورا کرے۔ البتہ بھولے ہوئے کی قضا رکوع سے اٹھ کر اور دو سجدوں کے درمیان نہ کرے۔ اسی طرح پہلی اور تیسری رکعت کے بعد اگر بیٹھے تو ان میں بھی بھولے ہوئے کی قضا نہ کرے بلکہ صرف ان کی ہی تسبیح پڑھے اور ان کے بعد جو رکن ہو اس میں بھولی ہوئی بھی پڑھ لے۔ لیکن اگر رکوع میں پڑھنا بھول گیا تو ان کو پہلے سجدہ میں پڑھ لے اسی طرح پہلے سجدہ کی دوسرے سجدہ میں اور دوسرے سجدہ کی دوسری رکعت میں کھڑا ہو کر پڑھ لے اور اگر رہ جائے تو آخری قعدہ میں التحیات سے پہلے پڑھ لے۔

نمبر۴: اگر سجدہ سہو کسی وجہ سے کرنا پڑ جائے تو اس میں تسبیح نہیں پڑھنا چاہئے اس لئے کہ مقدار تین سو ۳۰۰ ہے وہ پوری ہو چکی ہاں اگر کسی وجہ سے اس مقدار میں کمی رہ گئی ہو تو سجدہ سہو میں پوری کرلے۔

نمبر۵: اس نماز کا اوقات مکروہہ کے علاوہ باقی دن رات کے تمام اوقات میں پڑھنا جائز ہے البتہ زوال کے بعد پڑھنا زیادہ بہتر ہے پھر دن میں کسی وقت پھر رات کو۔

نمبر۶: بعض حدیثوں میں سوم کلمہ کے ساتھ لاحول کو بھی ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ پہلے حدیث میں گزرا جس میں حضرت جعفر کو نماز سکھانے کا ذکر ہے۔ اس لئے اگر کبھی کبھی اس کو بڑھا لے تو اچھا ہے۔ (از فضائل ذکر)

استخارہ اور اس کا طریقہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کو تمام کاموں کے لئے استخارہ (کا طریقہ) اس طرح سکھاتے تھے جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پاک کی کوئی سورت ہمیں سکھاتے تھے آپ استخارہ (کا طریقہ) یوں بتلاتے تھے کہ جب تم میں سے کسی شخص کو کسی (غیر معمولی اور اہم) کام کو انجام دینے کا ارادہ ہو تو دو رکعت نفل نماز پڑھے اور اس کے بعد یہ دعا پڑھے

اللھم انی استخیرک بعلمک و استقدرک بقدرتک و اسالک من فضلک العظیم فانک تقدر ولا اقدر و تعلم ولا اعلم و انت علام الغیوب اللھم ان کنت تعلم ان ھذا الامر خیر لی فی دینی و معاشی و عاقبۃ امری او قال عاجل امری و آجلہ فاقدرہ لی و یسرہ لی ثم بارک لی فیہ و ان کنت تعلم ان ھذا الامر شر لی فی دینی و معاشی و عاقبۃ امری او قال عاجل امری و آجلہ فاصرفہ عنی و اصرفنی عنہ و اقدر لی الخیر حیث کان ثم ارضنی بہ

"اے اللہ میں تیرے علم کے ذریعہ تجھ سے بہتری طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت کے ذریعہ قدرت طلب کرتا ہوں اور تیرے فضل عظیم و فضل کا تجھ سے سوال کرتا ہوں اس لئے کہ تو تو (ہر کام کی) قدرت رکھتا ہے اور میں (کسی بھی کام) کی قدرت نہیں رکھتا اور تو (سب کچھ) جانتا ہے اور میں (کچھ) نہیں جانتا اور تو ہی تمام پوشیدہ (باتوں) کو خوب اچھی طرح جاننے والا ہے۔ اے اللہ اگر تجھے معلوم ہے کہ یہ کام میرے حق میں میرے دین کے اعتبار سے دنیا کے اعتبار سے اور انجام کے اعتبار سے یا میری دنیوی زندگی کے اعتبار سے اور اخروی زندگی کے اعتبار سے میرے حق میں بہتر ہے تو تو اس کو میرے لئے مقدر فرما دے اور آسان کر دے پھر اس میں میرے لئے برکت بھی عطا فرما دے اور اگر تجھے معلوم ہے کہ یہ کام میرے دین کے اعتبار سے دنیا کے اعتبار سے اور انجام کے اعتبار سے یا میری دنیوی زندگی کے اعتبار سے اور اخروی زندگی کے اعتبار سے میرے حق میں بہتر نہیں ہے تو تو اس کام کو مجھ سے دور کر دے اور مجھے اس سے دور کر دے اور جہاں بھی (جس کام میں بھی) میرے لئے بہتری ہو اس کو مجھے نصیب فرما دے اور پھر مجھے اس سے راضی کر دے۔"

دونوں جگہ ھذا الامر کی جگہ اپنی ضرورت کا نام لے (جس کے لئے استخارہ کرتا ہے) (بخاری، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

نماز استخارہ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی کی سعادت اور خوش بختی میں یہ چیز بھی شامل ہے کہ وہ (اپنے اہم معاملات میں) اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا کرے اور آدمی کی بدبختی کی ایک پہچان یہ ہے کہ وہ استخارہ کرنا چھوڑ دے۔ (احمد، ابویعلیٰ، حاکم، ترمذی)

فائدہ۔ استخارہ کے لفظی معنی بھلائی چاہنے کے ہیں۔ اور اصطلاح شریعت میں استخارہ یہ ہے کہ جب بندہ کو اپنے کسی معاملہ کے صحیح یا مضر ہونے میں تردد ہو تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ وہ اس معاملہ کی بہتری اس کے دل پر کھول دے اور تردد کو دور کر کے کسی ایک پہلو کو متعین کر دے جس میں خیر ہو۔ استخارہ چونکہ اللہ تعالیٰ سے ایک طرح کا مشورہ ہے اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا پورا پورا علم ہے اس لئے جس کام کے لئے استخارہ کیا جائے گا اس میں ان شاء اللہ تعالیٰ کوئی نقصان نہیں ہو سکتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو استخارہ کرتا ہے وہ ناکام نہیں ہوتا اور جو مشورہ کرتا ہے اسے شرمندگی و ندامت کا سامنا نہیں کرنا پڑتا اور جو میانہ روی

سے خرچ کرتا ہے وہ فقیر نہیں ہوتا۔ (مجمع الزوائد ج ۱)

حدیث بالا میں آدمی کی سعادت استخارہ میں فرمائی ہے اس لئے ہر کام میں کامیابی اور ناکامی دونوں کے امکانات موجود ہیں اور جو شخص پہلے استخارہ کرکے اس کے برے بھلے کو معلوم کر لیتا ہے اور اس کے بعد قدم اٹھاتا ہے وہ بلاشبہ خوش قسمت اور سعادت مند ہے۔

بندوں کا علم ناقص ہے بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کوئی بندہ ایک کام کرنا چاہتا ہے اور اس کا انجام اس کے حق میں اچھا نہیں ہوتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے "صلوٰۃ استخارہ" تعلیم فرمائی اور بتلایا کہ جب کوئی خاص اور اہم کام درپیش ہو تو دو رکعت نماز پڑھ کے اللہ تعالیٰ سے رہنمائی اور توفیق خیر کی دعا کر لیا کرو۔

بہرحال یہ صلوٰۃ استغفار، صلوٰۃ حاجت اور صلوٰۃ استخارہ عظیم نعمتیں ہیں جو اس امت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ملی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو ان سے فائدہ اٹھانے کی توفیق دے۔

فائدہ: استخارہ کے متعلق چند اہم باتیں درج ذیل ہیں۔

(۱) استخارہ انہی کاموں میں کیا جاتا ہے جن کا خیر یا شر ہونا مشکوک ہو۔ لہٰذا جو کام شرعاً واخلاقاً واجب اور ضروری ہیں یا جو مکروہ وحرام ہیں ان کے لئے استخارہ نہیں ہو سکتا۔

(۲) استخارہ کی دعا پڑھنے کے بعد کسی سے بات چیت کئے بغیر پاک بستر پر قبلہ رو دائیں کروٹ پر سو جانا چاہئے اور اٹھنے کے بعد جس طرف طبیعت کا رجحان زیادہ ہو اللہ کا نام لے کر وہی کام شروع کر دینا چاہئے۔ اگر پہلے دن کسی ایک رائے پر نہ پہنچے تو دوسرے دن بھی یہی طریقہ کرنا چاہئے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جو ابن السنی نے "عمل الیوم واللیلۃ" صفحہ ۱۹۸ میں نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم کسی کام کا ارادہ کرو تو سات مرتبہ اپنے رب سے استخارہ کرو پھر دیکھو تمہارا دل کس طرف جھکتا ہے بس سمجھ لو اسی میں بھلائی ہے۔

(۳) استخارہ میں خواب آنا ضروری نہیں البتہ کبھی خواب میں کچھ اشارہ ہو جاتا ہے۔ اصل سو کر اٹھنے کے بعد دل کا میلان اور رجحان ہے۔ (اتحاف بحوالہ ترغیب)

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمادیجئے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمادیجئے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی ہدایات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمادیجئے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اس کو صحیح انداز میں محبت وحکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمادیجئے۔ آمین

اللّٰھم صل علی محمد

والصلوٰۃ والسلام علی محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

امت مسلمہ کا شعار اور جمعہ کے دن کی عظمت وفضیلت

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ فِيْهِ خُلِقَ اٰدَمُ وَفِيْهِ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ وَفِيْهِ اُخْرِجَ مِنْهَا وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ اِلَّا فِيْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان سارے دنوں میں جن میں کہ آفتاب نکلتا ہے (یعنی ہفتہ کے ساتوں دنوں میں) سب سے بہتر اور برتر جمعہ کا دن ہے۔ جمعہ ہی کے دن آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور جمعہ ہی کے دن وہ جنت میں داخل کئے گئے اور جمعہ ہی کے دن وہ جنت سے اس دنیا میں بھیجے گئے۔ (جہاں ان سے نسل انسانی کا سلسلہ شروع ہوا) اور قیامت بھی خاص جمعہ ہی کے دن قائم ہوگی۔ (صحیح مسلم)

دن رات کی پانچوں فرض نمازیں جن کے با جماعت پڑھنے کا حکم ہے اور ان کے علاوہ وہ سنن ونوافل جو انفرادی طور پر ہی پڑھے جاتے ہیں ان سب کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور معمولات پچھلے اسباق میں ذکر کئے جا چکے۔ ان کے علاوہ چند نمازیں اور ہیں جو صرف اجتماعی طور پر ہی ادا کی جاتی ہیں اور وہ اپنی خصوصی ترتیب اور امتیازی شان کی وجہ سے اس امت کا گویا شعار (علامت) ہیں ان میں سے ایک نماز جمعہ ہے جو ہفتہ وار ہے اور عیدالفطر وعیدالاضحیٰ کی نمازیں ہیں جو سال میں ایک دفعہ ادا کی جاتی ہیں۔ فرائض پنجگانہ کے جماعت سے ادا کرنے میں جو مصالح اور منافع ہیں وہ سب کے سب وسیع تر پیمانے پر جمعہ اور عیدین کی نمازوں سے بھی حاصل ہوتے ہیں اور ان کے علاوہ کچھ اور حکمتیں اور مصلحتیں بھی ہیں جو صرف ان ہفتہ وار اور سالانہ اجتماعی نمازوں ہی سے وابستہ ہیں پہلے جمعہ کے بارے میں چند اشارات کئے جاتے ہیں امید ہے کہ اس باب کی احادیث کا مقصد ومنشاء سمجھنے میں ان شاء اللہ ان اشارات سے پڑھنے اور سننے والوں کو خاص رہنمائی حاصل ہوگی۔

روزانہ پانچوں وقت کی جماعت میں ایک محدود حلقہ یعنی ایک محلہ ہی کے مسلمان جمع ہو سکتے ہیں اس لئے ہفتہ میں ایک دن ایسا رکھ دیا گیا۔ جس میں پورے شہر اور مختلف محلوں کے مسلمان ایک خاص نماز کے لئے شہر کی ایک بڑی مسجد میں جمع ہو جایا کریں اور ایسے اجتماع کے لئے ظہر ہی کا وقت زیادہ موزوں ہو سکتا تھا اس لئے وہی وقت رکھا گیا اور ظہر کی چار رکعت کے بجائے جمعہ کی نماز صرف دو رکعت رکھی گئی اور اس اجتماع کو تعلیمی وتربیتی لحاظ سے زیادہ مفید اور مؤثر بنانے کے لئے تخفیف شدہ دو رکعتوں کے بجائے خطبہ لازمی کر دیا گیا اور اس کیلئے جمعہ ہی کا دن اس واسطے مقرر کیا گیا کہ ہفتہ کے سات دنوں میں سے وہی دن زیادہ باعظمت اور بابرکت ہے۔ جس طرح روزانہ آخر شب کی گھڑیوں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت وعنایت بندوں کی طرف زیادہ متوجہ ہوتی ہے اور جس طرح سال کی راتوں میں سے ایک رات (شب قدر) خاص الخاص درجہ میں برکتوں اور رحمتوں والی ہے اسی طرح ہفتہ کے سات دنوں میں سے جمعہ کا دن اللہ تعالیٰ کے خاص الطاف وعنایات کا دن ہے۔ اسی لئے اس میں بڑے بڑے اہم واقعات اللہ تعالیٰ کی طرف سے واقع ہوئے ہیں اور واقع ہونے والے ہیں بہرحال جمعہ کی انہی خصوصیات کی وجہ سے اس اہم اور شاندار ہفتہ وار اجتماعی نماز

کے لئے جمعہ کا دن مقرر کیا گیا۔ اور اس میں شرکت و حاضری کی تاکید کی گئی اور نماز سے پہلے غسل کرنے اچھے صاف ستھرے کپڑے پہننے اور میسر ہو تو خوشبو بھی لگانے کی ترغیب بلکہ ایک درجے میں تاکید کی گئی تاکہ مسلمانوں کا یہ مقدس ہفتہ وار اجتماع توجہ الی اللہ اور ذکر و دعا کی باطنی و روحانی برکات کے علاوہ ظاہری حیثیت سے بھی پاکیزہ، خوش منظر، بارونق اور پربہار ہو اور مجمع کو فرشتوں کے پاک و صاف مجمع کے ساتھ زیادہ سے زیادہ مشابہت اور مناسبت ہو۔

عبید بن السباق تابعی سے روایت ہے کہ ایک جمعہ کو خطاب فرماتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے جمعہ کے اس دن کو عید بنایا ہے لہٰذا اس دن غسل کیا کرو اور جس کے پاس خوشبو ہو اس کے لئے کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ خوشبو لگائے اور مسواک اس دن ضرور کیا کرو۔ (موطا امام مالک، ابن ماجہ)

جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگنے پر وعید

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا (مسجد میں) آیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بیٹھ جاؤ تم نے دیر بھی کی" اور (نمازیوں کو بھی) ستایا۔ (احمد، ابوداؤد، نسائی، صحیح ابن خزیمہ، ابن حبان)

دوران خطبہ خاموش رہنے کی ترغیب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جمعہ کے دن امام کے خطبہ کے دوران اگر تم نے اپنے ساتھی سے یہ بھی کہا کہ "خاموش رہو" تب بھی تم نے غلطی کی۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اپنی عورت سے خوشبو لے کر لگائے اگر اس کے پاس ہو، اور اچھے کپڑے پہنے پھر لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے اور خطبہ کے وقت کوئی بات نہ کرے تو دونوں جمعے کے درمیان کے گناہوں کی معافی کا ذریعہ ہے۔ اور جس نے بات کی اور لوگوں کی گردنیں پھلانگیں تو اس کی یہ جمعہ کی نماز ظہر ہو جائے گی۔ (یعنی جمعہ کی خاص فضیلت اور اجر و ثواب سے محرومی ہوگی۔) (ابوداؤد، صحیح ابن خزیمہ)

جمعہ کے دن خط بنوانا اور ناخن ترشوانا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن نماز کو جانے سے پہلے اپنے ناخن اور لبیں تراشا کرتے تھے۔ (مسند بزار، معجم اوسط طبرانی)

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمائیے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اس کو صحیح انداز میں محبت و حکمت سے دوسروں تک اور خصوصاً اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

نماز جمعہ کی فرضیت اور خاص اہمیت

عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْجُمُعَةُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ فِيْ جَمَاعَةٍ اِلَّا عَلٰى اَرْبَعَةٍ عَبْدٍ مَمْلُوْكٍ اَوِ امْرَاَةٍ اَوْ صَبِيٍّ اَوْ مَرِيْضٍ.

ترجمہ: طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنا ہر مسلمان پر لازم اور واجب ہے، اس وجوب سے چار قسم کے آدمی مستثنیٰ ہیں ایک غلام جو کسی کا مملوک ہو دوسرے عورت تیسرے لڑکا جو ابھی بالغ نہ ہوا ہو چوتھے بیمار۔ (سنن ابی داؤد)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ دونوں سے روایت ہے کہ ہم نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ برسر منبر فرما رہے تھے کہ: جمعہ چھوڑنے والے لوگ یا تو اپنی اس حرکت سے باز آئیں یا یہ ہوگا کہ ان کے اس گناہ کی سزا میں اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا پھر وہ غافلوں ہی میں سے ہو جائیں گے۔ (اور اصلاح کی توفیق سے محروم کر دیئے جائیں گے) (صحیح مسلم)

جمعہ کو بغیر عذر چھوڑنے پر وعید

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ان لوگوں کے بارے میں جو جمعہ کی نماز میں نہیں آتے نقل کیا ہے کہ میرے دل میں آتا ہے کہ میں نماز پڑھانے کے لئے کسی کو کہہ جاؤں اور ان لوگوں کے گھروں کو جو جمعہ میں نہیں آتے ان آدمیوں سمیت آگ لگا دوں۔ (صحیح مسلم)

ابو الجعد ضمری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو آدمی بلا عذر تین جمعے سستی و کسل انگاری کی وجہ سے چھوڑ دے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دے گا۔ (پھر وہ نیکی کی توفیق سے محروم ہی رہے گا) (سنن ابی داؤد)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جو شخص بغیر کسی مجبوری کے جمعہ کی نماز چھوڑ دے گا اور وہ اللہ کے اس دفتر میں جس میں کوئی رد و بدل نہیں ہوسکتا منافق لکھا جائے گا اور بعض روایات میں تین دفعہ چھوڑنے کا ذکر ہے۔ (مسند شافعی)

تشریح: ان حدیثوں میں جمعہ کی جو غیر معمولی اہمیت بیان کی گئی ہے اور اس کے ترک پر جو وعیدیں سنائی گئی ہیں وہ کسی تشریح کی محتاج نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب معصیات و منکرات سے بچنے کی توفیق دے جن کے نتیجہ میں بندہ اللہ تعالیٰ کی نظر کرم سے گر جاتا ہے اور اس کے دل پر مہر لگا دی جاتی ہے۔ اللھم احفظنا.

جمعہ کے لئے اول وقت جانے کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور شروع میں آنے والوں کے نام یکے بعد دیگرے لکھتے ہیں اور اول وقت دوپہر میں آنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو اللہ کے حضور میں اونٹ کی قربانی پیش کرتا ہے پھر اس کے بعد دوسرے نمبر پر آنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو گائے پیش کرتا ہے پھر اس کے بعد آنے والے کی مثال مینڈھا پیش کرنے والے کی اور اس کے بعد مرغی پیش کرنے والے کی اس کے بعد

انڈا پیش کرنے والے کی۔ پھر جب امام خطبہ کے لئے منبر کی طرف جاتا ہے تو یہ فرشتے اپنے لکھنے کے دفتر لپیٹ دیتے ہیں اور خطبہ سننے میں شریک ہو جاتے ہیں۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

تشریح: ..... حدیث کا اصل مقصد و مدعا جمعہ کے لئے اول وقت جانے کی ترغیب ہے اور آگے پیچھے آنے والوں کے ثواب اور درجات کے فرق کو آپ نے مختلف درجہ کی قربانیوں کی مثال دے کر سمجھانا چاہا ہے۔

نماز جمعہ اور خطبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب سردی زیادہ ہوتی تو نماز جمعہ شروع وقت ہی میں پڑھ لیتے اور جب موسم زیادہ گرم ہوتا تو خفیف وقت یعنی گرمی کی شدت کم ہونے پر پڑھتے۔ (صحیح بخاری)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو خطبے دیا کرتے تھے اور دونوں کے درمیان (تھوڑی دیر کے لئے) بیٹھتے تھے۔ آپ ان خطبوں میں قرآن مجید کی آیات بھی پڑھتے تھے اور لوگوں کو نصیحت بھی فرماتے تھے۔ آپ کی نماز بھی درمیانی ہوتی تھی اور اسی طرح آپ کا خطبہ بھی۔ (صحیح مسلم)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ آپ کے خطبہ اور نماز میں نہ بہت طول ہوتا تھا اور نہ بہت زیادہ اختصار بلکہ دونوں کی مقدار معتدل اور متوسط ہوتی تھی۔

نماز جمعہ کا اہتمام اور اس کے آداب

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو آدمی جمعہ کے دن غسل کرے اور جہاں تک ہو سکے صفائی پاکیزگی کا اہتمام کرے اور جو تیل خوشبو اس کے گھر ہو وہ لگائے پھر وہ گھر سے نماز کے لئے جائے اور مسجد میں پہنچ کر اس کی احتیاط کرے کہ جو دو آدمی پہلے سے ساتھ بیٹھے ہوں ان کے بیچ نہ بیٹھے پھر جو نماز یعنی سنن و نوافل کی جتنی رکعتیں اس کے لئے مقدر ہوں وہ پڑھے پھر جب امام خطبہ دے تو توجہ اور خاموشی کے ساتھ اس کو سنے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان کی اس کی ساری خطائیں ضرور معاف کر دی جائیں گی۔ (صحیح بخاری)

تشریح: درج بالا حدیث میں غسل جمعہ کے علاوہ چند اور اعمال کا بھی ذکر ہے۔ بقدر امکان ہر قسم کی پاکیزگی اور صفائی کا اہتمام اچھے لباس کا اہتمام خوشبو کا استعمال مسجد میں ہر اس چیز سے احتیاط اور اجتناب جس سے لوگوں کو ایذا پہنچے اور باہمی تعلقات خراب ہونے کا اندیشہ ہو جیسے پہلے سے ساتھ بیٹھے ہوئے دو آدمیوں کے بیچ میں گھس کر بیٹھنا یا لوگوں کے اوپر سے پھلانگ کے جانا وغیرہ پھر وہاں حسب توفیق نوافل پڑھنا اور خطبہ کے وقت ادب اور توجہ کے ساتھ اس کو سننا پھر نماز پڑھنا۔ جمعہ کی جو نماز اس اہتمام اور آداب کے ساتھ پڑھی جائے اس کو ان دونوں حدیثوں میں پورے ہفتہ کے گناہوں کا کفارہ اور بخشش و معافی کا وسیلہ فرمایا گیا ہے۔ یوں بھی غور کر کے سمجھا جا سکتا ہے کہ یہ سب اعمال جب صحیح نیت کے ساتھ کئے جائیں گے تو ان بندوں کے دلوں اور ان کی روحوں کی کیا کیفیات ہوں گی اور ان کی زندگی پر اس نماز کے کیا اثرات پڑیں گے اور پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور شان مغفرت کا ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا۔

جمعہ کی پہلی اذان کے بعد کاروبار وغیرہ کا حکم

(از حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی مدظلہ العالی)

جمعہ کے دن ہر ایسے مسلمان عاقل بالغ تندرست مرد پر جو کسی شہر میں ہو جمعہ کی پہلی اذان ہوتے ہی نماز جمعہ ادا کرنے کا اہتمام واجب ہے۔ اس کے سوا کسی اور کام میں مشغول ہونا

جائز نہیں ' جس کی چند صورتیں درج ذیل ہیں۔

1- جمعہ کی پہلی اذان کے بعد کسی بھی قسم کا کاروبار' تجارت اور خرید و فروخت جائز نہیں لہٰذا جمعہ کی پہلی اذان پر دکان کو کھلی بند کریں۔ مالک دکان اور ملازم سب نماز جمعہ ادا کریں۔

2- جمعہ کے دن بعض دکاندار ایسا کرتے ہیں کہ ان کی دکان کا ایک فرد ایسی مسجد میں نماز جمعہ ادا کرتا ہے جہاں جمعہ کی نماز جلدی ہوتی ہے اور وہ آکر دکان پر بیٹھ جاتا ہے۔ پھر دوسرا شخص دوسری مسجد میں نماز جمعہ ادا کرتا ہے جہاں نماز جمعہ دیر سے ہوتی ہے اور دکان برابر کھلی رہتی ہے اور کاروبار جاری رہتا ہے یہ جائز نہیں۔ ہاں اگر دکان کے تمام افراد کسی ایسی مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کریں جہاں نماز جمعہ جلدی ہوتی ہے اور پھر آکر دکان کھول لیں تو یہ جائز ہے۔

3- ملازمت سرکاری ہو غیر سرکاری جمعہ کی پہلی اذان کے بعد ملازمت کرنا جائز نہیں۔ اسکو چھوڑ کر نماز جمعہ ادا کرنے کا اہتمام ضروری ہے البتہ جمعہ کی نماز ادا کرنے کے بعد ملازمت کرنا جائز ہے۔

4- جمعہ کی پہلی اذان کے بعد اگر کارخانہ یا دکان یا فیکٹری باہر سے بند کر دیں اور اندر مسلمان ملازمین کام کرتے رہیں یہ بھی جائز نہیں۔ سب کو کام چھوڑ کر نماز جمعہ ادا کرنا فرض ہے ورنہ سخت گناہ ہوگا۔

5- اگر کسی مسلمان ملازم کو جمعہ کی پہلی اذان کے بعد مالک کام کرنے پر مجبور کرے تو مجبور کرنے والا گنہگار ہے اور ملازم پر اس کا کہا ماننا جائز نہیں۔ اگر وہ مجبور کرنے سے باز نہ آئے تو ملازم کو چاہیے کہ اس کی یہ ناجائز بات نہ مانے بلکہ جمعہ کی نماز اپنے وقت پر ادا کرنے کا اہتمام کرے۔

6- جمعہ کی پہلی اذان کے بعد گلی کوچوں اور بازاروں میں محنت مزدوری کرنے والوں اور گلی پھر کر مال بیچنے والوں' ریڑھی اور ٹھیلا لگانے والوں پر بھی واجب ہے کہ کام بند کر کے نماز جمعہ ادا کریں۔

7- اذان جمعہ کے بعد کھانا پینا سونا یا کسی سے باتوں میں مشغول رہنا یہاں تک کہ کسی اخبار یا کتاب کا مطالعہ کرنا وغیرہ غرضیکہ ہر وہ کام جو جمعہ کی تیاری کیلئے مانع ہے جائز نہیں۔ صرف جمعہ کی تیاری کے لئے جو کام ہوں وہ کئے جا سکتے ہیں۔

8- اذان جمعہ کے بعد مرد حضرات کو جن پر جمعہ کی نماز فرض ہے گھر میں نوافل یا ذکر و تلاوت یا کسی اور عبادت میں مشغول رہنا جائز نہیں۔ انہیں چاہئے کہ نماز جمعہ کے لئے مسجد میں حاضر ہوں مسجد میں اگر چاہیں اور موقع ہو تو ان عبادات کو انجام دے سکتے ہیں۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد' عبادات' معاملات' معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمائیے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اس کو صحیح انداز میں محبت و حکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

نماز جمعہ سے پہلے اور بعد کی سنتیں

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَرْكَعُ قَبْلَ الْجُمُعَةِ اَرْبَعًا وَبَعْدَهَا اَرْبَعًا

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ سے پہلے چار رکعت پڑھتے تھے اور جمعہ کے بعد چار رکعت۔ (معجم طبرانی)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سلیک غطفانی ایک دفعہ جمعہ کے دن ایسے وقت مسجد میں آئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھ گئے تھے تو سلیک اسی حالت میں آ کر بیٹھ گئے قبل اس کے کہ نماز پڑھتے (یعنی انہوں نے مسجد میں داخل ہو کر نماز نہیں پڑھی بلکہ یہ دیکھ کر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے لئے منبر پر جا بیٹھے ہیں خود بھی بیٹھ گئے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کیا تم نے دو رکعتیں پڑھی ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں! آپ نے فرمایا اٹھو اور پہلے دو رکعتیں پڑھو۔ (صحیح مسلم)

تشریح: ... اس حدیث کی بناء پر امام شافعیؒ اور امام احمدؒ اور بعض دوسرے ائمہ کا مسلک ہے کہ نماز جمعہ کے لئے جو شخص مسجد میں آئے اس کے لئے اس وقت تحیۃ المسجد واجب ہے اور اگر بالفرض امام خطبہ شروع کر چکا ہو جب بھی یہ آنے والا دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ اور سفیان ثوریؒ وغیرہ اکثر ائمہ ان احادیث کی بناء پر جن میں خطبہ کے وقت خاموش رہنے اور توجہ کے ساتھ اس کو سننے کی تاکید کی گئی ہے اور ترغیب دی گئی ہے اور اسی کے مطابق اکثر صحابہؓ و اکابر تابعین کے عمل اور فتوے کی بناء پر خطبہ کے وقت نماز پڑھنے کی اجازت نہیں دیتے اور سلیک غطفانی کے اس واقعہ کی مختلف توجیہات فرماتے ہیں۔ اس مسئلہ میں دونوں طرف کے دلائل بہت وزنی ہیں۔ اس لئے احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ جمعہ کے دن مسجد میں ایسے وقت پہنچ جائے کہ خطبے سے پہلے کم از کم دو رکعتیں ضرور پڑھ لے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی جمعہ کی نماز پڑھے تو چاہئے کہ اس کے بعد چار رکعت اور پڑھے۔ (صحیح مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز جمعہ کے بعد کوئی نماز نہیں پڑھتے یہاں تک کہ مسجد سے گھر تشریف لے جاتے تھے پھر گھر ہی میں دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ (صحیح بخاری و مسلم)

تشریح: ... کتب حدیث میں نماز جمعہ کے بعد کی سنتوں کے بارے میں جو روایات ہیں ان میں دو رکعت کا بھی ذکر ہے۔ چار کا بھی اور چھ کا بھی۔ امام ترمذی نے خود حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بارے میں نقل کیا ہے کہ وہ جمعہ کے بعد دو رکعت اور اس کے بعد چار رکعت گویا کل چھ رکعت بھی پڑھتے تھے۔ اس لئے ائمہ مجتہدین کے رجحانات بھی اس بارے میں مختلف ہیں۔ بعض حضرات دو کو ترجیح دیتے ہیں بعض چار رکعت کو اور بعض چھ رکعت کو۔

جمعہ و شب جمعہ کے چند اعمال

حضرت اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کا دن افضل ترین دنوں میں سے ہے اسی میں آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی اسی میں ان کی وفات ہوئی۔ اسی میں قیامت کا صور پھونکا جائے گا اور اسی میں موت اور فنا کی بیہوشی اور بے حسی ساری مخلوقات پر طاری ہوگی۔ لہٰذا تم لوگ جمعہ کے دن مجھ پر درود کی کثرت کیا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش ہوتا ہے اور پیش ہوتا رہے گا صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ (آپ کے وفات فرما جانے کے بعد) ہمارا درود آپ پر کیسے پیش ہوگا۔ آپ کا جسم اطہر تو قبر میں ریزہ ریزہ ہو چکا ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کے جسموں کو زمین پر حرام کر دیا ہے (یعنی موت کے بعد بھی ان کے اجسام قبروں میں بالکل صحیح سالم رہتے ہیں زمین ان میں کوئی تغیر پیدا نہیں کر سکتی۔)

(سنن ابی داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، سند دارمی، دعوات کبیر للبیہقی)

تشریح:.... اس حدیث میں جمعہ کے دن میں واقع ہونے والے اہم اور غیر معمولی واقعات کا ذکر کرکے جمعہ کی اہمیت و فضیلت بیان کی گئی ہے اور مزید یہ فرمایا گیا ہے کہ اس مبارک اور محترم دن میں درود زیادہ پڑھنا چاہئے کیونکہ جس طرح رمضان المبارک کا خاص وظیفہ تلاوت قرآن پاک ہے اور اس کو رمضان المبارک سے خاص مناسبت ہے اور جس طرح سفر حج کا خاص وظیفہ تلبیہ لبیک اللھم لبیک ہے اسی طرح جمعہ کے مبارک دن کا خاص وظیفہ اس حدیث کی رو سے درود شریف ہے جمعہ کے دن خصوصیت سے اس کی کثرت کرنی چاہئے۔

جمعہ و شب جمعہ کے چند اعمال

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص جمعہ کے دن میں سورہ کہف پڑھے اس کے لئے دونوں جمعوں کے درمیان کا وقت نور ہدایت سے چمک اٹھتا ہے۔ (نسائی، بیہقی، حاکم) اور دارمی کی روایت میں ہے جو جمعہ کی رات سورہ کہف پڑھے اس کے اور بیت اللہ کے درمیان نور ہدایت سے جگمگا اٹھتا ہے۔

فائدہ: شب جمعہ اور جمعہ کے دن کی اہمیت اور بہت سے فضائل کی وجہ سے اس کی ایک ایک ساعت کی قدر کی جائے اور اعمال میں مشغول تلاوت، ذکر، دعا، درود شریف اور نماز میں گزارا جائے۔ بعض روایات میں شب جمعہ میں سورہ دخان پڑھنے کی فضیلت بھی آئی ہے کہ جو شب جمعہ یا جمعہ کے دن سورہ دخان پڑھتا ہے اللہ جل شانہ اس کے لئے جنت میں ایک محل بنا دیتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ستر ہزار فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کی مغفرت ہو جاتی ہے اور سورۃ یٰسین پڑھنے پر بھی مغفرت کی فضیلت وارد ہوئی ہے۔ اسی طرح جمعہ کے دن سورۃ آل عمران پڑھنے کی بھی ترغیب آئی ہے۔ (ترغیب و ترہیب)

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرما دیجئے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمایئے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمایئے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اس کو صحیح انداز میں محبت و حکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین

عیدین کا آغاز

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَۃَ وَلَھُمْ یَوْمَانِ یَلْعَبُوْنَ فِیْھِمَا فَقَالَ مَاھٰذَانِ الْیَوْمَانِ ؟ قَالُوْا کُنَّا نَلْعَبُ فِیْھِمَا فِی الْجَاھِلِیَّۃِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ اَبْدَلَکُمُ اللّٰہُ بِھِمَا خَیْرًا مِنْھُمَا یَوْمَ الْاَضْحٰی وَیَوْمَ الْفِطْرِ

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو اہل مدینہ (جن کی کافی تعداد پہلے ہی سے اسلام قبول کر چکی تھی) دو تہوار منایا کرتے ۔ ان میں کھیل تماشے کیا کرتے تھے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ : یہ دو دن جو تم مناتے ہو ان کی کیا حقیقت اور حیثیت ہے؟ (یعنی تمہارے ان تہواروں کی کیا اصلیت اور تاریخ ہے؟) انہوں نے عرض کیا کہ ۔ ہم جاہلیت میں (یعنی) اسلام سے پہلے یہ تہوار اسی طرح منایا کرتے تھے (بس وہی رواج ہے جو اب تک چل رہا ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ : ۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ان دو تہواروں کے بدلہ میں ان سے بہتر دو دن تمہارے لئے مقرر کر دیے ہیں ۔ (اب وہی تمہارے قومی اور مذہبی تہوار ہیں) یوم عید الاضحیٰ اور یوم عید الفطر (سنن ابی داؤد)

تشریح ۔ قوموں کے تہوار دراصل ان کے عقائد و تصورات اور ان کی تاریخ و روایات کے ترجمان اور ان کے قومی مزاج کے آئینہ دار ہوتے ہیں اس لئے ظاہر ہے کہ اسلام سے پہلے اپنی جاہلیت کے دور میں اہل مدینہ جو دو تہوار مناتے تھے وہ جاہلی مزاج تصورات اور جاہلی روایات ہی کے آئینہ دار ہوں گے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلکہ حدیث کے صریح الفاظ کے مطابق خود اللہ تعالیٰ نے ان قدیمی تہواروں کو ختم کرا کے ان کی جگہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ دو تہوار اس امت کے لئے مقرر فرما دیئے جو اس کے توحیدی مزاج اور اصول حیات کے عین مطابق اور اس کی تاریخ و روایات اور عقائد تصورات کے پوری طرح آئینہ دار ہیں ۔ کاش اگر مسلمان اپنے ان تہواروں ہی کو صحیح طور پر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت تعلیم کے مطابق منائیں تو اسلام کی روح اور اس کے پیغام کو سمجھنے سمجھانے کے لئے صرف یہ دو تہوار ہی کافی ہو سکتے ہیں ۔

ہر قوم کے کچھ خاص تہوار اور جشن کے دن ہوتے ہیں جن میں اس قوم کے لوگ اپنی اپنی حیثیت اور سطح کے مطابق اچھا لباس پہنتے اور عمدہ کھانے پکاتے کھاتے ہیں اور دوسرے طریقوں سے بھی اپنی اندرونی مسرت و خوشی کا اظہار کرتے ہیں ۔ یہ گویا انسانی فطرت کا تقاضا ہے ۔ اسی لئے انسانوں کا کوئی طبقہ اور فرقہ ایسا نہیں ہے جس کے ہاں تہوار اور جشن کے کچھ خاص دن نہ ہوں ۔

اسلام میں بھی ایسے دو دن رکھے گئے ہیں ایک عید الفطر اور دوسرے عید الاضحیٰ بس یہی مسلمانوں کے اصل مذہبی و ملی تہوار ہیں ۔ ان کے علاوہ مسلمان جو تہوار مناتے ہیں ان کی کوئی مذہبی حیثیت اور بنیاد نہیں ہے بلکہ اسلامی نقطہ نظر سے ان میں سے اکثر خرافات ہیں ۔

مسلمانوں کی اجتماعی زندگی اس وقت سے شروع ہوتی ہے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ

آئے۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ ان دونوں تہواروں کا سلسلہ بھی اسی وقت سے شروع ہوا ہے۔

عید الفطر رمضان المبارک کے ختم ہونے پر یکم شوال کو منائی جاتی ہے اور عید الاضحیٰ ۱۰ ذی الحجہ کو۔ رمضان المبارک دینی و روحانی حیثیت سے سال کے بارہ مہینوں میں سب سے مبارک مہینہ ہے اسی مہینے میں قرآن مجید نازل ہونا شروع ہوا اسی پورے مہینے کے روزے امت مسلمہ پر فرض کئے گئے۔

الغرض یہ پورا مہینہ خواہشات کی قربانی اور مجاہدہ کا اور ہر طرح کی طاعات و عبادات کی کثرت کا مہینہ قرار دیا گیا۔ ظاہر ہے کہ اس مہینے کے خاتمہ پر جو دن آئے ایمانی اور روحانی برکتوں کے لحاظ سے وہی سب سے زیادہ اس کا مستحق ہے کہ اس کو اس امت کے جشن و مسرت کا دن اور تہوار بنایا جائے چنانچہ اسی دن کو عید الفطر قرار دیا گیا۔ اور ۱۰ ذی الحجہ وہ مبارک تاریخی دن ہے جس میں امت مسلمہ کے مؤسس و مورث اعلیٰ سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کا حکم و اشارہ پا کر اپنے لخت جگر سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو ان کی رضامندی سے قربانی کے لئے اللہ کے حضور میں پیش کر کے اور ان کے گلے پہ چھری رکھ کر اپنی سچی وفاداری اور کامل تسلیم و رضا کا ثبوت دیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے عشق و محبت اور قربانی کے اس امتحان میں ان دونوں کو کامیاب قرار دے کر حضرت اسماعیل کو زندہ و سلامت رکھ کر ان کی جگہ ایک جانور کی قربانی قبول فرمائی تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سر پر "انی جاعلک للناس اماما" کا تاج رکھ دیا تھا اور ان کی اس ادا کی نقل کو قیامت تک کے لئے "رسم عاشقی" قرار دے دیا تھا پس اگر کوئی دن کسی عظیم تاریخی واقعہ کی یادگار کی حیثیت سے تہوار قرار دیا جا سکتا ہے تو اس امت مسلمہ کے لئے جو ملت ابراہیمی کی وارث اور اسوۂ خلیلی کی نمائندہ ہے۔ ۱۰ ذی الحجہ کے دن کے مقابلہ میں کوئی دوسرا دن اس کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ اس لئے دوسری عید ۱۰ ذی الحجہ کو قرار دیا گیا۔ جس وادی میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا یہ واقعہ پیش آیا اسی وادی میں پورے عالم اسلامی کے حج کا سالانہ اجتماع اور اس کے مناسک قربانی وغیرہ اس واقعہ کی گویا اصل اور اول درجے کی یادگار ہے اور ہر اسلامی شہر اور بستی میں عید الاضحیٰ کی تقریبات نماز اور قربانی وغیرہ بھی اسی کی گویا نقل اور دوم درجہ کی یادگار ہے۔ بہرحال ان دونوں (یکم شوال اور ۱۰ ذی الحجہ) کی ان خصوصیات کی وجہ سے ان کو یوم العید اور امت مسلمہ کا تہوار قرار دیا گیا۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمائیے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اس کو صحیح انداز میں محبت و حکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

عیدین کی نماز کیلئے اذان و اقامت

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِيْدَيْنِ غَيْرَ مَرَّةٍ وَلَا مَرَّتَيْنِ بِغَيْرِ اَذَانٍ وَلَا اِقَامَةٍ

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عیدین کی نماز ایک یا دو دفعہ ہی نہیں بلکہ بہت دفعہ پڑھی ہے۔ ہمیشہ بغیر اذان اور بغیر اقامت کے۔ (صحیح مسلم)

عیدین کی نماز اور خطبہ وغیرہ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن عیدگاہ تشریف لے جاتے تھے سب سے پہلے آپ نماز پڑھاتے تھے پھر نماز سے فارغ ہو کر لوگوں کی طرف رخ کر کے خطبہ کیلئے کھڑے ہوتے تھے اور لوگ بدستور صفوں میں بیٹھے رہتے تھے پھر آپ ان کو خطبہ اور وعظ و نصیحت فرماتے تھے اور احکام دیتے تھے اور اگر آپ کا ارادہ کوئی لشکر یا دستہ تیار کر کے کسی طرف روانہ کرنے کا ہوتا تو آپ (عیدین کی نماز و خطبہ کے بعد) اس کو بھی روانہ فرماتے تھے یا کسی خاص چیز کے بارے میں آپ کو کوئی حکم دینا ہوتا تو اسی موقع پر وہ بھی دیتے تھے۔ پھر آپ عیدگاہ سے واپس ہوتے تھے (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

تشریح: جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول یہی تھا کہ عیدین کی نماز آپ مدینہ طیبہ کی آبادی سے باہر اس میدان میں پڑھتے تھے جس کو آپ نے اس کام کے لئے منتخب فرمالیا تھا اور گویا (عیدگاہ) قرار دے دیا تھا اس وقت اس کے گرد کوئی چار دیواری بھی نہیں تھی بس صحرائی میدان تھا۔ لوگوں نے لکھا ہے کہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے قریباً ایک ہزار قدم کے فاصلے پر تھا۔ آپ نے عید کی نماز ایک مرتبہ بارش کی مجبوری سے مسجد شریف میں بھی پڑھی ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عید کے دن نماز و خطبہ کے بعد عیدگاہ ہی میں اعلاء کلمۃ الحق کے لئے مجاہدین کے لشکر اور دستے بھی منظم کئے جاتے تھے اور وہیں سے ان کو روانہ اور رخصت کیا جاتا تھا۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں عید کے دن نماز کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عیدگاہ حاضر ہوا تو آپ نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھی بغیر اذان اور اقامت کے پھر جب آپ نماز پڑھ چکے تو بلال پر سہارا لگا کر آپ خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے۔ پہلے اللہ کی حمد و ثنا کی اور لوگوں کو پند و نصیحت فرمائی اور اللہ کی فرمانبرداری کی ان کو ترغیب دی۔ پھر آپ خواتین کے مجمع کی طرف گئے اور بلال آپ کے ساتھ ہی تھے وہاں پہنچ کر آپ نے ان کو اللہ سے ڈرنے اور تقویٰ والی زندگی گزارنے کے لئے فرمایا اور ان کو پند و نصیحت فرمائی۔ (سنن نسائی)

تشریح: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں عید کے خطبہ میں مردوں کو خطاب فرمانے کے بعد عورتوں کو مستقل خطاب فرمانے کا ذکر ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس کی ایک حدیث جو صحیح مسلم میں ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آپ نے اس لئے کیا تھا کہ آپ کے خیال میں خواتین آپ کا خطبہ سن نہیں سکی تھیں۔ واللہ اعلم۔

فائدہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں عیدین کی نماز میں خواتین بھی عام طور پر شریک ہوتی تھیں بلکہ ان

کے لئے بیا آپ کا حکم تھا لیکن زمانہ مابعد میں مسلم معاشرے میں فساد آ گیا تو جس طرح امت کے فقہاء اور علماء نے جمعہ اور پنجگانہ نماز کے لئے خواتین کا مسجدوں میں آنا مناسب نہیں سمجھا اسی طرح نماز عید کے لئے ان کا عیدگاہ جانا بھی مناسب نہیں سمجھا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر کے دن دو رکعت نماز پڑھی اور اس سے پہلے یا بعد آپ نے کوئی نفلی نماز نہیں پڑھی۔ (صحیح بخاری و مسلم)

عیدین کی نماز کا وقت

یزید بن خمیر رحبی تابعی سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے دن نماز عید پڑھنے کے لئے لوگوں کے ساتھ عیدگاہ تشریف لائے (امام کے آنے میں دیر ہوئی) تو آپ نے امام کی اس تاخیر کو منکر بتایا (اور اس کی مذمت کی) اور فرمایا کہ اس وقت تو ہم (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ) نماز پڑھ کر فارغ ہو جایا کرتے تھے۔ (راوی کہتے ہیں) اور یہ نوافل کا وقت تھا (نوافل سے مراد غالباً چاشت کے نوافل ہیں)۔ (سنن ابی داؤد)

تشریح..... عبداللہ بن بسر صحابی رضی اللہ عنہ نے شام میں سکونت اختیار کر لی تھی اور وہیں ۸۸ھ میں "حمص" میں ان کا انتقال ہوا۔ غالباً وہیں کا یہ واقعہ ہے کہ نماز عید میں امام کی تاخیر پر آپ نے نکیر فرمائی اور بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم لوگ نماز عید صبح سویرے پڑھ کر فارغ ہو جایا کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز کے وقت کے بارے میں سب سے زیادہ واضح حدیث وہ ہے جو حافظ ابن حجر نے "الاضاحی" کے حوالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی جندب رضی اللہ عنہ کی روایت سے ان الفاظ کے ساتھ نقل کی ہے۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کی نماز ہم لوگوں کو ایسے وقت پڑھاتے تھے کہ آفتاب بقدر دو نیزے کے بلند ہوتا تھا اور عید الاضحیٰ کی نماز ایسے وقت پڑھتے تھے کہ آفتاب بقدر ایک نیزہ کے ہوتا تھا۔"

ہمارے زمانے میں بہت سے مقامات پر عیدین کی نماز بہت تاخیر سے پڑھی جاتی ہے یہ بلاشبہ خلاف سنت ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ابو عمیر سے روایت ہے کہ وہ اپنے متعدد چچوں سے نقل کرتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام میں سے تھے کہ ایک دفعہ ایک قافلہ (کہیں باہر سے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور انہوں نے شہادت دی کہ کل (راستہ میں) انہوں نے چاند دیکھا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ روزے کھول دیں اور کل جب صبح ہو تو نماز عید ادا کرنے کے لئے عیدگاہ پہنچیں۔ (سنن ابی داؤد، سنن نسائی)

تشریح..... مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک دفعہ رمضان کی ۲۹ تاریخ کو چاند نظر نہیں آیا تو قاعدے کے مطابق اگلے دن سب لوگوں نے روزہ رکھا لیکن دن ہی میں کسی وقت باہر کا کوئی قافلہ مدینہ طیبہ پہنچا اور ان لوگوں نے گواہی دی کہ ہم نے کل شام چاند دیکھا تھا تو آپ نے ان لوگوں کی گواہی قبول فرما کر لوگوں کو روزہ کھولنے کا حکم دے دیا اور نماز عید کے لئے فرمایا کہ کل صبح پڑھی جائے گی۔

بظاہر یہ قافلہ دن کو دیر سے مدینہ منورہ پہنچا تھا اور نماز کا وقت نکل چکا تھا۔ شرعی مسئلہ بھی یہی ہے کہ اگر چاند کا دیکھنا ایسے وقت معلوم ہو کہ نماز عید اپنے وقت پر نہ پڑھی جا سکتی ہو تو پھر اگلے دن صبح ہی کو پڑھی جائے گی۔

عیدین کی نماز میں قرأت

عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ سَاَلَ اَبَا وَاقِدٍ اللَّيْثِيَّ مَا كَانَ يَقْرَأُ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْاَضْحٰى وَالْفِطْرِ فَقَالَ يَقْرَأُ فِيْهِمَا بِقٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ وَاقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ

ترجمہ: عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود تابعی سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ابوواقد لیثی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر کی نماز میں کون سی سورتیں پڑھا کرتے تھے انہوں نے فرمایا کہ "ق والقرآن المجید" اور "اقتربت الساعۃ"۔ (صحیح مسلم)

تشریح: یہ بات بعید از قیاس ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عیدین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کے بارے میں خود یاد نہ رہا ہو اور اس وجہ سے انہوں نے ابوواقد لیثیؓ سے پوچھا۔ بظاہر حضرت عمرؓ کا یہ سوال یا تو ابوواقد لیثیؓ کے علم وحافظہ کو اندازہ کرنے کے لئے تھا یا اپنے مزید اطمینان کیلئے۔ واللہ اعلم۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین اور جمعہ کی نماز میں "سبح اسم ربک الاعلیٰ" اور "ھل اتاک حدیث الغاشیۃ" پڑھا کرتے تھے اور جب (اتفاق سے) عید اور جمعہ ایک ہی دن پڑ جاتا تو بھی دونوں نمازوں میں یہی دونوں سورتیں پڑھتے تھے۔ (صحیح مسلم)

تشریح: ابوواقد لیثی اور نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کے ان بیانوں میں کوئی منافات نہیں ہے۔ عیدین کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی سورہ ق اور سورہ قمر پڑھتے تھے اور کبھی سورہ اعلیٰ و سورہ غاشیہ۔

بارش کی وجہ سے عید کی نماز مسجد میں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ عید کے دن بارش ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو عید کی نماز مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی میں پڑھائی۔ (سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ)

تشریح: عیدین میں "امت مسلمہ کا تہوار" اور "دینی جشن" ہونے کی جو شان ہے اس کا تقاضا یہی ہے کہ دنیا کی قوموں کے جشنوں اور میلوں کی طرح ہمارا عیدین کی نماز والا اجتماع بھی کہیں کھلے میدان میں ہو اور جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول و دستور بھی یہی تھا اور اس لئے عام حالات میں یہی سنت ہے لیکن حضرت ابوہریرہؓ کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر بارش کی حالت ہو (یا ایسا ہی کوئی اور سبب ہو) تو عید کی نماز بھی مسجد میں پڑھی جا سکتی ہے۔

عیدین کے دن کھانا نماز سے پہلے یا بعد میں؟

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ آپ عیدالفطر کی نماز کے لئے کچھ کھا کے تشریف لے جاتے تھے اور عیدالاضحیٰ کے دن نماز پڑھنے تک کچھ نہیں کھاتے تھے۔ (جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ، سنن دارمی)

تشریح: حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ مروی ہے کہ عیدالفطر کے دن نماز کو تشریف لے جانے سے پہلے آپ چند کھجوریں تناول فرماتے تھے اور طاق عدد میں تناول فرماتے تھے۔ (صحیح بخاری)

عیدالاضحیٰ کے دن نماز کے بعد کھانے کی وجہ غالباً یہ ہوگی

کہ اس دن سب سے پہلے قربانی ہی کا گوشت منہ میں جائے جو ایک طرح سے اللہ تعالیٰ کی ضیافت ہے۔ اور عید الفطر میں علی الصبح نماز سے پہلے ہی کچھ کھا لینا غالباً اس لئے ہوتا تھا کہ جس اللہ کے حکم سے رمضان کے پورے مہینہ دن میں کھانا پینا بالکل بند رہا آج جب اس کی طرف سے دن میں کھانے پینے کی اجازت ملی اور اسی میں اس کی رضا اور خوشنودی معلوم ہوئی تو طالب و محتاج بندوں کی طرح صبح ہی اس کی ان نعمتوں سے لذت اندوز ہونے لگے۔ بندگی کا مقام بھی ہے۔

عیدگاہ کی آمد و رفت میں راستہ کی تبدیلی

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن راستہ بدل دیتے تھے۔ (صحیح بخاری)

تشریح: ..... مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کی نماز کے لئے جس راستہ سے عیدگاہ تشریف لے جاتے تھے واپسی میں اس کو چھوڑ کر دوسرے راستہ سے تشریف لاتے تھے۔ علماء نے اس کی مختلف حکمتیں بیان کی ہیں ان میں سے زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ آپ یہ اس لئے کرتے تھے کہ اس طرح شعائر اسلام اور مسلمانوں کی اجتماعیت و شوکت کا زیادہ اظہار و اعلان ہو۔ نیز عید میں جشن اور تفریح کا جو پہلو ہے اس کے لئے بھی یہی زیادہ مناسب ہے کہ مختلف راستوں اور بستی کے مختلف حصوں سے گزرا جائے۔ واللہ اعلم۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمایئے اور ہمیں، بچے بچیوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمایئے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمایئے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اس کو صحیح انداز میں محبت و حکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین

صلی اللہ علیٰ سیدنا محمد وآلہ وسلم

نماز میں خشوع و خضوع

عَنْ أَبِي مَسْعُوْدٍ الْبَدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:
لَا تُجْزِئُ صَلَاةُ الرَّجُلِ حَتّٰى يُقِيْمَ ظَهْرَهُ فِي الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ.

ترجمہ: حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آدمی کی نماز اس وقت تک کافی نہیں ہوتی جب تک کہ وہ رکوع اور سجدے میں اپنی کمر سیدھی نہ کرے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

فائدہ: بہت سے لوگ ایسے ہیں جو نماز پڑھتے ہیں، بہت سے ایسے بھی ہیں جو جماعت کا بھی اہتمام فرماتے ہیں لیکن اس کے باوجود اس بری طرح پڑھتے ہیں کہ وہ نماز بجائے اس کے کہ اجر و ثواب کا سبب ہو، ناقص ہونے کی وجہ سے منہ پر ماردی جاتی ہے گو نہ پڑھنے سے یہ بھی بہتر ہے کیونکہ نہ پڑھنے کی صورت میں جو عذاب ہے وہ بہت زیادہ سخت ہے اور اس صورت میں یہ ہوا کہ وہ قابل قبول نہ ہوئی اور منہ پر پھینک کر ماردی گئی اس پر کوئی ثواب نہ ہوا۔ لیکن نہ پڑھنے میں جس درجہ کی نافرمانی اور نحوست ہوتی وہ تو اس صورت میں نہ ہوگی البتہ یہ مناسب ہے کہ جب آدمی وقت خرچ کرے کاروبار چھوڑے مشقت اٹھائے تو اس کی کوشش کرنی چاہئے کہ حتی الوسع زیادہ وزنی اور اچھی نماز پڑھے کہ اس میں کوتاہی نہ کرے۔ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے گو وہ قربانی کے بارے میں ہے مگر اس کا مقصود سب ایک ہی ہے فرماتے ہیں نہ تو حق تعالیٰ شانہ کے پاس ان (جانوروں) کا گوشت پہنچتا ہے نہ ان کا خون۔ بلکہ اس کے پاس تو تمہارا تقویٰ اور اخلاص پہنچتا ہے۔ لہٰذا جس درجہ کا اخلاص ہوگا اسی درجہ کی مقبولیت ہوگی۔ نماز کے بارے میں اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے بڑی خرابی ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں جو ایسے ہیں کہ دکھلاوا کرتے ہیں۔

بے خبر ہونے کی بھی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ وقت کی خبر نہ ہو، قضا کردے۔ دوسرے یہ کہ متوجہ نہ ہو، ادھر ادھر مشغول ہو۔ تیسرے یہ کہ یہ بھی خبر نہ ہو کہ کتنی رکعتیں ہوئیں۔ دوسری جگہ منافقین کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے اور جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو بہت کاہلی سے کھڑے ہوتے ہیں صرف لوگوں کو دکھلاتے ہیں (کہ ہم بھی نمازی ہیں) اور اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتے مگر بہت تھوڑا سا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نماز قائم کرنے سے یہ مراد ہے کہ اس کے رکوع سجدہ کو اچھی طرح ادا کرے، ہمہ تن متوجہ رہے اور خشوع سے پڑھے۔ قتادہ سے نقل کیا گیا ہے کہ نماز کا قائم کرنا اس کے اوقات کی حفاظت رکھنا اور وضو کا اور رکوع سجدہ کا اچھی طرح ادا کرنا ہے۔ یعنی جہاں جہاں قرآن شریف میں اقیموا الصلاۃ اور یقیمون الصلاۃ آیا ہے یہی مراد ہے۔

حضرت عبدالرحمن بن شبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔

(۱) کوے کی طرح ٹھونگیں مارنے سے۔

(۲) اور (سجدے) میں درندوں کی طرح ہاتھ بچھانے سے۔

(۳) اور اس سے بھی کہ آدمی مسجد میں کسی مخصوص جگہ کو اپنے لئے مقرر کرلے جیسا کہ اونٹ کرلیا کرتا ہے۔

تشریح: (۱) کوے کی سی ٹھونگیں مارنے کا مطلب واضح ہے کہ رکوع کیا تو وہیں سے سجدے میں چلے گئے۔ سجدے سے اٹھے تو سر اٹھانے بھی نہ پائے تھے کہ فوراً کوے کی سی ٹھونگ دوسری مار دی۔ یعنی رکوع وسجدے اتنی جلدی جلدی نہ کئے جائیں کہ ابھی سر جھکایا اور فوراً ہی اٹھ گئے۔

(۲) سجدے میں کہنیاں زمین سے اٹھی ہوئی اور پہلو سے الگ رہنی چاہئیں البتہ کوئی بیمار ہے یا بہت بوڑھا ہے اور وہ کہنیاں زمین پر لگا کر سہارا لینے کے لئے مجبور ہے تو اس کی بات اور ہے علماء نے لکھا ہے کہ سجدہ میں ہاتھوں کی انگلیوں کو ملانے کا اور رکوع میں انگلیوں کو علیحدہ علیحدہ کرنے کا اہتمام بھی ضروری ہے۔ شریعت نے انگلیوں کو ملانے کا کھولنے کا حکم بے فائدہ نہیں فرمایا ہے یعنی ایسے معمولی آداب کی رعایت بھی ضروری ہے۔ اور نماز میں کھڑے ہونے کی حالت میں سجدہ کی جگہ نگاہ کا جمائے رکھنا اور رکوع کی حالت میں پاؤں پر نگاہ رکھنا اور سجدے میں ناک پر رکھنا اور بیٹھنے کی حالت میں ہاتھوں پر نگاہ رکھنا نماز میں خشوع کو پیدا کرتا ہے اور اس سے نماز میں دلجمعی نصیب ہوتی ہے جب ایسے معمولی آداب بھی اتنے اہم فائدے رکھتے ہیں تو بڑے آداب اور سنتوں کی رعایت کا خود اندازہ کرلیجئے کہ کس قدر فائدہ بخشے گی۔

(۳) اونٹ کی عادت یہ ہوتی ہے کہ جس جگہ وہ بیٹھنے لگتا ہے وہاں ہمیشہ اسی جگہ دوسرے اونٹ کو نہیں بیٹھنے دیتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کا مقصد یہ ہے کہ آدمی کو مسجد کے اندر کوئی خاص جگہ اپنے لئے ایسی متعین مقرر کرلینی چاہیے کہ اگر کسی وقت کوئی دوسرا وہاں بیٹھ جائے تو اسے ناگوار ہو۔ مسجد تمام مسلمانوں کی جگہ ہے جو شخص جہاں پہلے آکر بیٹھ گیا وہ اسی کی جگہ ہے۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمائیے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اس کو صحیح انداز میں محبت وحکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

عبادت اور خشوع وخضوع سے متعلق اولیاء اللہ کے چند واقعات

حضرت محمد بن نصرؒ کا خشوع وخضوع

حضرت محمد بن نصرؒ مشہور محدث ہیں۔ اس انہماک سے نماز پڑھتے تھے جس کی نظیر مشکل ہے۔ ایک مرتبہ پیشانی پر ایک بھڑ نے نماز میں کاٹا جس کی وجہ سے خون بھی نکل آیا مگر نہ حرکت ہوئی نہ خشوع وخضوع میں کوئی فرق آیا۔ کہتے ہیں کہ نماز میں لکڑی کی طرح بے حرکت کھڑے رہتے تھے۔ حضرت بقی بن مخلدؒ روزانہ تہجد اور وتر کی تیرہ رکعت میں ایک قرآن شریف پڑھا کرتے تھے۔

حضرت مسروقؒ اور حضرت سعیدؒ کی عبادت

مسروقؒ ایک محدث ہیں ان کی بیوی کہتی ہیں کہ وہ نمازیں اتنی لمبی لمبی پڑھا کرتے کہ ان کی پنڈلیوں پر ہمیشہ اس کی وجہ سے ورم رہتا تھا اور میں ان کے پیچھے بیٹھی ہوئی ان کے حال پر ترس کھا کر رویا کرتی تھی۔ سعید بن المسیبؒ کے متعلق لکھا ہے کہ پچاس برس تک عشاء اور صبح ایک ہی وضو سے پڑھی اور ابو المعتمرؒ کے متعلق لکھا ہے کہ چالیس برس تک یہی کیا۔ امام غزالیؒ نے ابوطالب مکیؒ سے نقل کیا ہے کہ چالیس تابعیوں سے تواتر کے طریق سے یہ بات ثابت ہے کہ وہ عشاء کی وضو سے صبح کی نماز پڑھتے تھے ان میں سے بعض کا چالیس برس تک یہی عمل رہا۔ (اتحاف)

امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کا مقام عبادت

حضرت امام اعظمؒ کے متعلق تو بہت کثرت سے یہ چیز نقل کی گئی ہے کہ تیس یا چالیس یا پچپن برس عشاء اور صبح ایک وضو سے پڑھی اور یہ اختلاف نقل کرنے والوں کے اختلاف کی وجہ سے ہے کہ جس شخص کو جتنے سال کا علم ہوا اتنا ہی نقل کیا۔ لکھا ہے کہ آپ کا معمول صرف دوپہر کو تھوڑی دیر سونے کا تھا اور یہ کہ فرمایا کہ میں نے ان کا حق نہیں دیا اور جو دوسروں کا حق تھا وہ ان کو دے دیتا ہوں پس اگر وہ صالح ہیں تو اللہ جل شانہ خود ان کا کفیل ہے قرآن پاک میں ارشاد ہے۔ وھو یتولی الصلحین (وہی متولی ہے صلحاء کا) اور اگر وہ بدکار ہیں تو ان کی مجھے بھی کچھ پرواہ نہیں۔

علماء وفقہاء کے حالات

حضرت سعید بن جبیرؒ ایک رکعت میں پورا قرآن شریف پڑھ لیتے تھے۔ حضرت محمد بن منکدرؒ حفاظ حدیث میں ہیں۔ ایک رات تہجد میں اتنی کثرت سے روئے کہ حد نہ رہی کسی نے دریافت کیا تو فرمایا تلاوت میں یہ آیت آگئی تھی۔ وبدا لھم من اللہ ما لم یکونوا یحتسبون آخر تک (سورۃ زمر پ ۲۴) اس سے پہلی آیت میں اس کا ذکر ہے کہ اگر ظلم کرنے والوں کے پاس دنیا کی ساری چیزیں ہوں اور اتنی ہی ان کے ساتھ اور بھی ہوں تو وہ قیامت کے دن سخت عذاب سے چھوٹنے کے لئے فدیہ کے طور پر دے دیں اس کے بعد ارشاد ہے وبدا لھم الآیۃ اور اللہ کی طرف سے ان کے لئے (عذاب کا) وہ معاملہ پیش آئے گا جس کا ان کو گمان بھی نہ تھا اور اس وقت ان کو اپنی تمام بد اعمالیاں ظاہر ہو جائیں گی۔ حضرت محمد ابن منکدرؒ وفات کے وقت بھی بہت گھبرا رہے تھے اور فرماتے تھے کہ اسی آیت سے ڈر رہا ہوں۔

حضرت ثابت بنانیؒ کی قبر میں نماز

حضرت ثابت بنانیؒ حفاظ حدیث میں ہیں اس قدر کثرت سے اللہ کے سامنے روتے تھے کہ حد نہیں کسی نے عرض کیا کہ آنکھیں جاتی رہیں گی۔ فرمایا ان آنکھوں سے اگر روئیں نہیں تو

فائدہ ہی کیا ہے۔ اس کی دعا کیا کرتے تھے کہ یا اللہ کسی کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت ہو سکتی ہو تو مجھے بھی ہو جائے۔ ابوسنانؒ کہتے ہیں خدا کی قسم میں ان لوگوں میں تھا جنہوں نے ثابت کو دفن کیا۔ دفن کرتے ہوئے لحد کی ایک اینٹ گر گئی تو میں نے دیکھا کہ وہ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں نے اپنے ساتھی سے کہا دیکھو یہ کیا ہو رہا ہے؟ اس نے مجھے کہا چپ ہو جاؤ۔ جب دفن کر چکے تو ان کے گھر جا کر ان کی بیٹی سے دریافت کیا کہ ثابت کا عمل کیا تھا۔ اس نے کہا کیوں پوچھتے ہو؟ ہم نے قصہ بیان کیا۔ اس نے کہا کہ پچاس برس شب بیداری کی اور صبح کو ہمیشہ یہ دعا کیا کرتے تھے کہ یا اللہ اگر تو کسی کو یہ دولت عطا کرے کہ وہ قبر میں نماز پڑھے تو مجھے بھی عطا فرما۔

امام ابو یوسفؒ کی نوافل

حضرت امام ابو یوسفؒ باوجود علمی مشاغل کے جو سب کو معلوم ہیں اور ان کے علاوہ قاضی القضاۃ ہونے کی وجہ سے قضا کے مشاغل علیحدہ تھے لیکن پھر بھی دو سو رکعات نوافل روزانہ پڑھتے تھے۔

نماز کا ثواب خشوع خضوع کے مطابق ہوتا ہے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمی نماز سے فارغ ہوتا ہے اور اس کے لئے ثواب کا دسواں حصہ لکھا جاتا ہے اسی طرح بعض کے لئے نواں حصہ بعض کے لئے آٹھواں حصہ ساتواں چھٹا پانچواں چوتھائی تہائی آدھا حصہ لکھا جاتا ہے۔

فائدہ: یعنی جس درجہ کا خشوع اور اخلاص نماز میں ہوتا ہے اتنی ہی مقدار اجر و ثواب کی ملتی ہے حتی کہ بعض کو پورے اجر کا دسواں حصہ ملتا ہے اگر اس کے موافق خشوع خضوع ہو اور بعض کو آدھا مل جاتا ہے اور اسی طرح دسویں سے کم اور آدھے سے زیادہ بھی مل جاتا ہے حتی کہ بعض کو پورا پورا اجر مل جاتا ہے اور بعض کو بالکل بھی نہیں ملتا کہ وہ اس قابل ہی نہیں ہوتی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ فرض نماز کے لئے اللہ کے یہاں ایک خاص وزن ہے جتنی اس میں کمی رہ جاتی ہے اس کا حساب کیا جاتا ہے۔ احادیث میں آیا ہے کہ لوگوں میں سے سب سے پہلے خشوع اٹھایا جائے گا کہ پوری جماعت میں ایک شخص بھی خشوع سے نماز پڑھنے والا نہ ملے گا۔ (جامع الصغیر)

خشوع اور بغیر خشوع والی نماز کا فرق

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص نمازوں کو اپنے وقت پر پڑھے وضو بھی اچھی طرح کرے خشوع و خضوع سے بھی پڑھے کھڑا بھی پورے وقار سے ہو۔ پھر اسی طرح رکوع سجدہ بھی اچھی طرح سے اطمینان سے کرے غرض ہر چیز کو اچھی طرح ادا کرے تو وہ نماز نہایت روشن چمکدار بن کر جاتی ہے اور نمازی کو دعا دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ تیری بھی ایسی ہی حفاظت کرے جیسی تو نے میری حفاظت کی۔ اور جو شخص نماز کو بری طرح پڑھے وقت کو بھی ٹال دے وضو بھی اچھی طرح نہ کرے رکوع سجدہ بھی اچھی طرح نہ کرے تو وہ نماز بری صورت سے سیاہ رنگ میں بددعا دیتی ہوئی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے بھی ایسا ہی برباد کرے جیسا تو نے مجھے ضائع کیا۔ اس کے بعد وہ نماز پرانے کپڑے میں لپیٹ کر نمازی کے منہ پر مار دی جاتی ہے۔

فائدہ: خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو نماز کو اچھی طرح پڑھیں کہ اللہ کی اہم ترین عبادت ان کے لئے دعا کرتی ہے لیکن عام طور سے جیسی نماز پڑھی جاتی ہے کہ رکوع کیا تو وہیں سے سجدے میں چلے گئے۔ سجدے سے اٹھے تو سر اٹھانے بھی نہ پائے تھے کہ فوراً کوے کی سی ٹھونگ دوسری دفعہ مار دی۔ ایسی نماز کا جو حشر ہے وہ اس حدیث شریف میں ذکر فرما ہی دیا اور پھر جب وہ بربادی کی بددعا کرے تو اپنی بربادی کا گلہ کیوں کیا جائے۔ یہی

وجہ ہے کہ آج کل مسلمان کرتے جارہے ہیں اور ہر طرف تباہی ہی تباہی کی صدائیں گونج رہی ہیں۔ ایک دوسری حدیث میں بھی یہی مضمون وارد ہوا ہے اس میں یہ بھی اضافہ ہے کہ جو نماز خشوع خضوع سے پڑھی جاتی ہے آسمان کے دروازے اس کیلئے کھل جاتے ہیں وہ نہایت نورانی ہوتی ہے اور نمازی کیلئے حق تعالیٰ شانہ کی بارگاہ میں سفارشی بنتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جس نماز میں رکوع اچھی طرح نہ کیا جائے کہ پوری جھک جائے اس کی مثال اس عورت کی سی ہے جو حاملہ ہو اور جب بچہ ہونے کا وقت قریب آ جائے تو اسقاط کر دے (ترغیب) ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ بہت سے روزے دار ایسے ہیں جن کو روزے سے بجز بھوکا اور پیاسا رہنے کے کوئی حاصل نہیں اور بہت سے شب بیدار ایسے ہیں جن کو جاگنے کے علاوہ کوئی چیز نہیں ملتی۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جو قیامت کے دن پانچوں نمازیں ایسی لے کر حاضر ہو کہ ان کے اوقات کی بھی حفاظت کرتا رہا ہو اور وضو کا بھی اہتمام کرتا رہا ہو اور ان نمازوں کو خشوع خضوع سے پڑھتا رہا ہو تو حق تعالیٰ شانہ نے عہد فرمایا ہے کہ اس کو عذاب نہیں کیا جائے گا اور جو ایسی نمازیں نہ لے کر حاضر ہو اس کے لئے کوئی وعدہ نہیں ہے چاہے اپنی رحمت سے معاف فرما دیں چاہے عذاب دیں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا تمہیں معلوم بھی ہے اللہ جل شانہ نے کیا فرما دیا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ ہی جانتے ہیں؟ حضورؐ نے اہتمام کی وجہ سے تین مرتبہ یہی دریافت فرمایا اور صحابہ کرامؓ یہی جواب دیتے رہے اس کے بعد ارشاد ہوا کہ حق تعالیٰ شانہ اپنی عزت اور بڑائی کی قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ جو شخص ان نمازوں کو اوقات کی پابندی کے ساتھ پڑھتا رہے گا میں اس کو جنت میں داخل کروں گا اور جو پابندی نہ کرے گا تو میرا دل چاہے گا رحمت سے بخش دوں گا ورنہ عذاب دوں گا۔ (فضائل اعمال)

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پکی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد عبادات معاملات معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمائیے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اس کو صحیح انداز میں محبت و حکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

بدترین چور

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

اَسْوَأُ النَّاسِ سَرِقَةً اَلَّذِیْ یَسْرِقُ صَلٰوتَهٗ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَکَیْفَ یَسْرِقُ صَلٰوتَهٗ

قَالَ لَا یُتِمُّ رُکُوْعَهَا وَلَا سُجُوْدَهَا

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بدترین چوری کرنے والا شخص وہ ہے جو نماز میں سے بھی چوری کر لے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ نماز میں سے کس طرح چوری کرے گا۔ ارشاد فرمایا کہ اس کا رکوع اور سجدہ اچھی طرح نہ کرے۔ (احمد)

فائدہ: یہ مضمون کئی حدیثوں میں وارد ہوا ہے اول تو چوری خود ہی کس قدر ذلت کی چیز ہے اور چور کو کیسی حقارت سے دیکھا جاتا ہے پھر چوری میں بھی اس حرکت کو بدترین چوری ارشاد فرمایا ہے کہ رکوع سجدہ کو اچھی طرح نہ کرے۔

سب سے پہلے خشوع اٹھایا جائے گا

حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور یہ ارشاد فرمایا کہ اس وقت علم دنیا سے اٹھ جانے کا وقت (منکشف ہوا) ہے۔ حضرت زیادؓ صحابی نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ علم ہم سے کس طرح اٹھ جائے گا ہم لوگ قرآن شریف پڑھتے ہیں۔ اور اپنی اولاد کو پڑھاتے ہیں (اور وہ اسی طرح اپنی اولاد کو پڑھائیں گے اور سلسلہ چلتا رہے گا) حضورؐ نے فرمایا میں تو تجھ کو بڑا سمجھدار خیال کرتا تھا۔ یہود و نصاریٰ بھی تو تورات انجیل پڑھتے پڑھاتے ہیں پھر کیا کارآمد ہوا۔ ابوالدرداءؓ کے شاگرد کہتے ہیں کہ میں نے دوسرے صحابی حضرت عبادہؓ سے جا کر یہ قصہ سنایا۔ انہوں نے فرمایا کہ ابوالدرداءؓ سچ کہتے ہیں اور میں بتاؤں کہ سب سے پہلے کیا چیز دنیا سے اٹھے گی۔ سب سے پہلے نماز کا خشوع اٹھ جائے گا تو دیکھے گا کہ بھری مسجد میں ایک شخص بھی خشوع سے نماز پڑھنے والا نہ ہوگا۔ حضرت حذیفہؓ جو حضورؐ کے رازدار کہلاتے ہیں۔ وہ بھی فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے نماز کا خشوع اٹھایا جائے گا ایک حدیث میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ اس نماز کی طرف توجہ ہی نہیں فرماتے جس میں رکوع سجدہ اچھی طرح نہ کیا جائے۔ ایک حدیث میں ارشاد نبویؐ ہے کہ آدمی ساٹھ برس تک نماز پڑھتا ہے مگر ایک نماز بھی قبول نہیں ہوتی کہ کبھی رکوع اچھی طرح کرتا ہے تو سجدہ پورا نہیں کرتا سجدہ کرتا ہے تو رکوع پورا نہیں کرتا۔

نماز میں سکون کا اہتمام ضروری ہے

حضرت عائشہؓ کی والدہ ام رومانؓ فرماتی ہیں کہ میں ایک مرتبہ نماز پڑھ رہی تھی نماز میں ادھر ادھر جھکنے لگی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے دیکھ لیا تو مجھے اس زور سے ڈانٹا کہ میں (ڈر کی وجہ سے) نماز توڑنے کے قریب ہو گئی پھر ارشاد فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ جب کوئی شخص نماز کو کھڑا ہو تو اپنے تمام بدن کو بالکل سکون سے رکھے یہود کی طرح ہلے نہیں۔ بدن کے تمام اعضاء کا نماز میں بالکل سکون سے رہنا نماز کے پورا ہونے کا جزو ہے۔

فائدہ: نماز کے درمیان میں سکون سے رہنے کی تاکید بہت سی حدیثوں میں آئی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ کثرت آسمان کی طرف دیکھنے کی تھی۔ وحی کے فرشتے

کا انتظار رہتا تھا اور جب کسی چیز کا انتظار رہتا ہے تو اس طرف نگاہ بھی لگ جاتی ہے اسی وجہ سے کبھی نماز میں نگاہ اوپر اٹھ جاتی تھی۔ جب قد افلح المؤمنون الذین هم فی صلاتهم خاشعون نازل ہوئی تو پھر نگاہ نیچی رہتی تھی۔ صحابہؓ کے متعلق بھی حدیث میں آیا ہے کہ اول اول ادھر ادھر توجہ فرمالیا کرتے تھے مگر اس آیت شریفہ کے نازل ہونے کے بعد سے کسی طرف توجہ نہیں کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس آیت شریفہ کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام جب نماز کو کھڑے ہوتے تھے تو کسی طرف توجہ نہیں کرتے تھے ہمہ تن نماز کی طرف متوجہ رہتے تھے۔ اپنی نگاہوں کو سجدہ کی جگہ رکھتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ حق تعالیٰ شانہٗ ان کی طرف متوجہ ہیں۔ حضرت علیؓ سے کسی نے دریافت کیا کہ خشوع کیا چیز ہے۔ فرمایا کہ خشوع دل میں ہوتا ہے (یعنی دل سے نماز میں متوجہ رہنا) اور یہ بھی اس میں داخل ہے کہ کسی طرف توجہ نہ کرے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ خشوع کرنے والے وہ ہیں جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں اور نماز میں سکون سے رہنے والے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ نفاق کے خشوع سے اللہ ہی سے پناہ مانگو۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ حضور نفاق کا خشوع کیا چیز ہے؟ ارشاد فرمایا کہ ظاہر میں تو سکوت ہو اور دل میں نفاق ہو۔ حضرت ابوالدرداءؓ بھی اسی قسم کا ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں جس میں حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیا کہ نفاق کا خشوع یہ ہے کہ ظاہر بدن تو خشوع والا معلوم ہو اور دل میں خشوع نہ ہو۔ حضرت قتادہؓ کہتے ہیں کہ دل کا خشوع اللہ کا خوف ہے اور نگاہ کو نیچی رکھنا۔ حضورؐ نے ایک مرتبہ ایک شخص کو دیکھا کہ نماز میں داڑھی پر ہاتھ پھیر رہا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو بدن کے سارے اعضاء میں سکون ہوتا۔ حضرت عائشہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ نماز میں ادھر ادھر دیکھنا کیسا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ یہ شیطان کا نماز میں سے اچک لینا ہے۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ نماز میں اوپر دیکھتے ہیں وہ اپنی اس حرکت سے باز آجائیں ورنہ نگاہیں اوپر کی اوپر ہی رہ جائیں گی (درمنثور) بہت سے صحابہؓ اور تابعین سے نقل کیا گیا ہے کہ خشوع سکون کا نام ہے یعنی نماز نہایت سکون سے پڑھی جائے۔ متعدد احادیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ نماز اس طرح پڑھا کرو گویا یہ آخری نماز ہے۔ نماز اس طرح پڑھا کرو جیسا وہ شخص پڑھتا ہے جس کو یہ گمان ہو کہ اس وقت کے بعد مجھے دوسری نماز کی نوبت ہی نہ آئے گی۔ (فضائل نماز)

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق شریعت محمدی کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمائیے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اس کو صحیح انداز میں محبت و حکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

نماز کیسی ہونی چاہئے؟

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ
فَقَالَ مَنْ لَّمْ تَنْهَهُ صَلٰوتُهٗ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ فَلَا صَلٰوةَ لَهٗ.

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے حق تعالیٰ شانہ کے ارشاد ان الصلوٰۃ تنہی الخ (بیشک نماز روکتی ہے بے حیائی سے اور ناشائستہ حرکتوں سے) کے متعلق دریافت کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کی نماز ایسی نہ ہو اور اس کو بے حیائی اور ناشائستہ حرکتوں سے نہ روکے وہ نماز ہی نہیں۔ (ابن ابی حاتم)

فائدہ: بیشک نماز ایسی ہی بڑی دولت ہے اور اس کو اپنی اصلی حالت پر پڑھنے کا ثمرہ یہی ہے کہ وہ ایسی نامناسب باتوں سے روک دے۔ اگر یہ بات پیدا نہیں ہوئی تو نماز کے کمال میں کمی ہے۔ بہت سی حدیثوں میں یہ مضمون وارد ہوا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نماز میں گناہوں سے روک ہے اور گناہوں سے ہٹانا ہے۔ حضرت ابوالعالیہ فرماتے ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ کے ارشاد ان الصلوٰۃ تنہی کا مطلب یہ ہے کہ نماز میں تین چیزیں ہوتی ہیں۔ اخلاص، اللہ کا خوف، اللہ کا ذکر۔ جس نماز میں یہ چیزیں نہیں وہ نماز ہی نہیں۔ اخلاص نیک کاموں کا حکم کرتا ہے۔ اور اللہ کا خوف بری باتوں سے روکتا ہے اور اللہ کا ذکر قرآن پاک ہے جو مستقل طور پر اچھی باتوں کا حکم کرتا ہے اور بری باتوں سے روکتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ جو نماز بری باتوں اور نامناسب حرکتوں سے نہ روکے وہ نماز بجائے اللہ کے قرب کے اللہ سے دوری پیدا کرتی ہے۔ حضرت حسنؓ بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی نقل کرتے ہیں کہ جس شخص کی نماز اس کو بری باتوں سے نہ روکے وہ نماز ہی نہیں اس نماز کی وجہ سے اللہ سے دوری پیدا ہوتی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی مضمون نقل فرمایا ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو نماز کی اطاعت نہ کرے اس کی نماز ہی کیا اور نماز کی اطاعت یہ ہے کہ بے حیائی اور بری باتوں سے رکے۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں۔ ایک شخص حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ فلاں شخص رات کو نماز پڑھتا ہے اور صبح ہوتے چوری کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی نماز اس کو اس فعل سے عنقریب ہی روک دے گی۔ (در منثور) اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص بری باتوں میں مشغول ہو تو اس کو اہتمام سے نماز میں مشغول ہونا چاہئے بری باتیں اس سے خود ہی چھوٹ جائیں گی۔ ہر ہر بری بات کے چھوڑنے کا اہتمام دشوار بھی ہے اور دیر طلب بھی اور اہتمام سے نماز میں مشغول ہو جانا آسان بھی ہے اور دیر طلب بھی نہیں۔ اس کی برکت سے بری باتیں اس سے اپنے آپ ہی چھوٹتی چلی جائیں گی۔ (فضائل اعمال)

معاویہؓ بن حکم سلمی کہتے ہیں کہ جب میں مدینہ طیبہ مسلمان ہونے کے لئے حاضر ہوا تو مجھے بہت سی چیزیں سکھائی

گئیں۔ منجملہ ان کے یہ بھی تھا کہ جب کوئی چھینکے اور الحمد للہ کہے تو اس کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا چاہئے۔ چونکہ نئی تعلیم تھی اس وقت تک یہ بھی معلوم نہ تھا کہ نماز میں کیا کہنا چاہئے۔ ایک صاحب کو نماز میں چھینک آئی میں نے جواب میں یرحمک اللہ کہا۔ آس پاس کے لوگوں نے مجھے تنبیہ کے طور پر گھورا مجھے اس وقت تک یہ بھی معلوم نہ تھا کہ نماز میں بولنا جائز نہیں۔ اس لئے میں نے کہا کہ ہائے افسوس تمہیں کیا ہوا کہ مجھے کڑوی کڑوی نگاہوں سے گھورتے ہو۔ مجھے اشارے سے ان لوگوں نے چپ کرا دیا۔ میری سمجھ میں تو آیا نہیں مگر میں چپ ہو گیا۔ جب نماز ختم ہو چکی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے (میرے ماں باپ آپ پر قربان) نہ مجھے مارا نہ ڈانٹا نہ برا بھلا کہا بلکہ یہ ارشاد فرمایا کہ نماز میں بات کرنا جائز نہیں۔ نماز تسبیح و تکبیر اور قرأۃ قرآن ہی کا موقع ہے۔ خدا کی قسم حضور جیسا شفیق استاذ نہ میں نے پہلے دیکھا نہ بعد میں۔ دوسری تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ قانتین کے معنی خاشعین کے ہیں یعنی خشوع سے نماز پڑھنے والے۔ اسی کے موافق مجاہد سے نقل کرتے ہیں جو اوپر ذکر کیا گیا کہ یہ سب چیزیں خشوع میں داخل ہیں یعنی لمبی لمبی رکعات کا ہونا اور خشوع خضوع سے پڑھنا نگاہ کو نیچی رکھنا اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔ (فضائل اعمال)

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمائیے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اس کو صحیح انداز میں محبت و حکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور انکے صحابہؓ کی کیفیت نماز

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ابتداء میں حضور اقدسؐ رات کو جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اپنے کو رسی سے باندھ لیا کرتے کہ نیند کے غلبے سے گر نہ جائیں۔ اس پر طٰہٰ ما انزلنا علیک القرآن لتشقیٰ نازل ہوئی اور یہ مضمون تو کئی حدیثوں میں آیا ہے کہ حضورؐ اتنی طویل رکعت کیا کرتے تھے کہ کھڑے کھڑے پاؤں پر ورم آجاتا تھا۔ اگرچہ لوگوں پر شفقت کی وجہ سے حضورؐ نے یہ ارشاد فرمایا کہ جس قدر تحمل اور نباہ ہو سکے اتنی محنت کرنا چاہئے ایسا نہ ہو کہ تحمل سے زیادہ بار اٹھانے کی وجہ سے بالکل ہی جاتا رہے۔ چنانچہ ایک صحابی عورت نے بھی اسی طرح رسی میں اپنے کو باندھنا شروع کیا تو حضورؐ نے منع فرمادیا۔ مگر اتنی بات ضرور ہے کہ تحمل کے بعد جتنی بھی نماز ہوگی اتنی ہی بہتر اور افضل ہوگی۔ آخر حضورؐ کا اتنی لمبی نماز پڑھنا کہ پاؤں مبارک پر ورم آجاتا تھا کوئی بات تو رکھتا ہے۔ صحابہ کرام عرض بھی کرتے کہ سورۂ فتح میں آپ کی مغفرت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمالیا ہے تو حضورؐ فرماتے کہ پھر میں شکر گزار بندہ کیوں نہ بنوں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے تو آپ کے سینہ مبارک سے رونے کی آواز (سانس رکنے کی وجہ سے) ایسی مسلسل آتی تھی جیسا چکی کی آواز ہوتی ہے ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ ایسی آواز ہوتی تھی جیسا کہ ہنڈیا کے پکنے کی آواز ہوتی ہے۔ (ترغیب)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر کی لڑائی میں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ایک درخت کے نیچے کھڑے نماز پڑھ رہے تھے اور رو رہے تھے کہ اسی حالت میں صبح فرمادی۔

فقہاء صحابہ کی نماز

مجاہدؒ نے بیان کیا ہے کہ فقہائے صحابہؓ کی یہ حالت تھی۔ وہ جب نماز میں کھڑے ہوتے تھے اللہ سے ڈرتے تھے۔ حضرت حسنؓ جب وضو فرماتے تو چہرہ کا رنگ متغیر ہوجاتا تھا۔ کسی نے پوچھا یہ کیا بات ہے تو ارشاد فرمایا کہ ایک بڑے جبار بادشاہ کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں کھڑے ہونے کا وقت آگیا۔ پھر وضو کرکے جب مسجد میں تشریف لے جاتے تو مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہوکر یہ کہتے "یا اللہ تیرا بندہ تیرے دروازہ پر حاضر ہے اے احسان کرنے والے اور بھلائی کا برتاؤ کرنے والے بداعمال تیرے پاس حاضر ہے تو نے ہم لوگوں کو یہ حکم فرمایا ہے کہ اچھے لوگ بروں سے درگزر کریں تو اچھائی والا ہے اور میں بدکار ہوں۔ اے کریم میری برائیوں سے ان خوبیوں کی بدولت جن کا تو مالک ہے درگزر فرما" اس کے بعد مسجد میں داخل ہوتے۔

حضرت زین العابدینؒ روزانہ ایک ہزار رکعت پڑھتے تھے۔ تہجد کبھی سفر یا حضر میں قضا نہیں ہوا جب وضو کرتے تو چہرہ زرد ہوجاتا تھا اور جب نماز کو کھڑے ہوتے تو بدن میں لرزہ آجاتا۔ کسی نے دریافت کیا تو فرمایا کیا تمہیں خبر نہیں کہ کس کے سامنے کھڑا ہوتا ہوں۔ ایک مرتبہ نماز پڑھ رہے تھے کہ گھر میں آگ لگ گئی یہ نماز میں مشغول رہے۔ لوگوں نے عرض کیا تو فرمایا کہ دنیا کی آگ سے آخرت کی آگ نے غافل رکھا آپ کا ارشاد ہے کہ مجھے تکبر کرنے والے پر تعجب ہے کہ کل تک ناپاک نطفہ تھا اور کل کو مردار ہوجائے گا پھر تکبر کرتا ہے آپ فرمایا کرتے تھے کہ تعجب ہے کہ لوگ فنا ہونے والے گھر کے لئے تو فکر کرتے ہیں ہمیشہ رہنے والے گھر کی فکر نہیں کرتے۔ آپ کا معمول تھا کہ رات کو چھپ کر صدقہ کیا کرتے لوگوں کو یہ خبر بھی نہ ہوتی کہ کس نے دیا۔ جب آپ کا انتقال ہوا تو سو گھر ایسے نکلے جن کا گزارہ آپ کی اعانت پر تھا۔ (نزہۃ البساتین)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق نقل کیا گیا ہے کہ جب نماز کا وقت آتا تو چہرہ کا رنگ بدل جاتا۔ بدن پر کپکپی آجاتی۔ کسی نے پوچھا تو ارشاد فرمایا کہ اس امانت کے ادا کرنے کا وقت ہے جس کو آسمان و زمین نہ اٹھا سکے۔ پہاڑ اس کے اٹھانے سے عاجز ہوگئے۔ میں نہیں کہتا کہ اس کو پورا کرسکوں گا یا نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مشہور قصہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا تو قصہ مشہور ہے کہ جب لڑائی میں ان کے تیر لگ جاتے تو وہ نماز ہی میں نکالے جاتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ان میں ایک تیر گھس گیا۔ لوگوں نے نکالنے کی کوشش کی نہ نکل سکا۔ آپس میں مشورہ کیا کہ جب یہ نماز میں مشغول ہوں اس وقت نکالا جائے۔ آپ نے جب نفلیں شروع کیں اور سجدہ میں گئے تو ان لوگوں نے اس کو زور سے کھینچ لیا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو آس پاس مجمع دیکھا۔ فرمایا کیا تم تیر نکالنے کے واسطے آئے ہو؟ لوگوں نے عرض کیا کہ وہ تو ہم نے نکال بھی لیا۔ آپ نے فرمایا مجھے خبر ہی نہیں ہوئی۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ جب اذان کی آواز سنتے تو اس قدر روتے کہ چادر تر ہو جاتی۔ رگیں پھول جاتیں، آنکھیں سرخ ہو جاتیں۔ کسی نے عرض کیا کہ ہم تو اذان سنتے ہیں مگر کچھ بھی اثر نہیں ہوتا آپ اس قدر گھبراتے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ مؤذن کیا کہتا ہے تو راحت و آرام سے محروم ہو جائیں اور نیند اڑ جائے۔ اس کے بعد اذان کے ہر ہر جملہ کی تنبیہ کو مفصل ذکر فرمایا۔

حضرت اویسؒ کا رکوع و سجدہ

حضرت اویس قرنیؒ مشہور بزرگ اور افضل ترین تابعی ہیں۔ بعض مرتبہ رکوع کرتے اور تمام رات اسی حالت میں گزار دیتے۔ کبھی سجدہ میں یہی حالت ہوتی کہ تمام رات ایک ہی سجدہ میں گزار دیتے۔ (ایضاً)

حضرت حاتمؒ کی نماز

عصامؒ نے حضرت حاتم زاہد بلخیؒ سے پوچھا کہ آپ نماز کس طرح پڑھتے ہیں۔ فرمایا کہ جب نماز کا وقت آتا ہے اول نہایت اطمینان سے اچھی طرح وضو کرتا ہوں پھر اس جگہ پہنچتا ہوں جہاں نماز پڑھنا ہے اور اول نہایت اطمینان سے کھڑا ہوتا ہوں کہ گویا کعبہ میرے منہ کے سامنے ہے اور میرا پاؤں پل صراط پر ہے۔ دائیں طرف جنت ہے بائیں طرف دوزخ ہے۔ موت کا فرشتہ میرے سر پر ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ میری آخری نماز ہے۔ پھر کوئی اور نماز شاید میسر نہ ہو اور میرے دل کی حالت کو اللہ ہی جانتا ہے اس کے بعد نہایت عاجزی کے ساتھ اللہ اکبر کہتا ہوں۔ پھر معنی کو سوچ کر قرآن پڑھتا ہوں تواضع کے ساتھ رکوع کرتا ہوں، عاجزی کے ساتھ سجدہ کرتا ہوں اور اطمینان سے نماز پوری کرتا ہوں اس طرح کہ اللہ کی رحمت سے اس کے قبول ہونے کی امید رکھتا ہوں اور اپنے اعمال سے مردود ہو جانے کا خوف کرتا ہوں۔ عصامؒ نے پوچھا کہ کتنی مدت سے آپ ایسی نماز پڑھتے ہیں؟ حاتمؒ نے کہا تیس برس سے۔ عصام رونے لگے کہ مجھے ایک بھی نماز ایسی نصیب نہ ہوئی۔ کہتے ہیں کہ حاتمؒ کی ایک مرتبہ جماعت فوت ہوگئی جس کا بے حد اثر تھا۔ ایک دو ملنے والوں نے تعزیت کی۔ اس پر رونے لگے اور یہ فرمایا کہ اگر میرا ایک بیٹا مر جاتا تو آدھا بلخ تعزیت کرتا۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ دس ہزار آدمیوں سے زیادہ تعزیت کرتے۔ جماعت کے فوت ہونے پر ایک دو آدمیوں نے تعزیت کی۔ یہ صرف اس وجہ سے کہ دین کی مصیبت لوگوں کی نگاہ میں دنیا کی مصیبت سے ہلکی ہے۔

اللہ والوں کے چند واقعات

حضرت سعید بن المسیبؒ کہتے ہیں کہ تیس برس کے عرصہ میں کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ اذان ہوئی ہو اور میں مسجد میں پہلے سے موجود نہ ہوں۔ محمد بن واسع کہتے ہیں کہ مجھے دنیا میں صرف تین چیزیں چاہئیں۔ ایک ایسا دوست ہو جو میری لغزشوں پر متنبہ کرتا رہے ایک بقدر زندگی روزی جس میں کوئی جھگڑا نہ ہو۔ ایک جماعت کی نماز ایسی کہ اس میں جو کوتاہی ہو جائے وہ تو معاف ہو اور جو ثواب ہو وہ مجھے مل جائے۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ نے ایک مرتبہ نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد فرمانے لگے کہ شیطان نے اس وقت مجھ پر ایک حملہ کیا۔ میرے دل میں یہ خیال ڈالا کہ میں افضل ہوں۔ (اس لئے کہ افضل کو امام بنایا جاتا تھا) آئندہ کبھی بھی نماز نہیں پڑھاؤں گا۔ میمون بن مہران ایک مرتبہ مسجد میں تشریف لے گئے تو جماعت ہو چکی تھی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا اور فرمایا کہ نماز کی فضیلت مجھے عراق کی سلطنت سے بھی زیادہ محبوب تھی۔

کہتے ہیں کہ ان حضرات کرام میں سے جس کی تکبیر اولیٰ فوت ہو جاتی تھی تین دن تک اس کا رنج کرتے تھے اور جس کی جماعت جاتی رہتی سات دن تک اس کا افسوس کرتے تھے۔ (احیاء)

بکر بن عبد اللہؒ کہتے ہیں کہ اگر تو اپنے مالک اپنے مولا سے بلا واسطہ بات کرنا چاہے تو جب چاہے کر سکتا ہے کسی نے پوچھا کہ اس کی کیا صورت ہے؟ فرمایا کہ اچھی طرح وضو کر اور نماز کی نیت باندھ لے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ ہم سے باتیں کرتے تھے اور ہم حضورؐ سے باتیں کرتے تھے لیکن جب نماز کا وقت آجاتا تو ایسے ہو جاتے گویا ہم کو پہچانتے ہی نہیں اور ہمہ تن اللہ کی طرف مشغول ہو جاتے تھے۔ سعید تنوخی جب تک نماز پڑھتے رہتے مسلسل آنسوؤں کی لڑی رخساروں پر جاری رہتی۔ خلف بن ایوبؒ سے کسی نے پوچھا کہ یہ مکھیاں تم کو نماز میں دق نہیں کرتیں؟ کہنے لگے کہ میں اپنے کو کسی ایسی چیز کا عادی نہیں بناتا جس سے نماز میں نقصان آئے۔ یہ بدکار لوگ حکومت کے کوڑوں کو برداشت کرتے رہتے ہیں محض اتنی سی بات کے لئے کہ لوگ کہیں گے کہ بڑا متحمل مزاج ہے اور پھر اس کو فخریہ بیان کرتے ہیں۔ میں اپنے مالک کے سامنے کھڑا ہوں اور ایک مکھی کی وجہ سے حرکت کرنے لگوں۔

بہجۃ النفوس میں لکھا ہے کہ ایک صحابیؓ رات کو نماز پڑھ رہے تھے ایک چور آیا اور گھوڑا کھول کر لے گیا۔ لے جاتے ہوئے اس پر نظر بھی پڑ گئی مگر نماز نہ توڑی۔ بعد میں کسی نے کہا بھی کہ آپ نے پکڑ نہ لیا۔ فرمایا جس چیز میں میں مشغول تھا وہ اس سے بہت اونچی تھی۔

مسلم بن یسار اور دوسرے بزرگوں کے واقعات

مسلم بن یسارؒ جب نماز پڑھتے تو گھر والوں سے کہہ دیتے کہ تم باتیں کرتے رہو مجھے تمہاری باتوں کا پتہ نہیں چلے گا۔ ربیعؒ کہتے ہیں کہ میں جب نماز میں کھڑا ہوتا ہوں مجھ پر اس کا فکر سوار ہو جاتا ہے کہ مجھ سے کیا کیا سوال و جواب ہوگا۔ عامر بن عبد اللہؒ جب نماز پڑھتے تو گھر والوں کی باتوں کی تو کیا خبر ہوتی ڈھول کی آواز کا بھی پتہ نہ چلتا تھا۔ کسی نے ان سے پوچھا کہ تمہیں نماز میں کسی چیز کی بھی خبر ہوتی ہے؟ فرمایا ہاں مجھے اس کی خبر ہوتی ہے کہ ایک دن اللہ کی بارگاہ میں کھڑا ہونا ہوگا اور دونوں گھروں جنت یا دوزخ میں سے ایک میں جانا ہوگا۔ انہوں نے عرض کیا یہ نہیں پوچھتا۔ ہماری باتوں میں سے بھی کسی کی خبر ہوتی ہے؟ فرمایا کہ مجھ میں نیزوں کی بھالیں گھس جائیں یہ زیادہ اچھا ہے اس سے کہ مجھے نماز میں تمہاری باتوں کا پتہ چلے۔ ان کا یہ بھی ارشاد ہے کہ اگر آخرت کا منظر اس وقت میرے سامنے ہو

جائے تو پھر سے یقین اور ایمان میں اضافہ نہ ہو (کہ غیب پر ایمان اتنا ہی پختہ ہے جتنا مشاہدہ پر ہوتا ہے) ایک صاحب کا کوئی عضو خراب ہو گیا تھا جس کے لئے اس کے کاٹنے کی ضرورت تھی۔ لوگوں نے تجویز کیا کہ جب یہ نماز کی نیت باندھیں اس وقت کاٹنا چاہئے۔ ان کو پتہ بھی نہ چلے گا۔ چنانچہ نماز پڑھتے ہوئے اس عضو کو کاٹ دیا گیا۔ ایک صاحب سے پوچھا گیا کہ تمہیں نماز میں دنیا کا بھی خیال آتا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ نماز میں آتا ہے نہ بغیر نماز کے۔ ایک اور صاحب کا قصہ لکھا ہے کہ ان سے کسی نے دریافت کیا کہ تمہیں نماز میں کوئی چیز یاد آ جاتی ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ نماز سے بھی زیادہ کوئی محبوب چیز ہے جو نماز میں یاد آئے۔

رات دن کی نماز میں مصروفیت

بہجۃ النفوس میں قصہ ہے کہ ایک بزرگ کی خدمت میں ایک شخص ملنے کے لئے آیا۔ وہ ظہر کی نماز میں مشغول تھے وہ انتظار میں بیٹھ گیا۔ جب نماز سے فارغ ہو چکے تو نفلوں میں مشغول ہو گئے اور عصر تک نفلیں پڑھتے رہے۔ یہ انتظار میں بیٹھا رہا۔ نفلوں سے فارغ ہوئے تو عصر کی نماز شروع کر دی اور اس سے فارغ ہو کر دعا میں مشغول ہو گئے اور مغرب تک مشغول رہے اور پھر مغرب کی نماز پڑھی اور نفلیں شروع کر دیں۔ عشاء تک اس میں مشغول رہے۔ یہ بیچارہ انتظار میں بیٹھا رہا۔ عشاء کی نماز پڑھ کر پھر نفلوں کی نیت باندھ لی اور صبح تک اس میں مشغول رہے۔ پھر صبح کی نماز پڑھی اور ذکر شروع کر دیا اور اوراد وظائف پڑھتے رہے۔ اسی میں مصلے پر بیٹھے بیٹھے آنکھ جھپک گئی تو فوراً آنکھوں کو ملتے ہوئے اٹھے۔ استغفار و توبہ کرنے لگے اور یہ دعا پڑھی۔ اعوذ باللہ من عین لا تشبع من النوم (اللہ ہی سے پناہ مانگتا ہوں ایسی آنکھ سے جو نیند سے بھرتی ہی نہیں)

ایک صاحب کا قصہ لکھا ہے کہ وہ رات کو سونے کیلئے لیٹتے تو کوشش کرتے کہ آنکھ لگ جائے مگر جب نیند نہ آتی تو اٹھ کر نماز میں مشغول ہو جاتے اور عرض کرتے یا اللہ تجھ کو معلوم ہے کہ جہنم کی آگ کے خوف نے میری نیند اڑا دی اور یہ کہہ کر صبح تک نماز میں مشغول رہتے۔

ساری رات بے چینی اور اضطراب یا شوق و اشتیاق میں جاگ کر گزار دینے کے واقعات اس کثرت سے ہیں کہ ان کا احاطہ ممکن نہیں۔ ہم لوگ اس لذت سے اس قدر دور ہو گئے ہیں کہ ہم کو ان واقعات کے صحیح ہونے میں بھی تردد ہونے لگا لیکن اول تو جس کثرت اور تواتر سے یہ واقعات نقل کئے گئے ہیں ان کی تردید میں ساری ہی تواریخ سے اعتبار اٹھتا ہے کہ واقعہ کی صحت کثرت نقل ہی سے ثابت ہوتی ہے دوسرے ہم لوگ اپنی آنکھوں سے ایسے لوگوں کو آئے دن دیکھتے ہیں جو سینما اور تھیٹر میں ساری رات کھڑے کھڑے گزار دیتے ہیں کہ ان کو تھکان ہوتی ہے نہ نیند ستاتی ہے۔ پھر یہ اہل کہ ہم اپنے معاصی کی لذتوں کا یقین کرنے کے باوجود ان طاعات کی لذتوں کا انکار کریں حالانکہ طاعات میں اللہ تعالیٰ شانہ کی طرف سے قوت بھی عطا ہوتی ہے۔ ہمارے اس تردد کی بجز اس کے اور کیا وجہ ہو سکتی ہے کہ ہم ان لذتوں سے نا آشنا ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ اس لذت تک پہنچا دیں تو زہے نصیب۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمائیے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمائیے۔